([illegible] اولاد کی ابتدا کی [illegible])
[illegible] اولاد کا [illegible]
[illegible] کمال اور اپنے [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] کی ہے ۔

طبع جودت سے فکر واں کو ہے زود رسی
اس قدر گونہ ہے بہار اس کی چمن آرائی
نقش و نگار صورت اولاد کہ حور [illegible] و دہر
آسماں اُس کی پہ رکھتے ہیں جبیں فرسائی
فیاض ہر دو جہاں مرکز ارشاد سلوک
ختم ہے ذات مبارک پہ کرم فرمائی
علم منقول میں اُس کو ہے عیسیٰ ہمتا
علم معقول میں اُس کو ہی ملی یکتائی
خوبیاں عرب اُس کی ہیں بیاں [illegible] میں
[illegible] عالم کی ہے سب پیدائی
دسترس رکھتا ہے [illegible] و سخن کاری
ہند کے طوطیوں کو اُس سے ہے شکر خائی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رکھتے ہیں - اچھا استاد شعرا کی [illegible]

[illegible] 'اردو' [illegible]

[illegible] استاد کے [illegible]

شاعر [illegible] فارسی اور اردو [illegible] ان کا
کلام موجود ہے اگرچہ کم یاب ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیفات
و تالیفات دو قسم کی ہیں ایک تو نثر کے تذکرے اور
دوسری فارسی کتابیں۔ یہاں اُن تالیفات کا مختصر ا
ذکر کیا جاتا ہے --

---

* اس مقدمے میں [illegible] اور 'تحقیق' کی تالیفات کا ذکر آیا
ہے' اُن میں سے ملحق [illegible] 'حالات حیدرآباد' وغیرہ کی فہرستیں
ساتھ ہیں [illegible] کتابیں میرے پاس موجود ہیں ——

[illegible] اپنا [illegible] پھر [illegible] دیکھوں

[illegible] ہم [illegible] آ [illegible] آزادی

اس کی [illegible] اور [illegible] ہے

[illegible] اُس کو "صاحب"

[illegible] آزاد ہوا ہوں

اسی دور میں ایک دوسری غزل 'آزاد' کی ان معنوں کہی ہے ۔
غزل کیا ہے گویا اپنے پیر و مرشد کی شان میں
چھوٹا سا قصیدہ ہے ۔

پیر ہو کر جو جہاں آزاد ہے
والیِ کون و مکاں آزاد ہے
کشف کبریا کے سایوں پر نظر
واقف سر نہاں آزاد ہے
بن کر آزاد چرخ چنبری
قطب الاقطاب زماں آزاد ہے
اسم اعظم ہے زباں پر اس کے نقش
جس کے نقش ورد زباں آزاد ہے
خورد و بزرگ کے نقش نہاں ہے رسوخ
مرشد پیر و جواں آزاد ہے
انکا نام میں دین و دنیا نقش ہے
جس کے اوپر مہرباں آزاد ہے
قل ہو اب 'صاحب' ہوا ہے کا غلام
بادشاہ [illegible] آزاد ہے

[illegible] کا ذکر ہے ۔
[illegible]
[illegible]

[illegible]

— ([illegible]) —

یہ دکن کی تاریخ کے متعلق ہے ۔ اس میں بہمنی سلطنت کے بانی اور تاریخی حال اور اوصاف و شمار ہیں، اس کے بعد سلاطین بہمنیہ کا ذکر ہے جو تاریخ فرشتہ سے ماخوذ ہے ۔ سلطنت بہمنیہ کے زوال پر جو حکومتیں قائم ہوئیں (یعنی عادل شاہی، نظام شاہی، عماد شاہی، قطب شاہی، برید شاہی اور خاندیس کے فاروقی سلاطین) ان کا مختصر حال ہے ۔ آخر میں سلاطین مغلیہ کا ذکر سنہ ۱۲۰۰ ھ تک ہے ۔ یہ نام تاریخی ہے، جس سے سنہ تالیف ۱۲۰۰ ھ نکلتا ہے یہ کتاب [illegible] کے [illegible] کے نام معنون ہے —

— (مآثر آصفی) —

یہ خاندان آصف جاہ کی تاریخ ہے، یعنی خواجہ عابد (نظام الملک آصف جاہ اول کے دادا) سے لیکر آصف جاہ ثانی تک کے حالات ہیں، مرہٹوں نے جو ہندوستان پر حملہ کیا تھا اس کا بھی

نادرِ

— (تحفۂ دکن ، ہندوستان) –

'سعدی' اس کتاب کی وجہ تسمیہ دیباچے میں اس طرح لکھتے ہیں کہ "نادر کی والدہ رانی ... نے دو چار پشت سے ترکی ہوار جاگیر اپنی ہیں ۸۱۰ ۳ ۱۲ھ میں اورنگ آباد کے فرقوں کے چند طوائف مرتبہ پان ... ادا تھا ... ان کے حالات کے لکھے ہوئے تھے جو سرکار فیض کالی ملاحظۂ مبرورہ و الزامون میں حقیقت دستور گری اور پیشکاری صفدر جنگ اسکاٹ ہندوستان پر مامور تھے، یہ فرقوں کے ... معروف ماتب نظام الملک کے دار الخلافت میں مرتب تھیں لیکن ان میں سے بعض تو ضائع ہو گئی تھیں اور اکثر کرم خوردہ تھیں۔ ان فرقوں میں قدیم زمانے کے مطالعہ سکّوں سے ۱۱۱۰/۱۹۰۵ ... ملک کے مداخل و مخارج و تعداد سپاہ وغیرہ کا حساب بطور سیاق و اصطلاح اہل دفتر میں درج تھا۔ ان سب کو سادہ عبارت میں تحریر کیا اور رقمی اعداد کو الفاظ میں لکھا اور اس کے علاوہ ضروری معلومات بھی فراہم کر کے مناسب مقامات پر اضافہ کیں۔

یہ کتاب 'سعدی' نے اس وقت کے رزیڈنٹ اور اپنے مربی و سرپرست کپتان ولیم پیٹرک کے لئے تالیف کی۔ کتاب کے نام سے اس کا سنہ تالیف (۱۲۰۴ ھ) نکلتا ہے، اس میں چار مقالے ہیں —

مقالۂ اول میں ہندو مذہب کے فرقوں کی کیفیت ہے —

مقالۂ دوم میں صوبہ ہائے ہندوستان کا حال ہے —

[illegible]

[illegible] بالکل نہیں [illegible] —

تمام هندوستان کے شعرا [illegible] ان [illegible] میں تاریخی واقعات اور لطائف و ظرائف [illegible] واقعہ هوں [illegible] اشعار کی شرح [illegible] هے اور ان کے نکات بھی بتائے هیں مثلاً [illegible] اصول الله [illegible] کثرت سے [illegible] تلمیحات و اصطلاحات هیں ان کے اشعار نقل کرکے ان تمام تلمیحات و اصطلاحات کی شرح لکھی هے اسی شاعر کا ایک دوسرا [illegible] کا مضمون هے اس کا انتخاب درج کیا هے اور اس کے مشکل مقامات کا حل بھی لکھ دیا هے یہ تذکرہ [illegible] لحاظ سے [illegible] هے —

دکھو ہے ۔ [illegible] ان [illegible] کے [illegible] اور [illegible] کے حالات درج

[illegible] ہیں ۔ کتابت [illegible] ۱۲۰۸ھ میں [illegible] ہوئی

— (بساط الغنائم)

یہ [illegible] گویوں کا [illegible] ۔ [illegible] ان [illegible]

کی [illegible] اور [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] کی [illegible] اور [illegible]

کا [illegible] کی [illegible] اور [illegible]

نام [illegible] ۱۱۱۴ھ لکھا ہے ۔

— — — (حالات حیدرآباد)

اس میں دارالخلافہ حیدرآباد کی [illegible] مثلاً [illegible] و [illegible]

اور [illegible] کی [illegible] اور شہر اور [illegible] کے حالات

درج ہیں یہ کتاب ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے —

— — —

تذکرے

—— (بام عرفان) ——

یہ تذکرہ اُن ابتدائی شعرا کا ہے جو [illegible] کی وجہ

سے ہندوستان میں وارد ہوئے [illegible] مشہوروں کی مثالیں

سے رکھا ہے اگرچہ حالات بہت مختصر ہیں مگر کتابت خوبصورت

ہے اور اشعار کا انتخاب اچھا ہے لطائف و ظرائف سے خالی

نہیں بعض بعض جگہ اشعار کے متعلق خاص نکات بھی

بیان کرتے ہیں —

[illegible]

... اضافہ ہوتا ہے —

اگرچہ 'ریختی' کے ابتدائی تذکرے کی تعداد بہت کم ہے اور قدیم علمی تذکروں پر رکھی ہے لیکن ان کے علاوہ جہاں جہاں ان کو حالات مل گئے ہیں حوالے کے ساتھ ان کا بھی اضافہ کردیا ہے - چنانچہ کتاب کے مطالعے میں بعض جگہ تذکرہ حال تکلم حاکم کے تذکرہ سرور تحفہ' اور تذکرہ 'ممتاز الفائس' طبقات سراج الدین خان آرزو' 'نوادر' اور حاجی علی اکبر وصال اور رضا خان انوار کی بیاضوں کا حوالہ ملے گا —

بعض اوقات اشعار کے متعلق مغالطہ ہو جاتا ہے اور دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض اشعار خصوصاً مشہور اشعار مختلف شعرا کے کلام میں پائے جاتے ہیں' 'ریختی' کے اس باب میں بڑی احتیاط اور تحقیق سے کام لیا ہے - جن اشعار کا پتا نہیں چلا ... کہ آخر میں جمع کر دیے ہیں کہ ان کا پتا

(چمنستان شعرا)

یہ ریختہ گو شعرا کا تذکرہ ہے 'شفیق' لکھتے ہیں کہ
”[illegible] سے ناواقف [illegible]، مگر جب میر تقی 'میر' اور [illegible]
خاں کے تذکرے پہنچے تو شاعروں کے حال میں اضافہ ہوگیا اور
اور اشعار جمع کئے، ابتدا میں ایک خاکا سا تیار ہوگیا؛
کیونکہ اہل ملک کو ان اشعار کا بہم پہنچنا دشوار ہے اس
لئے میرے فکر ناقص میں یہ بات آئی کہ ان دونوں تذکروں
کے اشعار لوں اور دوسرے جواہر پارے ان کے ساتھ ملا کر ایک
مجموعہ تیار کروں۔ اس عرصے میں بعض احباب نے ان کے
حالات و کلام کے درج کرنے کا موقع نہیں ملا تھا، [illegible]
احباب نے بھی اس کی تائید کی تاکید اصرار کیا اور میں اس
کتاب کے لکھنے پر آمادہ ہوگیا“ —

'شفیق' نے اس تذکرے کی ترتیب میں عجیب جدت دکھائی ہے۔ اب تک جتنے فارسی اردو کے تذکرے لکھے گئے ہیں (سوائے میر صاحب کے تذکرے کے، جس میں کوئی ترتیب نہیں) ان میں ناموں کی (یعنی تخلصوں کی) ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے ہے، لیکن 'شفیق' نے اس تذکرے کی ترتیب حروف ابجد یعنی حساب جمل کے لحاظ سے رکھی ہے۔ اس میں کوئی خاص خوبی نہیں معلوم ہوتی، نہ خود مؤلف نے اس کی کوئی وجہ بتائی ہے سوائے اس کے کہ جوانی کی ترنگ کہا جائے اور کیا کہہ سکتے ہیں —

جوانی کا زمانہ ہے، عبارت میں رنگینی پائی جاتی ہے،

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اُن کی [illegible]

[illegible] احوال [illegible] اور [illegible]

[illegible]

اُن کی [illegible]

[illegible] کی [illegible] اور [illegible]

اور اُن کی [illegible] کر [illegible] اپنے کلام میں کہیں

کہیں اُن کا اشارہ کیا [illegible] کا مطلع ہے —

[illegible]

[illegible] کی [illegible]

[illegible] کا [illegible] اور کلام [illegible]

[illegible] تھا —

حاجی [illegible] علی اکبر [illegible]

کی [illegible] اپنے اظہار

کمال کے لئے [illegible] عام ناظرین کو [illegible]

[illegible] اور [illegible]
[illegible] کہیں [illegible] داستان [illegible]
[illegible] آتے ہیں اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] کرتا [illegible]
[illegible] کا ہے -

[illegible] ہر شاعر کی [illegible] کر [illegible]
ہے اور کبھی [illegible] گوارا [illegible] نہیں کرتا [illegible]
[illegible] ایسا ہے کہ [illegible] شاعر کے کلام
میں کوئی [illegible] پڑا تو [illegible] دوسرا مصرع
لکھ دیتا ہے اور [illegible] ہیں کہ [illegible] مصرع [illegible]
[illegible] اب مصرع کو [illegible] نہیں [illegible] پڑھنے والے
کو [illegible] پر چھوڑ دیتا ہے -

لیکن 'دیوان' کا تذکرہ [illegible] سمجھنا چاہئے اس میں اس
نے اس [illegible] کام لیا ہے کہ [illegible] 'دیوان'
کو اپنی [illegible] پر قابو نہیں رہا' وہ اس [illegible] کا [illegible] بہتر
شاعر خیال کرتا ہے اور [illegible] میں کسی کو اس کی ٹکر کا
نہیں سمجھتا کہتا ہے کہ "اگرچہ مرزا سودا کا غزل' رباعی'
مخمس' مثنوی' قصیدے' قطعہ [illegible] وغیرہ میں بڑا رتبہ ہے'
اور وہ بہت عالی [illegible] کرتے ہیں' لیکن 'دیوان' کے ریختے میں
کچھ اور ہی فصاحت و بلاغت ہے -

اگر [illegible] نہ مرزا 'سودا'
کو [illegible] 'دیوان' کا [illegible]

شعرا کے اول مجموعوں [illegible] مخزن الشعرا
[illegible] اور [illegible]
انتخاب کی [illegible]
ہے کہ ماخذات [illegible] اور مجموعوں [illegible]
اگر وہ جہاں [illegible] ہوتا اندازہ کر [illegible]
اور کام ان کی [illegible] اور کیا کیا ہے؟ [illegible]
مثال کے طور پر [illegible] تحفۃ الشعرا (مؤلفہ
افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی) ([illegible] ۱۱۶۵ھ)
میں اُن [illegible] کو شعرا کا حال اور کلام دونوں کے ساتھ
چار [illegible] ہیں [illegible] درج کرتا ہے [illegible] سطروں
کا [illegible] اُردو کلام نہیں وہاں صرف حالات ہی لکھ دیے
گئے ہیں اور جہاں حالات نہیں [illegible] کوئی بات نہیں ہے
وہاں صرف کلام پر اکتفا کیا گیا ہے۔ شعر کے کلام ہر جگہ
جاری کر دیا گیا ہے بعض شاعر ایسے بھی ہیں جن کا ذکر
'چمنستان' میں نہیں ہے، اُن کا حال اور کلام ہر حرف کے آخر
میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس سے پڑھنے والوں کو ضرور
پسند ہو گی اور وہ 'تحفۃ الشعرا' کے مطالعے سے مستفید
ہو جائیں گے۔ یہ تذکرہ 'چمنستان' سے پہلے کا لکھا ہوا ہے
اصل میں یہ فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے، اس میں ضمناً
ایسے شعرا بھی آ گئے ہیں جو اُردو میں بھی شعر کہتے ہیں۔
بعض شعرا کے حالات اس میں کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں۔

--- (مضمون کا کلام) ---

[illegible] کہ اُردو کلام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ [illegible]

فارسی مثنوی میں جو ترکیبیں ہیں، اردو شعراء کا تمام نام تک وہ
دیوان و مثنوی میں پایا جاتا ہے

'شفیق' کا تذکرہ میر حسن اور میر علی کے تذکروں،
سراپے اور ... یہ ادبی شعرا کا تذکرہ قدیم ہے، جو ان دونوں
میں نہیں پایا جاتا۔ بہت سے ایسے ہیں جو 'شفیق' کے ہم عصر
تھے اور جن سے ان کی ذاتی ملاقات تھی اور خود ان شاعروں
نے ان کا انتخاب کلام لے کر ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسے لائق
جانے والوں پر قابل اعتبار ہیں۔

سب سے قابل تعجب بات یہ ہے کہ 'شفیق' نے یہ تذکرہ ۱۸
برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور دو برس کی مدت کے
تھوڑے عرصے میں ختم کر دیا۔ اس عمر میں ایسی
اچھی کتاب کا تالیف کرنا اعجاز سے کم نہیں، اس سے 'شفیق' کی
غیر معمولی ذہانت اور لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کا نام
”چمنستان شعرا“ تاریخی ہے اور اس سے ۱۱۷۵ھ سن تالیف نکلتا ہے

جہاں تک تحقیق کیا گیا، اس تذکرے کا صرف ایک ہی
نسخہ ہے، جو کتب خانۂ آصفیۂ سرکار عالی حیدر آباد میں ہے
اور یہ بھی کرم خوردہ، فرسودہ اور مشکوک ہے۔ یہ اسی نسخے
کی نقل ہے۔ اس کی تصحیح میں بہت دقتیں اٹھانی پڑیں،
بعض عبارتیں اصل کتاب سے، جو اس کا ماخذ ہیں،
تصحیح کرنی پڑیں، کہیں قیاس سے کام لینا پڑا اور بعض بعض
مقام پر کچھ الفاظ جو کتاب کے اولین نسخوں کیڑے چٹ کر گئے
ہیں، ویسے ہی چھوڑنے پڑے اور ان کی جگہ نقطے دے دیے ہیں،
بہت سے اشعار جو تذکرے میں مشکوک یا کرم خوردہ تھے،

[illegible]

[illegible]

[illegible]

انکے اور [illegible] اپنے [illegible] کا [illegible] اور [illegible]
کا ذکر کیا ہے ۔

[illegible] ذوالفقار آئے
[illegible] کا [illegible] ہے
کہ [illegible] کو [illegible] آئے
[illegible] کا [illegible] ہے
کہ [illegible] کے [illegible] آئے

انکے صاحب زادے 'نظامی' کو بھی [illegible] ہے اور اکثر غزلوں
میں [illegible] " میرا [illegible] میرا [illegible] " کو کہہ اُسے [illegible]
کیا ہے بعض غزلیں کی غزلیں ان کی یاد میں (" میرا [illegible] "
کی ردیف میں) لکھی ڈالی ہیں انکے قصیدے بھی اسی ردیف

اس کا [illegible] زبان پر [illegible] اور [illegible] کے [illegible]
[illegible] واقعہ [illegible] اور اس کا کلام [illegible]
میں موجود ہے ۔ اگرچہ یہ اردو کا [illegible]
[illegible]
ملتا ہے [illegible] کے [illegible] اور [illegible]
رہ جاتا ہے [illegible]
[illegible] اور [illegible] ان نظموں [illegible]
کہیں [illegible] کے [illegible] کا پتا چلتا ہے مثلاً [illegible]
نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے [illegible]
احمد علی خان عالی جاہ کے [illegible]
[illegible] اور [illegible] اور [illegible]
سرکار سے تعلق تھا ان کی [illegible]
لکھی ہیں [illegible] ایک قصیدے میں [illegible]
اور پیدا ہوا ہے ―

[illegible] ہے [illegible] والی
[illegible]
[illegible] ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا نظام [illegible]
[illegible] ہے [illegible] کا [illegible]

ایک دوسرے قصیدے میں لکھتے ہیں ۔

[illegible] اور الفاظ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] زبان [illegible]

اسما [illegible] کو دیکھو

آبرو [illegible]

اور الفاظ [illegible] کو دیکھو

فعل ہے [illegible] شاہ

[illegible] اپنے [illegible] کو دیکھو

[illegible] اس گوڑی [illegible]

[illegible] چاہے ہے [illegible] شام کو دیکھو

[illegible] اوسا [illegible]

[illegible] دو اس پیام کو دیکھو

لفظ 'اسواری' نہیں سواری ہے

[illegible] تو اس [illegible] کلام کو دیکھو

شاہ نے [illegible] جواب [illegible]

[illegible] طرز [illegible] کو دیکھو

میں لکھا ہے اور تذکرہ نویسوں اور [illegible] نے ان کا ذکر [illegible]

[illegible] کو دیوان [illegible] نہ ملا

[illegible] ایمان و جان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دل [illegible] کو اور [illegible] کو [illegible]

[illegible]

ایک غزل میں [illegible] کی طرز میں نام نہیں دیا گیا ہے اور وہ نام "[illegible]" ہے

"نکا" ([illegible]) [illegible] کا بار بار اظہار کیا ہے۔

ہمیشہ 'نکا' سے [illegible] اور [illegible] ا

[illegible] ہے [illegible]

ایک دوسری غزل کے مقطع میں کہتے ہیں ۔

اگر آپ [illegible] نہ ہو ' صاحب ' ہے ' نکا ' کو

اللہ کرے [illegible] جو [illegible] ہے [illegible] آوے

' [illegible] ' کو [illegible] و [illegible] ہے خاص [illegible] تھا دوارہ پر جو [illegible] اس نے کی ہے اور ایک غزل کے ضمن میں جو قطعہ دوارہ پر لکھا ہے وہ سب اس تذکرے میں موجود ہے اردو کلیات میں ایک قصیدہ نظر پڑا جس کا مطلع یہ ہے

ساقی اس ابر [illegible] جام کو نہ دیکھ

اس طرف نہ دیکھ [illegible] کے جام کو نہ دیکھ

[illegible]

اور [illegible] کردیا کہ وہ اپنے پاؤں

پر [illegible] کہ وہ اپنے کئے

پر پچھتائیں گے اور گلے مل مل کر اپنے آنسوؤں [illegible]

داغ کو دھوئیں گے -

[illegible] کے عنوان سے [illegible]

[illegible] کے [illegible] -

[illegible]
اس دور [illegible] اثر [illegible] مثال [illegible]

[illegible] اردو پر آج [illegible] رہ [illegible] ہوگئے [illegible] اور وہاں [illegible] عام ہوگئے ہیں [illegible] وہاں [illegible] کے لحاظ [illegible] داخل ہوئے [illegible] اردو ہوجاتی ہے

علاوہ مولوی اور [illegible] کے 'ممنون' کا اردو کلام [illegible] ہو [illegible] "مثنوی" [illegible] "دیوان" [illegible] و [illegible] شائع ہو چکی ہے ان میں [illegible] دیوان کے [illegible] دکھاتا ہے اگرچہ یہ [illegible] بہت پامال ہے اور [illegible] اور [illegible] ہوجاتا ہے اور یہی حال ان مثنویوں کے دیوان کا بھی ہے تاہم ان سے 'ممنون' کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اگر کوئی 'ممنون' کے [illegible] حال سے واقف نہ ہو اور اس کا کلام پڑھے تو کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا لکھنے والا ممنون ہے وہ [illegible] بزرگان دین اسلام کا ذکر [illegible] ادب، احترام اور عقیدت سے کرتا ہے [illegible] کوئی [illegible] اور پکا [illegible] اور نہ کوئی [illegible] مقدمہ [illegible] اور عقیدت سے ہی معراج کے بیان میں دو مثنویاں لکھی ہیں اور جو "اردو" میں شائع ہوچکی ہیں، انہیں دیکھئے

فہرست [illegible]

ایک شاعر نے کہا ہے [illegible] کہ [illegible] ان اطوار
کیوں رہا [illegible] اسی قابل اور [illegible]
اس [illegible] کے بیچ [illegible] کہ [illegible]
عاقل اور [illegible] صاحب [illegible] اور صاحب [illegible]
اُن کی خواہش میں [illegible] اور [illegible] خوش حال [illegible]
کیا [illegible] کیا [illegible] کہا [illegible]
آسمان [illegible] ہے اور [illegible]
پھر ہوئی کس واسطے [illegible]
[illegible]
[illegible] دو [illegible] پڑتی ہے، ہر کسی کو ان [illegible]

زمانے کی نہ [illegible] ہر [illegible] میں رہتی ہے اور زندگی
انسان نے ہزاروں رنگ بدلے، دنیا نے بیسیوں پلٹے کھائے،
مگر انسان کی سکت کم نہ ہوئی [illegible] نہ کوئی [illegible]
نہ کوئی آئین، نہ کوئی نظام ہے اور نہ کوئی [illegible] نہ
[illegible] کسی نہ کسی صورت میں رہتی دنیا تک رہے گا بلاشبہ
انسان کے کمال کی آزمائش اسی میں ہے۔

ردیف الباء

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۹۸	'[illegible]'	۵۳۱
۱۹۹	مولوی محمد باقر 'شہید'	۵۴۱
	باب التاء	۵۴۲
۲۰۰	میر عبدالحی 'تاباں'	۵۴۳
۲۰۱	میاں صلاح الدین 'تمکین'	۵۴۴
۲۰۱	میر عبداللہ 'تصور'	۵۴۵
	باب الثاء	۵۴۶
۲۰۳	شہاب الدین 'ثاقب'	۵۴۶
	باب الخاء	۵۴۷
۲۰۴	حضرت امیر 'خسرو'	۵۴۷
۲۰۵	محمد یار 'خاکسار'	۵۴۸
۲۰۶	'خوشنود'	۵۵۰
	باب الذال	۵۵۱
۲۰۷	میر محمد محسن 'ذہین'	۵۵۱
	باب الضاد	۵۵۲
۲۰۸	محمد ضیاء الدین 'ضیا'	۵۵۲

بسم الله الرحمن الرحیم

پادشاهی لا یزالی و جهانداری بی زوالی و پادشاهی را سزاست که
نه رواق را بی ستون برافراشت و آوازهٔ احکام جهانبانی اش به
امم و اقالیم اطراف رسانید [illegible] او و [illegible] کار [illegible] با موج
[illegible] و [illegible] بر [illegible] [illegible] گردانید کون
لمن الملک نثار اطراف [illegible] بر [illegible] اوست [illegible] کوس
با [illegible] او و [illegible] [illegible] و [illegible] اول با [illegible]
الست بربکم [illegible] آراسته گردید و [illegible] [illegible] و
[illegible] [illegible] را [illegible] [illegible] را
عروس [illegible] [illegible] و [illegible] [illegible] مبارک اوان
انصرام کرده [illegible] [illegible] در [illegible] و نقطهٔ عمر
[illegible] [illegible] را [illegible] ارسال و [illegible] [illegible] [illegible]
ضلالت بر آورده [illegible] الوفه [illegible] صلی الله
علیه و سلم علی آله و اصحابه اجمعین --

اما بعد [illegible] که [illegible] چمن [illegible] خوان فصاحت
[illegible] [illegible] [illegible] صاحب [illegible] و [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

در عالم اسلام [illegible] پادشاه را [illegible] از همه کس بهتر
و بیش از اهل فکر را [illegible] بالا [illegible]
آنها به نظر فاضل و فکر نادر [illegible] که [illegible] این [illegible]
هر دو تذکره [illegible] ذکر کمالی را [illegible]
[illegible] که انیس یکتائی و همدم تنهائی [illegible]
زیرا که [illegible] احوال [illegible]
شعرای [illegible] در گوشه [illegible] می [illegible] او [illegible]
که این [illegible] آویز [illegible] شاعره شاعران [illegible]
همگنان جا کرده و این گوهر شاهوار چون [illegible] گوش شاعران
در [illegible] اعمال پیوسته تا آنکه [illegible] متقدمان را
صفا [illegible] اکنون نادره [illegible] و این نسخه [illegible] را اصرار
سان طرفه [illegible] گشت بازار [illegible] افکار [illegible]
[illegible] را [illegible] و [illegible] صادق [illegible]
در میدان [illegible] این [illegible] در انداختم ای صاحب چون این
خیال در مخیلهٔ تو جاگرفته است [illegible] که [illegible]
رنگ [illegible] در کهن [illegible] و عاقل [illegible] که [illegible]
[illegible] و [illegible] چنین نظر در خطا می دارند -

سخن [illegible] از [illegible] بیرون کن
که از هر سو [illegible] ای [illegible]

اگرچه [illegible] کسانی و [illegible] پنهانی ارباب فضل
و کمال پیداست که این [illegible] را از [illegible] تذکره معروف در ایران

می شود، و [illegible] پیدا است از [illegible] نگول [illegible]
و اصلاح شعر [illegible] [illegible] [illegible]
در خود [illegible] می پندارند [illegible] [illegible]
را چه نسبت از سخن که خود ساخته، و این باده نوش [illegible]
هیچ‌مدانی را چه [illegible] ایشان که بر خود [illegible]
هرگاه که [illegible] یاران [illegible] دوستان صافی [illegible] گشت،
و سالکین سخن مملو از رحیق اشعار رنگینه بطرف این
سوختگان [illegible] می گذشت، این حرفه کش شاعر فطرت
و این چاشنی چش خوان حقیقت، بر شورش [illegible] خود را برنگ
چنگ در گردان داخل می گشت، و مثل پیکر تصویر در بند
حیرت شده این بیت [illegible] حال گشته [illegible] و [illegible]
می گردید —

تا سخن آراست چو بلبل به خروش
تا نشستی همچو [illegible] خموش

ناگاه از کثرت ابتلای اهل وفای بحکم این که "الصحبت تاثیر
ولو کان ساعة" مزاج را برعلاقه، و ترغیب دوستان [illegible]
سررشته ضبط از قبضه اختیار طبیعت بگسلانید، آری

نسیم [illegible] صحبت [illegible]
گل [illegible] [illegible] را

تا نوبت به این جا رسید که اوقات [illegible] روزی صرف این کار
می گشت، و بعد مطالعه این فن [illegible] کرده دل [illegible] گذشت،
که [illegible] تذکره [illegible] الشعرا [illegible] تصنیف [illegible]
و تذکره [illegible] [illegible] از [illegible] [illegible]



و ستم ظریفی بعد [illegible] شعر [illegible] از [illegible]
بادی با ابتدا از [illegible] و [illegible]
[illegible] که با [illegible] و [illegible]
[illegible] از [illegible] که [illegible]
[illegible] که [illegible] خوبی را [illegible] و [illegible]
[illegible] و [illegible] را در [illegible]
و [illegible] و [illegible] در [illegible] را [illegible]
چون [illegible] و [illegible]
[illegible] خاطر [illegible] میکرده

شعر عربی

قيل ان الاله ذو ولد	قيل ان الرسول قد كهنا
ما نجى الله والرسول معاً	من لسان الورى فكيف انا

چون این نابغه فلکیا و مصنف روح افزا در سنه خمس و سبعین وماته الف صورت [illegible] پذیرفت و [illegible] اسامی شعرا [illegible] قطعه [illegible] در تذکرت نام و تاریخ چهلساله شعرا [illegible] و در بحر رکض الخیل که [illegible] مصرعش بچهار فعلن می‌شود و تمام صوت الما [illegible] هم استعمال دارد قطعه را حسن اتفاق [illegible] دارم —

این نامه را نادره بدان	کردم انشا حال قصها
نام و تاریخش را صاحب	گفتم چهلساله شعرا

است از سخن پروران دانشور و دانشوران سخن پرور این [illegible] که اگر قصوری در تصحیح حال [illegible] و خطائی در

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وہ [illegible] کی [illegible]

شمع [illegible]

داغ ہوتا نہیں [illegible] کا لہو ہے قاتل

[illegible] دوا [illegible]

کس [illegible] ہوئی [illegible]

کہ [illegible] خواب سے سوتے رہے

[illegible]

ہم [illegible]

وله

مشتاق بیکسی اپنی [illegible] ہر وقت روتا ہے

[illegible] ایسا ہی ہوتا ہے

دریا عرق میں ڈوبا دیکھو [illegible] کے آگے

موتی نہ کان [illegible] سخن کے آگے

اپنی [illegible] گردہ [illegible] —

دیکر [illegible] نہ آیا ہم کو سخن ہمارا

گویا کہ تھا [illegible] ہمارا

(۱۱۶۹)

سراج الدین علی خان
آرزو

سر دستهٔ سراج ... افروزی سخن گویان گرم هنگامه ،
و در معنای الفاظ نادره و معانیء نازک تر فهم حسن و سرعت
می‌گذارد سهم و دودش در بزم اکابران رونقی تازه ، و
گرم‌سوئی ساقی سخن را هم‌پایهٔ ساقهٔ نکو را نهایت پیچ
و تاب تازه ، گلدستهٔ سخن گلهائی خیالات رنگین و دوبارهٔ بستان
سخنهائی دلبستنی است . در گلشن هند مثل او عندلیب
هزار داستان کم‌تر می‌توان یافت است ، و در محفل نکته همچو آن
پروانه چراغ سخن قدم باید انگاشت غزالان معانی را سخن
مسخر کرده که می باید و سمه حرفگان الفاظ پاکیزه را نوید
حافی در گوش ساخته که ... در غزل گنای کوه حال
مکنسه ، و دیوان حالهٔ رتبه هم نهایت پرکاری طاق می نشد
حصر طبعش چشمه چشمه منعطش احسام که [illegible] را اب زندگی
بخشنده ، و آفتاب کلکش جهان جهان طلبات نعمص سخن
عذرا موکسان کشیده معلوم شد که در ماه جمادی الثانی
سنه تسع و ستین و مایه و الف بنادره لکهنؤ این جهان فانی را
وداع نموده حاضر عالم باقی گردید تاریخ وفاتش حضرت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] طلب [illegible] —

[illegible] اور [illegible]

ما که شاعر [illegible] و [illegible]

بود ان وجوه هندی ازان چراغ سراج الدین علی خان آرزو

صفا کرده و گلوله گران بها [illegible]

در رسته نظم [illegible] و این اشعار

آبدار فرا گرفته بود —

یہ ایک [illegible] ہے ہندوستان کا [illegible]

[illegible] ہے نام جو عالم رکھا ہے [illegible] کا

[illegible] کی راہ میں جو کر چڑھا سو اُٹھ کے [illegible]

قدم دھرا نہیں [illegible] اُکے [illegible] کا

واله

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے [illegible]

یا لال پر جڑا ہے الماس کا [illegible]

[illegible] سوں [illegible] ہو گئی ہیں [illegible]

[illegible] ہوا [illegible] کو [illegible]

قدر [illegible] کی اگے دم مارنا [illegible]
[illegible]

وله

[illegible]
کیا لال [illegible] دیکھو [illegible] دل کا

وله

[illegible] جائے ہوئے تمام [illegible]
زاہد یہ اپنے دل سے آخر [illegible] چھوڑے

وله

رکھے [illegible] کنول اگے [illegible] کے
[illegible] گویا [illegible] شیشوں سے

وله

ہر صبح آوتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو

وله

[illegible] دل کو کیا کرے
بیکار ہے اتنا نہ رہے دل کو کیا کرے

شیخ نجم الدین آبرو

آبرو تخلص نیز شیخ و سرخروئی معرکۂ ادبی است گلستان گو الحق از آب پاس سخن آب و رنگی تازہ کردہ و نہال ہستی او میوہ در باربول طراوت پیدا کردہ در معنی دانی بیدوان [illegible]

ولہ

[illegible]

[illegible]

ولہ

[illegible]

[illegible]

ولہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ولہ

[illegible]

[illegible]

ولہ

حسن ہو [illegible] اُس کے [illegible] ہے [illegible] آرائش

[illegible] کو کہاں

ولہ

ہر طرف عشق کی لگی ہے [illegible]

دل ہمارا ہوا ہے پارہ [illegible]

ولہ

جھوٹھہ کرنا ہے صفت مردمی کا دعویٰ بے ہنر

کام کچھہ ایسا کرے مردانگی کا جس ہو سر

۱

وله

جاتے ہیں اور ہم [illegible] [illegible] پر جہاں

ہوتے ہیں داغ دل میں [illegible] کم ہو لالا

وله

نور [illegible] کم ہوا [illegible] تا

کرنے کا [illegible] حالی [illegible] والا

وله

ہو ہو [illegible] کرتا ہے سو [illegible] دیا

واعظ [illegible] کا [illegible] ہوا [illegible] کا

وله

[illegible] چھوڑ دیے

گھر جلا [illegible] کا اوں لوگوں کا کہا توتا ہو

وله

آگ میں رشک کے اب کیوں نہ جلے پروانہ

شمع رخسار نے خلوت میں ہمیں یار دیا

ہی میں عاشق کے [illegible] ہم تھا یارو

دل دیا جس سے مجھے [illegible] ادار دیا

[illegible] ہے [illegible] آ کے

دل یہ دارو [illegible] ہوا ہے [illegible] کا

وله

افسوس ہے کہ [illegible] ہمارا اولٹ گیا

آیا تھا جان [illegible] کے ہم کو پلٹ گیا

ولہ

مگر تم سے ہوا ہے آشنا دل
کہ ہم سے ہو گیا ہے بے وفا دل
جو غم گذرا ہے مجھ پر عاشقی میں
سو میں ہی جانتا ہوں یا مرا دل
ہمارا ہی کہا تھا کبھی یہ
سمجھ تم جان لو یہ ہے برا دل
کہاں خاطر میں لاوے آبرو کو
ہوا اس میرزا کا آشنا دل

ولہ

توڑا نہیں اس شوخ نے از سنگ جفا دل
ہر چند کہ میں لاکھ لگایا نہ لگا دل

ولہ

دو پھرانے میں نظر آئے کہیں کیا قاتل
اب تو بسمل کو ہوا جان کا دینا مشکل

ولہ

سیم تن جب عمر میں اترا تو پھیں رہتا ہے مال
کم کوئی بازار میں لے ہے روپیہ پیر سال

ولہ

دھمکاوتے ہیں ہم کو کمربند باندھ باندھ
کھولیں ابھی تو جاے میاں کا بھرم نکل

ولہ

کیوں نہ روؤں اس طرح اشک اب جہاں کا حال دیکھ
گود میں آنکھوں کی ہم پالا ہے یہ طفل یتیم

احمق ہے بے ہنر کو زر کے اوپر افتخار
پر کہاں سمجھے کہ کیوں ہو بار ہوے مفتخر

ولہ

کیوں کر مریں نہ دیکھ کے ہے موسم بہار
نکلے ہے جی جنون سیں جاما بدن کا پھاڑ

ولہ

شور سیں بوسہ کے ہے آزار میں سارا پروس
بد دعا ہے حق میں دولتمند کے اوار کوس

ولہ

اٹھو بسمل کیوں نہ ہو کے تڑپھے
کٹے جب ہم نے اپنے چشم پر بار

ولہ

پھر صحبت میں اب لگے جانے
چھوڑ کر اپنی آبرو کی پاس

ولہ

بے وفا ہے بہار گلشن کی
بلبل و گل کے حال پر افسوس

ولہ

آج عاشق کی بے نصیبی ہے
کہ ہم اُس پاس سیں چلے ہو بھاگ

ولہ

کیونکر نہ دولتی کی حوش آمد کرے فلک
چرخے کا کام کیوں کہ چلے جو نہ ہوے مال

والہ

گرچہ اس بیداد ہستی کے مظاہر چار ہیں
لیکن اپنے بیعت ہوجانے میں سب ناچار ہیں

والہ

قتل کرنے کو اسے بلائے ہیں
بات کہتے نہیں جان جاتے ہیں

والہ

یار غافل ہے میرے درد سے بیدار کرو
بے خبر جان نہ دیا جائے خبردار کرو

والہ

کیا ہے بے خبر دونوں جہاں میں
محبت کے درد میں کیا اثر ہے

والہ

جان بھرے سب مجھے دل ساتھ
بیمار ہے شوق ہے محبت ہے

والہ

ہائے یاراں دل میں باہر کیونکہ اب نکلے یہ غم
ضعف سے حالت رہے ہیں نالہ و افغاں کے

والہ

جنوں میں دل کا اب کیا حال ہوتا ہے بہار آئی
کلی اس فکر میں جاکر گریباں غم سے پھاڑ آئی

و لہ

تمہاری چشم سیں آئی ہیں سجن دیکھنے نہ لال انکھیاں
ہوئی ہیں مست سے دونی خوشنما صاحب جمال انکھیاں
علاج ان کا یہی ہے عاشقوں کہ رنگ کی ہلدی
کہو اسی میں رنگیں کپڑے کریں اپنا رومال انکھیاں
مرا دل پوتلی کی طرح ان پر لے کے آنک پھررو
محجوب ہوتا ہے اس سیں آشنائی کی نہال انکھیاں

و لہ

جگر میں خون کا کوئی قطرہ رہا نہیں
کہ اشکوں ہوکے انکھیاں سیں بہا نہیں
ڈسا ہے کیوں ہمارے دل کو پیارے
اگر کاکل تمہارے اژدہا نہیں

و لہ

برستے ہیں نین میرے، لگی ہیں اشک کی جھڑیاں
تمہارے پاس بن، دن رات ہم بھرتے ہیں یوں گھڑیاں
گئے جس وقت سیں ہوکر جدا تم ہم سیں اے پیارے
ہوئے سو مرتبہ آتش میں ہم اس وقت سیں پریاں

و لہ

نازک تنی پر اپنے مغرور ہو رہے ہو
موسیٰ کمر نے تم کو فرعون کردیا ہے

و لہ

ہرگز پیرے لباں کی سرخی کے تئیں نہ پہنچے
ہر چند سعی کر کر یاقوت و لال مرجاں

ولہ

نہیں ہو سکتا ہے یہ جدا نقش نہ رند

کس طرح گھل مل کے اپنے ہاتھ پانی ہے لال

رسم اس رت کی کہاں ہیں قسم روزوں کی

بات لاوے جو کوئی عشق کے جھگڑوں کی

قدرداں حسن کے کہتے ہیں اسے دل مردہ

سانورے چھوڑ جو کوئی چاند برن گوروں کی

بان کھایا ہے مرے دل کو تری آنکھوں نے

وو پلک نہیں ہے کٹاری ہے نظر چوروں کی

قادری نر میں سکتی جدا سے سخن بودی دار

عقل چکرت میں گئی دیکھ کے چوٹ موروں کی

لب شیریں سرنگوں پہ نہیں خط سیاہ

تار ٹوٹی ہے مٹھائی پہ شکر خوروں کی

(آبرو) صحبت کم ظرف نہیں مجھکو دماغ

کس کو برداشت ہے ہر وقت کے بکھوروں کی

صدا کہیو اگر جاوے گی تو اس یار دلبر سوں

کہ کر کر قول پرسوں کا گئے پرسوں ہوئے برسوں

فتح علی خاں در تذکرۂ خود این بیت که مذکور شد با
(احسن) می نویسد و همین بیت در دیوان (آبرو) مع زمینۂ بیتم
نیست به نظر در آمد —

اے قاصد وعدہ کیا کرتا ہے پھر برسوں کو آؤں گا

کبھو بھی نہیں آوے گلی اُس کی سنیں برسوں

دیا کیا داو بازی میں تیری آنکھوں نے نرگس کو
کہ سارا سیم و زر اپنا کلی بھر ہوکے ہار آئی

و له

یہ حادثے فراق کے دیکھے نہیں کہیں
حضرت کی اب لگی ہے مگر بارھویں صدی

و له

خداوندا اُٹھا دے درمیاں سے حشر کے پردے
مرے صیاد کو لا دام میں تو یا مجھے پر دے

و له

کیا بند اس کے ملنے سے مجھے اس چشم گریاں نے
ہمارے پانو کو یہ اشک کی ندی ہوئی بیڑی

و له

اب میں مرتا ہوں تغافل میں یقیں کر مان لے
جان میرا جان لیتا ہے تو جاناں جان لے
معنی این بیت بر رمز شناساں نیکو ہویدا کہ چہ کنایہ خرچ کردہ —

و له

کوئی تسبیح اور زنار کے جھگڑے میں مت بولو
یہ دونو ایک ہیں آپس میں ان کے بیچ رشتہ ہے

و له

سرمہ آلود و سفید و سرخ اور رنگ سیاہ
کیوں نہ مارے اس طرح چورنگ شمشیر نگاہ

ولہ

خوشہ لاوں کا دیکھ کیا شہر کے چوتر گیا
پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا
تھا قول (آبرو) کا نہ جاؤں گا اُس گلی
ہو کر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا

جدائی کے زمانہ کی سجن کیا زیادتی کہوں
کہ اُس ظالم کی جو ہم پہ گھڑی گذری سو جگ بیتا

نہ چھوڑے گا پیارے ہی کسی کا
ہمارا جلس کے کہنا یہ اجی کا

کیا قہر ہے پیارے مکھ کا ترے مٹکنا
پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا
جس گال پر صفا سے نظریں نہیں ٹھہرتیں
اُس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابرو غلیل جس پر دل کا رکھا غلولہ
ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہے یہاں پھٹکنا
اسپند کرکے تجھ پر مت کیوں جلاؤں
کیوں مارنا ہے نازک رخسار پر چٹکنا

اُس سوچ سرو قد کو ہم جانتے تھے بھولا
مل اوپری طرح سے کہاں دے گیا ہے بالا
اے سرد مہر تجھ سے خوباں جہاں کے کانپیں
خورشید تھرتھرایا اور ماہ دیکھ ہالا
فوجوں سے نزہ چلے ہے جیسے کوئی سپاہی
یوں خال چھوڑ خط سے مکھ پر رہے نرالا

ترس تجکو نہیں اے شوخ اپنی کہا ہی ترسنا ہے
ترے دیدار کو میں دیدۂ تر سوں کھڑا ترسوں

زلف تیری معطر ہے عطر فتنہ ستی تر ہے
جدا یا (ابرو) رکھنا پڑا ہے کام اژدر سوں

جب تلک تھا صاف قاصد کو جواب صاف دیتا
اب تو خط اپنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

ایں ابیات شیخ نجم الدین مبارک آبرو' از ہر دو تذکرہ ماخوذ شد۔—

آیا ہے صبح نیند سے اُٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

انداز سوں زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں
جو حال اپنی حد سے بڑا سو ہنسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد
سونا وہی جو ہوئے کسوٹی کسا ہوا

سنتای عذر خواہی نہیں (آبرو) تو کیا ہے
یہ روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گھرا
دوانہ نہیں کہ میں گھر میں رہوں اب چھوڑ کر صحرا

سخن اوروں کا دستہ ہوکے سنتا اور سب کہتا
مگر یک (آبرو) کی بات جب کہیے تو پی جاتا

انساں ہے تو کبر سے کہتا ہے کیوں انا
آدم تو ہم بنا ہے کہ ہے خاک سے بنا

سودا نہیں کا اُس کا حسن ہے کہ جس کا چرچا
مفلس تو شہر داری کر کر نہ ہو دوانا

جو کب ملا تھا پیارے ہم سے کہ آج روٹھا
دیکھا یہ ان ملے کا ہم روٹھنا انوٹھا
بوسے کا وعدہ کرکے مصری چپا کے دیدی
کھلنے کو ان لبوں سے میٹھا دیا سو جھوٹا

نالاں ہوا ہے جل کر سینے میں من ہمارا
پنجرے میں بولتا ہے گرم آج اگن ہمارا
پھرتی کماں کے مانند مانع نہیں اکڑ کو
ہے ضعف بیچ سودا یہ بانک پن ہمارا

خورشید کس طرف سے ہوا طالع (آبرو)
کیا دن پھرے کہ یار کا ادھر کرم ہوا

کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا بتا
عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا

تو گلے کس کے لگا نہیں پر کسی بے رحم نے
گرم دیکھا ہوئیگا تیرے تئیں آنکھیں ملا

ملنے کے شوق ہم نے گھر بار سب گنوایا
مدت میں میرے گھر یار آیا تو گھر نہ پایا
دل ہم سے کرکے لوہو لوہو کا کرکے پانی
آنکھوں ستیں بہایا تب آبرو کہایا

سیج اوپر مہر کے رکھتا ہے وہ لوٹتا ہوا
زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوتا ہوا

چمکی دکھا نین کی دل چھین لے چلے ہیں
تیری نین تو کس نے دکھلا دیا چھلاوا

یہ رسم ظالمی کا دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جاں کا

ہر یک نگہ میں ہم سے کرنے لگے ہیں نوکیں
کچھ تو تری نین نے پکڑا ہے طور ناوک

چندوں کے طور گویا دیوار قہقہہ ہے
پھرکر پھرا نہ لڑکا جو اُس طرف کو جھانکا

پریشاں تر ہے تیری زلف سے احوال عاشق کا
سیہ ہوتا ہے آنکھوں سے یہ ماہ و سال عاشق کا

ترے رخسار سیمیں پر جو مارا زلف نے کنڈل
لیا ہے چھین یارو اژدہا نے مال عاشق کا

(آبرو) کے قتل کو حاضر ہوا کس کر کمر
خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندھ کر

نزاکت سے نکل سکتی نہیں تصویر دیکھ تن کی
مصور نے سجن ہر چند سر سر اپنا ہی کاڑھا

چھوڑ زر گئے خاک میں حاصل کیا تو کیا ہوا
ساتھ کچھ جانے کا نہیں سب کچھ لیا تو کیا ہوا

غیروں کے ساتھ شب کو چلتے ہو چال اور ہی
دیکھی روش تمہاری جاؤ تمہیں پچھارا

— حکمت کی رو سے تم کاٹو رقیب کا سر
اُٹھ آؤ (آبرو) کے کو قتل کا نہارا

و له

کھیلی تھی رات چوپڑ گلیاں ہوا تھا پیارا
ہارے رقیب سارے اور ہم نے رنگ مارا

گراں ہے شرم کی آدم کو رکھنا مکر کی تسبیح
ہر ایک دانا ہوا ہے (آبرو) کے ہاتھ کو سو منکا

میٹھا لگا ہے مجھکو تیرے لباں سے کیا خوب
ایکبار پھر کے کہہ لے اپنی زباں سے کیا خوب

آنکھوں کی سج ہوئی ہے مژگاں تیراں سے دونی
لگتی ہیں جوں سپاہی ترکش کماں سے کیا خوب

دوپٹا رہتا ہے تب لگ جب تلک مرتا نہیں
دل کو جیوں سیماب اپنی بیقراری ہے حجاب

کیوں چھپا ظلمات میں گرفتہ ہو اس سے سرمندہ نہ تھا
جاں کچھ باقی مرے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ

مجلس رنداں میں مت لے جا دل بے شوق کو
شیشۂ خالی کو کیا عزت ہے میخواراں کے بیچ

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یہاں تک تو دن عشق میں کامل ہوا ہوں میں

آغوش میں بتوں کے کردی ہیں قتل آنکھیں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خوں ہوا ہے

کرے تو ہو تغافل پر حال (آبرو) کا
دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

و له

میرے پیارے سے قاصد اتنی دل کی بات جا کہنا
کہ جانے سے تمھارے جان کا مشکل ہے اب رہنا

ہمسے وعدہ یوں تھا توجب جی دیوے تب دوں تجھی
جی دیا ہم نقد ہمکو قرض اب ہنستا دیا

چوپڑ کے کھیلنے کا سارا ہمیں جلاپا
شاید کبھی تو نرد کا بیٹھے ہمارے پاس آ

پی کر شراب ہمکو پھر جو ڈراوے ہو
کیا شوق کو ہمارے جانا ہے اور کا سا

ہم سے کیوں اڑتے ہیں ناحق بے گناہ
سر پھرا ہے کیا مگر افلاک کا

رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کو کس طرح * دہلا
چلی جاتی ہے فرمائش کبھی وہ لا کبھی یہ لا

تو تہا لوں کا ہے رنج میوا
چاہتا ہے یہ پھل تو کر سیوا

عاشقوں میں جس کسی سے یار ہے راضی میرا
وہ میرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی میرا

صبر کب دیدار کا ہے اُس کتئیں فردا تلک
سو قیامت جان پر کرتا ہے دل آج ہی مرا

ہر گھڑی چھپ چھپ کے مت تاڑ اُسکو اے دل مان جا
شوخ ہے ہندوستاں را دیکھ لے تو جان جا

---

* (ن) کب تلک

واہ

زندگی ہے سراب کی سی طرح
پائیداری حباب کی سی طرح
مجھ اوپر ہوں جو گناہوں کا
چڑھ رہا ہے شراب کی سی طرح
کون چاہے گا گھر بسے مجھکو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

کریں جو بندگی ہوویں گنہ گار
بندوں کی کچھ نرالی ہے خدائی

جس نے آداب سے امجد کا دامن پکڑا
یہ نہیں شرط روب کہ اُسے خوار کرو

پڑ گیا ہے نوا پوش کا بھید پردے سے نکل
خط کے آنے میں حقیقت سب کی ظاہر ہو گئی

دیکھو تو جان ہم کو ستایا ہوں کب ستی
دو لو خدا کے واسطے ٹک لال لب ستی
یہ جانیو ہر ایک سے لالچ نہیں ہے خوب
ہے بھیک مانگ کھانا بھلا اس کسب ستی
پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مریں ولیک
قاسی نہ ہوں نکار کے کہتا ہوں سب سنی
باندھا ہے برگ تاک کا کیوں سر نہ سیہرا
کیا (آبرو) کی چاہ ہے بنت العنب ستی

مجھ بادواں کی حالت وہاں جا کہے ہے اُڑ کر
میرا یہ رنگ رو ہے گویا مکھی کدو پر

جوں تیری شکل آسکتی نہیں تصویر میں
سدا میں گذریں مصور کھینچتا ہے انتظار

رہے ہیں دل میں مصرعۂ دلچسپ کی طرح
گھر بار ہوئے سرو قداں کا برائے بیت

زلف کی شاں مکھ اُپر دیکھو
کہ گویا عرش میں لٹکتی ہے
کیا ہوا ہے جو مر گیا فرہاد
روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے، کس طرح کی ہے، کدھر ہے

یوں (آبرو) بناوے دل میں ہزار باتیں
جب رو برو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

اُٹھ چیت کیوں چلوں سنی خاطر پسند تا کی
آئی بہار تجھ کو خبر ہے بسنت کی

جہاں تجھ جو کی گرمی تھی نہ تھی کچھ آگ کو عزت
مقابل اُس کے ہو جاتی تو آتش لکڑیاں کھاتی

لٹک چلنا سجن کا بھولتا نہیں اب ناگ مجکو
طرح دو پاؤں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے

حسن ہے پر خوبرویاں میں وفا کی بو نہیں
پھول ہیں یہ سب پر ان پھولوں میں ہرگز بو نہیں

ولہ

دل کو دیکھو ادم پہ ناک کا
عشق نے پہلا دھرا ہے خاک کا

اب دیں ہوا زمانہ ساری
آسماں تمام دھریا ہے

جھوٹا مثل حباب اس جگ میں دم کا بوجھ ہے
یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے

زندگانی تو ہر طرح کاٹی
مرکے پھر جیونا قیامت ہے

اس کی کتنی زبان شیریں ہے
دل مرا قتل ہے بتاسے کا

قیامت کہا ہم تک یک جلس کے بولے
مجھے بات کی بات میں مار ڈالا

شاہ ولی اللہ "اشتیاق"

شاہ ولی اللہ نام دارد، و مزاج را بطرف تسخیر معانی رنگین اشتیاق می آرد۔ در فارسی گوئے از فارساں این سر زمین می رباید و بدقت معانی عبارہ دارد و الفاظ نو پے چناں می برد کہ شاید۔ چند بیت کالکس چنیں دراند سر میکند —

مسکین لگن سے دل میں انگارے دہک گئے
بجلی سی چھب دکھا کے جو ساجن چمک گئے
اس موکمر سے کہو میاں تم بھی اور ہو
کیا نازکی کا بوجھ کہ جس سے لچک گئے

فرہاد کا دل کوہ کنی کا بھرا نکالا ہوا
مستی سے حسن کے شوق کی ہر سانگ متوالا ہوا

دل کے اوپر بہار میں احوال سخت دیکھہ
دے ماری ہے باغ میں سر کو کلی اُٹھا

گو وہ ہے مسکراتا تو کس طرح جئیں گے
ہم کو تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا

یارو تڑو کمر سے مروڑو نہ پھر کے انگ
اچھا کہیں لچک تو ابھی لاگ جائے لنگ

دور خاموش بیٹھہ رہتا ہوں
اس طرح حال دل کا کہتا ہوں

دل کب آوارگی کو بھولا ہے
خاک گر ہوگیا بگولا ہے

نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقط
اس قدر دستخط فلک ہے غلط

عالم آب سے آساں نہیں اے شیخ گذر
خوف سے غرق کے یہاں خضر ہے کشتی میں سوار

کچھہ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہوگی
اس دل بے قرار کی صورت

نہ تھا کچھہ اور میرے شوق کا حسن و صفا باعث
ہوی پیارے طرح موجب یہی کافر ادا باعث

تم اور گلرخاں سے اپنی آنکھہ جو لگائے
واہام کو پیارے پھولوں کے [illegible] ہا سا

طاؤساں ہمال او با حسن و جمال او صحرائی تذکرہ (۱۰ر)
پردۂ دوربین شرح راز نوقش می آید و بر دل بےرحمان این
گلشن داغے تازہ بر آن می افزاید۔

میری آنکھوں کو دیکھ تو رہا ہوں
الحفیظ الحفیظ کر رہا ہوں

در و دیوار سے ادا صحبت ہے
یار بن گھر* عجب صحبت ہے

اسد یار خاں "انسان"

در عصر محمد شاہ بادشاہ زندگانی خود بکمال آسائیش بیگذرانید و سلسلۂ سخن را ہمان جا می جنبانید۔ بلبل گلستان سخن و عندلیب بوستان این چمن است در عہد فردوس آرامگاہ معاش از منصب ہفت ہزاری بود و در طرز ثنا طرازی تگ و دو می نمود و بعض ہمنفس در سرائے اکبر آباد پردو انداختند و طوطی کلکش شکر افشانی مائدۂ خود ساختہ۔ اشعارش بہ فقیر نرسیدہ، مگر این دو بیت از تذکرہ بقلم می آرد۔

زمین اور آسمان اور مہر و مہ سب تجھ میں ہے انسان
نظر بھر دیکھ مشت خاک میں کیا کیا چھپا ہے

نہ دیکھی ایک جھلک بھی آپ کے تن بیچ اندھوں نے
اگرچہ ہر بن مو سے بدن سارا شگا ہے

* (ن) گھر میں۔

آخر تو ہوے گا بپا و قیامت کے دن بپا
مٹھہ ہات سے چھڑا کے جو دامن جھٹک گئے
اب (اشتیاق) کیا میں کروں راہ عشق طے
ایک تو پڑی ہے سامنے دوجے پاؤں تھک گئے

این ابیات از هر دو تذکره بدر دریافت —

لڑکوں کے پتھروں کی لگے کیونکہ اُس کو چوٹ
ہر ایک گرد باد ہے مجنوں کو ڈھول کوٹ

بتاں جو حشر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
کچھ اُن کا دوس نہیں ہے خدا کی باتیں ہیں

چھوڑ کر دیکھو ہمیں اور سے جو لاگ لگی
نہیں مہندی یہ ترے تلووں سے ہی آگ لگی

قزلباش خان «اُمید»

شاعر عدیم المثل است، نام اصلی او میرزا محمد رضا ولی قزلباش خان خطاب از پادشاه عالم میدارد، و در نکته رسی بوکوئی اندیشه که گوهر می دارد - کاروان همدمی او در اکبرآباد به سنه تسع و خمسین و مائه و الف رخت در بست و مرأت عنصری او در دارالخلافه شکست - حضرت میر صاحب و قبله تاریخ انتقال او چنین یافته، (تاریخ)

جان سخن گستر و سحر آفرین
رحمت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من
یافته، جان داده قزلباش خان

قطره وقدیم گفته و گوهر هستی او را جوهر تقدیر در رشتهٔ گفتار سفته است ازین نمط طبع زادش مع ترجمه نثری (۰۸ر) می نویسد -

رہے نادر خیالاں میں، ملے شوریدہ حالاں میں
ہوئے صاحب کمالاں میں کدھر آکر کدھر نکلے

محمد فاضل ''آزاد''

گل گلستان دکن و از شعرائے کہن است، در زمان (ولی) کسوت حیات به بر می‌داشت و خود را یکے از شاگردان او می پنداشت چنانچه (ولی) می گوید —

(آزاد) سے سنا ہوں یہ مصرع ملا ست
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

شہسوار سخن او در تسخیر مضامین بلند پروازی اوج گیرا و عرائس معانیش بلباس رنگین جلوہ پیرا - سرو باغبان او چنان می بالد و قمری مطوق سخنش چنین می نالد —

آئیں جہاں کی ساری (آزاد) منعمیں پر
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

زین العابدین " آشنا "

آشنائی معنویان سخن کمال میدارد و ازین وحشیان نا آشنا مزاج را از راه اخلاص نکهت می آرد - چهرهٔ مقصود ز اش طاهرا عاره بردار خطهٔ پاک مقدوسمان و نهال ولادت او اکثر در

* کدھر سے آ کدھر نکلے (نکات الشعرا) —

امیر خان "انجام"

ولد* میر معزان، امیر خان ترکی ناظم کابل معنی یاب بے بدل و شاعر عظیم الشان است سخنان کلکش درسج معانی تازه می کند، و از دقائق طبعش خوش از الفاظ سنجیده و پاکیزه می زند آغاز و انجام حالش در تذکره هاے فارسی گویان مفصلاً مندرج است در سنهٔ تسع و خمسین و مائه و الف تاریخ وفاتش نوشته اند، کاتب حروف تاریخ وفات چندی یافته و یک عدد زائد را داخل حسن تعمیه ساقط ساخته (تاریخ) -

آن عمدهٔ معنی آفرینان
در خلد برین شود آرام
رفت از یکتا و گشت تاریخ
جان داده امیر خان (انجام)

این ابیات از تذکرهٔ فتح علی خان است -

نہ سن تو† پند واعظ کا کہ اپنی دھن میں پکا ہے
خدا حافظ ترا دوزخ بھی ایک شرعی دڑکا ہے
اب یہی احسان ہے ہرگز نہ ہوں آزاد ہم
پھر چمن میں جائیں کیا مدت لے کے اے صیاد ہم

"احمدی"

شاعر عالی مقام و معنی پژوه قدیم الایام است، سخن را

---

* خلف عنایت الله خان برادر زادهٔ عمدة الملک مرحوم که خان عالم خطاب داشته (از تذکرهٔ فتح علی خان)-

† (ن) بو

پھری میں کروں سیر جہاں کی تو بجا ہے
ہوتا ہے تھلے دن سے ،، تماشا گھڑی کا

فضائل بیگ " الہام "

از خوش تلاشان این سر زمین است، در سخن گفتن الہامات وادرہ بظہور می آرد و برادران و اکفائے خویش تمہاست کسنامی فضائل بتذکرہ می دارد سوخیء براحسن از کلام او سر میکشد، و بجز این دو بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خان است بخوبندگان نمی رسد حرف سخن می جنباند و در هجو کلا بوب بچی می خواند —

دیکھ بھاری بچے کو تاکارہ   چہرہ کے گا لے لگی کلا بوبندی
کلا بوبندی بوبے گالے سے دن ہوں   بہت ا بچھے سروں سے بولتی ہے

احسن اللہ " احسن "

در نکتہ سنجی یگانۂ روزگار و صاحب تلاش معانی پرکار است. از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد - از صفائی مرآت اظہار می گردد ، و در عصر آبرو ظاہرا طرۂ ریختہ گی در سر میداست و خود را در موزونان ہم عصر مغرور می پنداست - بنسان کلکش لآلۂ معانی می افشاند و بساطۂ طبعش عروس سخن را بوجہ احسن بر کرسی رنگینی می نشاند این ابیات در تذکرہ مسطور است —

---

* (ن) دن تھلتے ہی ہوتا ہے —

گل زمین این حلب نشان است زلف سخن را چندین پیچ و تاب
می بخشد و چهرهٔ آفتاب رخسار معانی او از باریکی الفاظ می
رخشد. از تذکرهٔ فتح علی خان قلهی می نماید—

گر ہمسے تو اسیروں کو تم آزاد کرو گے
پھر اپنے یہاں کتنے ہی آباد کرو گے
کہیو صبا تو اتنا مرے بند ہو کے اٹھیں
آخر کسی بھی وجہ دکھاویگا رو کے ہمیں

میر محمد کاظم " آوارہ "

آوارهٔ دشت سخن طرازی است، برادر حقیقی زین العابدین (آشنا) مشهور و تیر سحر با کرهٔ او به هدف معانیء رنگین راست میرود، توخط سخن او چنین چهرهٔ معانی می آراید و دل عاشقان سخن را چنان می رباید —

اے عندلیب جا کے چمن میں کرے گی کیا
باد خزاں سے سب گل گلزار جھڑ گئے

محمد صلاح " آگاہ "

از موزونان هندوستان و تلامذهٔ آن دوستان است در سخن آگاهی کمال میدارد و قدوم استواری در سر زمین صاف میگذارد. از نهال هستی او بار خوبی و حسنات پیدا. و نور صلاحیت و تقوی از چهرهٔ اسم آفتاب نظیرش هویدا. دور شاعر پرسهٔ سخن را میگرداند، و مضطبهٔ طبع او دل قلق میخواند. از تذکرهٔ قیام علی خان است —

(اشرف)

از معاصران (ولی) است - چنانچه (ولی) جائے مصراع اورا تضمین می نمایند و مفتخر مانند —

(اشرف) کا سو مصراع (ولی) مجکوں ہے دلچسپ
الفت ہے دل و جاں کو مرے چشم نگر سوں

این شعر از (اشرف) است —

توں شاہ ہے سب سجوں کا بندے ہیں تیرے سب شاہ
میں بھی آپس کو بندہ تیرا ' نہ کہوں تو کیا کہوں

این شعر را میر محمد تقی (میر) تتبع نمودہ —

پتا ہی میرے دکھی تیراگ بتایا ہے' جو ہوتا ہوسو ہو جاوے
تمہوت اب جو گیوں کا رنگ لایا ہے' جو ہوتا ہو سو ہو جاوے

میر غلام علی "ارشد"

تخلص ' باشندۂ اوجین' مردے خوش محاورہ و رنگین مزاج است - از چندے بنا بر آب و خورد مسکن خود این شہر نمودہ اوقات بسر می برد ' با راقم سطور طور اخلاص درست میدارد' اکثر گاہ از راہ کرم نفسی ملاقات می پردازد در سخن فرس صاحب تصنیفات فراوان است و اکثرے در منقبت گفتہ و میگوید - گا ہے بنا بر پاس خاطر عزیزان متوجہ بطرف ریختہ میشود' غرض عجب مردے است قابل قائل دوست ' حق تعالیٰ سلامت دارد —

مجکو نہیں خبر کہ . . . کدھر گیا
گر راہ لی ہے گھر کی تو تحقیق گھر گیا

یہی مضمون خط ہے (احسن اللہ)

کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

مگر احسان داودی ہے نعمت خاں کی تانوں میں

کہ آہن سے داؤں کو تن لیکر موم کرتا ہے

بری باتوں کی جو ہرگز نہیں اس کو جو انساں ہے

جو گالی سے زباں کو کام فرماوے سو حیواں ہے

نعمت علی خاں "ایجاد"

شاعر رنگین سخن، شعر فرس را بنہایت عذوبت میگوید، و الحال بنا بر گردش چرخ کجرفتار اوقات را بلشکر ظفر اثر نواب نظام الدولہ بہادر ادام اللہ اقبالہ بسر می برد احوالش در تذکرۂ (سرو آزاد) مفصلاً مسطور است۔ این بیت از ایجاد طبع ایجاد است —

جو دم خوشی سے گزرے غنیمت ہے دوستو

نقش بر آب عمر کا کیا اعتبار ہے

در منقبت جناب شاہ نجف علی کرم اللہ وجہہ میگوید —

انبیا کی جسم کا جاں ہے امیرالمؤمنین

اولیا کا دین و ایماں ہے امیرالمؤمنین

صورت الفاظ قرآں ہے اگرچہ مصطفیٰ

معنی آیات قرآں ہے امیرالمؤمنین

حسن کے گھر میں کچھ نہیں جز نام پاک اہل بیت

اس کے گھر کا مہر ساماں ہے امیرالمؤمنین

آلا پردہ وہی شخص پکارا ہووے گا
ایک کوزا بھی جس عشق نے مارا ہووے گا
نام حق جس نے لیا اس کو جلا یا چھوڑا
سچ کہو زاہدو کیا حال تمہارا ہووے گا

دیکھو زاہد میں کیا کرامت ہے
ایک چلے میں شیخ چلی ہے

غلام محمد خان ''انور''

تخلص، طبع رسا می دارد و در علم رمل و تصویر شناسی شاگرد حاجی محمد علی اکبر رمال است در این ولا با راقم سطور ارتباط اخلاص خاص و یگانگت دلی پیدا کردہ، چنانچہ هر روز بلاناغہ کلبۂ احزان این فقیر را از قدوم میمنت لزوم رشک گلستان می نماید و چہرۂ سادہ سخن ریختہ را بوسیلۂ مشاطگی طبع این ماہر غازہ می آراید گلدستۂ خیالات را چنین می بندد —

چین رہا ابرو میں جب تو مردم آزاری کرے
ہم سوائے کون تیری ناز برداری کرے
کون ہے مذہب میں اور مشرب میں ہے گا یہ روا
ہم کریں تجھ سے وفا اور تو ستمگاری کرے
کب رہیگی چاہ کنعاں کی وو ماہ مصر کو
جب زلیخا رکھہ عزیز اس کو خریداری کرے
جو کہ رکھتا ہووے نشہ چشم خمار یار کا
ہے نشا گر جام نرگس سینی میخواری کرے

حق یہ دیکھا ہے تری خوبی حسن رخسار
ہے دوئی "کہا سمجھاں جمالک" اے یار

لفظ سمجھاں که در آخر مصرع بیت دوم واقع شده عجب لطف میدارد هر که از هم سمجھان هست می فهمد' ودوئی از انکشاف این معنی دعوت می نماید —

یار میرا ہے اپس حسن کی آرایش میں
میں بھی چشم نظر انداز کو رکھتا ہوں سنوار
ذات سوریں ہے اُس کی مصری سی
اُس کے دو لب ہیں شاهد عادل
اس کیفیت کی کدھ میسر کسی کو نہیں
ساقی کی جام چشم سے پیتا ہوں میں مدام
سخن یہ روہے ترا رشک سورج اور مہ و گل
سیاہ شب ترے مو اور مشک اور صندل
نین ترے ہیں جیوں آہو کی چشم ونرگس حور
ہیں لعل لب ترے شکر اور آب زمزم دل

میر اقبال علی "اقدس"

تخلص دیگر سخن کم میگفت و تا وقت تحریر نمیتوان گل زمین یعنی حجسته بنیاد بسر می برد، راقم سطور از ملاقات او سرمایهٔ سرور حاصل کرده است این چند ابیات از طبع زادش بقلم می آید —

دیکھتا ہے حال و خط و زلف کو وہ نو بہار
آئینہ مہتاب کا زہرہ کھڑی ہو کر دکھا و

ہر گھڑی (انور) ملاتا ہے دو آنکھیں شوخ یہ
دیکھتا کہتا ہوں یہ ہے گی جان و دل جانے کی طرح

شہر کا شیریں سے وعدہ کر گیا تھا کوہکن
عارفہ در پہ پاس ہے ہوں کی بہانا ہوئے شہر

میر انور " انور "

تخلص - تخلص کلس رنگین خیالی، عجب ایست چون خوش مقالی است مستی سخن را باستصواب ضمیر آب و رنگے دارد تخلص و نسبے در گردن رنجه گویان حیدرآباد می نهد بنون اخلاص را از خوب نار وے حسن خلق خود باوجود صغیر سن بلند می سازد و سمند سحر فهمی را در مضمار فصاحت بجهادت جولانی می دارد نهال هستی او در شهر (بیدر) سر کشیده و شاخ زندگانی او بر کامرانی در مذاق یاران بعرصه تمام حلاوت بخشیده است - با محرر سطور ارتباط، اختلاط، انضباط بود و هر روز بلاناغه از راه بنده نوازی بسرعت ارزان فرموده رونق افزائی مجلس می نمود، حق سبحانه سلامت دارد سراب ارغوانی سخنش بستهٔ سرخوشی تمام جان واثر میگرداند و ساقی سیمین ساق طبیعتش چنین ابیات مستانانه میخواند —

جب سے لڑیاں گوہر آنسو کی گردن میں پڑیں
تب سے مجکو بھی بھلا موتیا کے ہار کے

شراب تاک سے تپکی و نرگس مخمور
پڑا ہے عکس یہ اُن چشم پر خماروں کا

کہاں کھائے تھے ہمارے رات کو پان
کہ اب تک ہونٹھ پہ سرخی عیاں ہے

تری تصویر نہیں ہے یہ نقشا ہی وفاؤں کا
دو بانہیں اور بھی کھینچ لے بہار بھرا بولا ہووے

کسنی ہیں دل کو زلفیں کرتی ہیں قتل ابرو
زنجیر ہے تو یہ ہے تلوار ہے تو یہ ہے

ہنستا ہے گر یہ غنچہ وقت سحر چمن میں
ہنسنے کی سمجھے آخر طرحیں اڑائیاں ہیں

نہ ہوتا مجھ سے نافرماں اگر وہ لالہ رو میرا
تو کیوں میں جا چمن میں اس طرح شورو فغاں کرتا

حسرت ہے گر تو آئینہ خاک اپنے سر کرے
ممکن نہیں کہ تجھ پہ وہ خود بیں نظر کرے

کہیں ہے شیشہ سرنگوں اور کہیں شکستہ جام ہے
کیا مچائی میکشوں نے آج میخانے میں دھوم
دل مرا جاکر پھنسا ہے، ہر گھڑی شانہ نہ پھیر
بےطرح وحشی کریگا زلف کھل جانے میں دھوم
تھا قدم کے فیض سے مجنوں کے وہ آباد دشت
ورنہ کہتے پھر مچایا جا کے ویرانے میں دھوم

زلف سلجھانے کے نہیں درکار ہے تو لیجئے
پنجۂ مژگاں بھی ہیں گے میرے شانے کی طرح
غیر کی محفل میں ہر شب بیٹھتا ہے شمع رو
دل جلے ہے رشک سے بے تاب پروانے کی طرح

می آراید —

بلا ہے اژدہا سوزاں ہے لکارا
کہو تو بھی بھوں لائے ہیں ناسے
رات دن گوشے میں بلبل پھڑپھڑاتی ہے پڑی
کیا ہوا ہے مثل پروانہ چراغ اس کا بھی گل

شاہ عبداللہ "احقر"

تخلص؛ جدبہ الامان از قوم کھتری بود، از چندے بحرکۂ اسلام در آمد و خرقۂ فقر بحضرت شاہ شریف قدس سرہ پوشید۔ دربن ولا با فقیر هم ربطے پیدا کردہ، چنانچہ شعر بردہ بہ عرض حالۂ احقر آمدہ اشعار بندہ سمع نمود و اشعار آبدار خود هم برخواند۔ مرد خوب میگوید و مشق سخن رحمہ بہ نفس میکند - از آنست —

بھولتا اول تو مجرم قابل یاری نہ تھا
یار ہو اغیار ہو یا رسم دلداری نہ تھا
آرزو بھی گلشن کو ہار کر رکھتا گلے
کیا کروں تقدیر پر کچھ فعل مختاری نہ تھا

میر غلام حسین "افسوں"

تخلص؛ او شعرائے این عصر است، از مدتے هم در مراحل عالے آمد، شہرۂ عوام گردید۔ در شعر تتبع (رائی) می نماید و اکثر مزاج او بطرف هزل می آید، شوخی طبعش از کلامش هویدا و مراحلش از تخلص او پیداست کاشکے این خیال در دل او جا بیافتے، و آفتاب اشعار

دل کو لے ہم سے ہو گئے تیکھی
سچ کہو کس سے یہ طرح سیکھی

دیوانہ ہوں میں زلفوں کا، مجھے مت قید میں رکھنا
مرے زنجیر کرنے کو وہی اک تار کافی ہے

ہجر میں تیرے شب و روز ترے متوالے
ناوک آہ کے کھائے ہیں جگر پر بھالے
اشک خونیں مری آنکھوں سے نہ آئے یہاں تک
ایک جا جمع کیا ہوتا تو بھرتے نالے
مردمک دیکھ مری آنکھوں میں، جیتی ہیں تجھے
سرمئی دانوں کے لیے ہاتھ میں اپنے پالے

(ادوب) تیری آہوں کو کہے ہیں دیکھ مت
بھڑکے ہے آگ اس کے بدن کی بدن ہی میں

دیکھ خوبی اور نزاکت یار کے رخسار کی
کیا اڑی جاتی ہے رونق تختۂ گلزار کی

یہ نگہ کا تیر دل تک دوڑ ہے
دل میں پیدا نہیں اثر سوفار کا

میں وفا دار ہوں وفا کی قسم
تو جفا کار ہے جفا کی قسم

فتح یاب بیگ خاں "ادہم"

تخلص ہمشیرہ زادۂ افضل بیگ خاں بہادر پیر سیم
جوان سنجیدہ و خوش خلق است، اکثر اوقات به غریب خانه
قدم رنجه می نماید و چهرۂ ساده سخن را هیولی

(تتمہ متعلق صفحہ ۴۲)

میر عبدالوہاب ' افتخار

تخلص 'دولت آبادی' از سادات بخاریست ' جد امجدش در زمان عالمگیر بادشاه از هندوستان بدکن آمده در قلعهٔ 'دولت آباد' سکونت اختیار نموده ' و قرابت از سید میر نصیر خان دهلوی امد میر مشارالیه از پریشان احوالی اوقات بسر می برد ' تخمیناً برده است در شعر گوئی طبع رسا دارد ' ازوست —

حسین ابن رسول اللہ کے مقابل نہ جا پہنچے
جو خاک ہوتا ہے آخر کیوں نہ خاک کربلا پہنچے

کوہ بھی ہنگام بارش میں عروس وقت ہے
سر پر اُس کے سہرہ مروارید کا ہے آبشار

سرو کوں زینت نہیں تجھ سے انکھے اے سیم دوش
ایک تختہ بازار خوبی کا ہے وہ سیم فروش

آج پھر دل تڑپ میں آیا ہے کس پری کی جھڑپ میں آیا ہے

کوئی اُس خورشید رو کے تا مقابل ہو سکا
چاند نکلا ہی کریگا کیا اجالا دیکھئے '

(تحفۃ الشعراء)

محمد رضا قزلباش خان ' اُمید '

تخلص اردوم همدانی قراط ملوست ' به نسبت شناسائی که با ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ داشت ' از ولایت ایران در مملکت دکن رسید - نصرت جنگ ' حکیم محمد نبی خان را که خانسامان و معرب و مصاحب هم بود ' باستقبال او فرستاد ' بملاقات خود مسرور ساخت ' بمنصب هزاری سرفراز گردید بعلے قلعداری قلعه مندی مرک نواح صوبهٔ حیدرآباد داشت ' از انجا بمصاحبت نواب جلد مدار آصفجاه رسید سالی چند

رنگین بر سمند اش نتافتے ' انشاءالله تعالیٰ رفته رفته ازین
بابت سود و نجات خود هدایت قرار نهد چنانچه خود
میگوید —

هے بجی افسوس دل کو اے هدایت نو بتا
'افسق' اپنا نام رکھوانا نه هو تا کا شکے

خوش سجاده نوینی رفیق کمال درین ایام ار راقم الحروف
ربط است' چنانچه دیوان را خود بخط خاص نقل کرده پیش
فقیر آورده جا وجد، هم پاس اخلاص مشار الیه منظور داشته
دو بیت انتخاب طبع او از فبیل زرد نوره صاف است درین
جریده بنظر آرد —

اس هوا میں بهیں میسر بادهٔ گل رنگ هائے
هے همارا شیشهٔ دل رنگ سے بے رنگ هائے
بادہ و ابر و بهار و سبزه و سیر چمن
کیا کروں اے عندلیب هے نصیب نا دل تنگ هائے
اس ازادی سے نہیں حاصل 'هدایت' کیا کروں
دل میں آتا هے که تولوں درد کی سا رنگ هائے

کہا بلبل نے جور باغباں کو گل سے کیا کہنا
نرنگ غنچه اس گلشن میں بہتر هے که چپ رهنا

حق کرے خیر آج غصے سے
هے برا رنگ لال کچھه کا کچھه

کیونکه افسق تجهه کو هوئے آرام اس کے وصل میں
دل کو کردی هے پریشاں اوس کی کاکل کی هوا

باب الباء

میرزا عبدالقادر ''بیدل''

بانی ارژنگ نگار معانی و اقلیدس سحرکار صنعت‌آفرینی است،
مشرفشان نازک خیالی از انوار آفتاب ضمیر انورش
روشنی گیر جاوید گردیده و دوستان شکرمقالی از نفحهٔ
عندلیب طبع هزار داستانش زینت هزاران گردیده، چشم
زمانهٔ دون چنین معنی خیالی والا شکوه باوجود نیست دون
مشعل آفتاب ندیده و سامعهٔ سپهر نیلگون مثل این شکرین
مقالی معنی پژوه با وصف موجود گردیدن گوش سپارها
نشنیده، طبعش را اگر چشمهٔ زندگانی خوانم رواست که حیات
سخن ازو متصور، و کلکش را اگر سحاب نیسان نامم بجا
که هر نقطهٔ نثر دُرش افضل تر از گوهر است حقا که
در سرزمین هندوستان مثل این سخن پناه صاحب کمالی
دقیقه از خواب عدم سر برنداشته، و مصور قدرت بیچون
هیولای این عالمگاه معنی تلاش بدل صفت بعالم ایجاد نه پیراسته.
دیوان ضخیم متداولهٔ فارسیش عالمگیر، و رقعات انشای
رنگینش مثال بوی گل نسیم دل حاضر است میرزا سیوم

کسب سعادت خدمت نمود، از جملهٔ ندوهٔ مقربان گشت، و همراه
رکاب فیض انتساب او بشاهجهان آباد رفت. در آن جا بنابر
وجوهات بےعنایتی آصفجاه بمجالس راه نیافت، بار دیگر بتمامه
هیاهوها و نقد حیات بوکلای قضا و قدر سپرد تا آنکه ولایت
را بود، اما از عقل رسا مضامین 'گفت' و 'نوحه' می فهمید، و
به قانونی سرود می خواند که مطربان گیتی باستماع خواص
آن در مقام حیرت می آمدند، در گاهی این مصنوع خوبان
می شد، بدیدن تماشای رقص، شوق مفرط داشت، برسائی
طبع بلند شعر می گفت، اشعارش پر از متانت الفاظ و معانیست-
صاحب دیوانست —

هندی اشعار درج ذیل ہیں (تحفة الشعراء)

مرزا علی نقی 'ایمان'

تخلص - مخاطب بمحمد علی خان همدانی ناچار است 'ناسخ علی خان'
وزیر شاه سلطان صفوی برادر داشت، در عهد آصفجاه مغفور
بدیوانی بادشاهی خجسته بنیاد سرفراز بود- مرزا علی نقی 'ایمان'
بقرب و مصاحبت آصفجاه شرف اختصاص یافت، بعد مدت
کوتوالی لشکر اعتبار داشت بعد بداروغگی فیل خانهٔ سرکار
دولت مدار سید محمد خان بهادر صلابت جنگ سر بلند
گردید، بعد فوت پدر بخطاب موروثی و بدیوانی خجسته بنیاد
سرفراز است جامهٔ قابلیت در بردارد، بحسن اخلاق موصوف،
از فهم عالی در فکر شعر از اقران ممتاز —

نوٹ هندی اشعار درج ذیل ہیں - (تحفة الشعراء)



از شمیم پاسی سراج موزون دلاویزتر جاوید می سازد،
و بمثابت هزار داستان سخن بر شاخص وکین اوجی دارد
اقلیم هوش را درور تیغ قلم مسخر نموده و این وصف بست را
بجای املا پیموده است طلعات الفاظ تو گوهر قلوس مضامین
باریک را چون آب حباب بروی قطارہ گهان می پاشد، و شاهدین
استعارات رنگین با پیمانهٔ سرخوشی و دراکت دمغهٔ کدورت
دلهای عشاق سخن می خروشد اشعارش بعضی درج شد، این
ابیات هر دو تذکره نویس حا الفاظ نمود—

اسی درگاہ سے حاجت روا ہوتی ہے عالم کی
جہاں دیکھے ہوں بن مانگے، قبولی ہے طلب لالا
جو کچھ جا کر گلستاں میں کہا ہے کیوں چھپاتے ہو
عیاں ہے آستیوں کے بیچوں سے سرخ جوں گل لالا
سبھی کرتے ہیں دعوی حور کا قسمت ہے جو دیکھیں گے
صف محشر میں کس کے ہاتھ دامن ہوگا قاتل کا
محبت کی قلمرو میں اگر جاوے تو سن لے گا
کوئی آرے الے چیرا، کسی کو کوہ پر پٹکا
کرے وہ سلطنت، یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف، خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت
کنعاں میں ماہ مصر نے کب سلطنت کری
کم ہی کوئی عزیز ہوا ہو وطن کے بیچ

ماه صفر سنه ثلث و ثلاثین و مائه و الف واصل حق شد حضرت میر صاحب و قبله مد ظله تاریخ وفات چنین فرمودند -

(تاریخ) -

سر برآورده از باب سخن　　از هم آباد جهان خرم رفت

گفت تاریخ وفاتش (آزاد)　　میرزا (بیدل) از این عالم رفت

الحاصل میرزا فارس مضمار فارسی، و والی قلمرو این ملک بے پایان است اشعار رنگینه اش بغیر این دو بیت که در تذکرۂ میر محمد تقی (میر) بنظر نرسید نظر نیامده - شگوفۂ دستش چندین بند اقتباس می کشاید که بیدلان معنی فهمیدۂ معانیش از نهایت شوق چون گل خندان و غنچه لب سخنش چنان دل می رباید که عاشقان سخن از اصغاے صفیر خاموشش نشان قابل تصویر بے حس و بے جان اند —

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم میں

اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم میں

جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا

پردے سے یار بولا (بیدل) کہاں ہے ہم میں

لاله ٹیکچند " بہار "

بہار آرائے گلزار رنگینی بایسته، و چمن پیرائے مرغزار مضامین شایسته است - طرۂ پر پیچ سنبل مویان نسرین رخسار نازک خیالی را بساده قلم دو زبان وا می نماید و ابروے خمدار سرو قامتان نو و رفتار سحرین مقالی را بسواد سیاهی وسمه می آراید، چنان مضامین را

نہیں اُس شوخ سا رنگیں ادا گل
اگر رنگیں ہوا تو کیا ہوا گل

عبث تشبیہ کیوں دیتی ہے گل کی طرح نازک ہے
یہ گستاخی نہیں ہے خوب مت کر شور اے بلبل

یار و آشنا، عاشق، اخلاص، سب بیگانہ ہیں
قوت میں جوبان کے کیا معنی کہ ہو دل کا نشاط

گیا ہے عشق کی رہ بیچ پا نرکھہ (نہار)
تمام دشت ہے گرد خار دیکھیے کیا ہو

جب سیتی اُس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ
سرو جوں شمشاد اُٹھتی ہے مرے سینے سے آہ

یار بے جا و لطف بے موقع دلبروں کی ادا ہے کیا کیا کچھہ

کرے ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کہیے
جو اُن کے ہاتھہ یوں مرنا ہوا، تقدیر، کیا کہیے

سانورے سب ایک سے ہیں ظالم کرنے میں (نہار)
کم نہیں کچھہ دل کے لے جانے میں کاجل چشم سے

(نہار) اُس گلبدن کا جو دیوانا ہو تو کیا اچرج
ہر شے کا بھی دل ایسے پریرو پر لبھانا ہے

دیکھہ کر کیونکر نہ ہووے دل رقیبوں کا کباب
کس ادا سیتی صنم پیتا ہے ساغر واچھرے

---

* (ب) دل کو ہو —

جوش سجن کا جرف دل کو اڑا ہے حال بیچ
نہ ملا کہتے ہیں کچھ لذت نہیں ہے مال بیچ *

منظور نہیں لالہ جو ہو اس بہار بیچ
پھولا ہے خوب دیکھ دل داغدار بیچ
کہتے ہیں عندلیب گرفتار مجھ کو دیکھ
اُمید چھوٹنے کی نہیں اس بہار بیچ

دل ہمارا لے کے کیوں انکار کرتے ہو سجن
کس سے یہ سیکھے ہو تم لیکر مکر جانے کی طرح

توڑنا زنجیر جانا تھا پڑا بکتا (بہار)
آج ہم دیکھے چلوں سرشار دیوانے کی طرح
کیا بلا لاوے گا سر پر اس کے حیراں ہوں (بہار)
لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح

وہی یک ریسماں ہے جس کو ہم دو دار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں
اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں ظاہر
سلیمانی کے خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں
اپنا مردم کشی کا زور بیماروں نے کب پایا
غلط کرتے ہیں اُن آنکھوں کو جو بیمار کہتے ہیں

---

* مہرباں ہوکر ملا ہے ماہ رو سب بے حجاب
کیا مبارک ہے ہمیں یہ ماہ اب کے سال بیچ

ان اشعار از تذکرۂ ان است —

خط مرا اُس نگار نے نہ پڑھا
کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
میں جو لکھا تھا اُس کمٹوں ٭ (بہر رنگ)
اُس تغافل شعار نے نہ پڑھا

جدا دیدار رہ غفلت سے ہو دور
مثل مشہور ہے "جو سوتا سو چوکا"

نہیں مطلب مجھے کچھ باغباں اور
دیوانا ہوں میں گل کے رنگ و بو کا

دل کو کچھ عشق میں قرار نہیں
اب تلک مجکو اعتبار نہیں

ہے نقاب ترا خوں سے عاشق کے گر آلودہ
مہندی سے سجن مت کر یار دگر آلودہ
فرہاد کو مشکل کی تلخی نہ کبھی ہوتی
شیریں کا جو ایک بوسہ ملتا شکر آلودہ
مفلس کی قدر کب ہے اے سیم بدن تجھ کو
احساں سے ترا جامہ رہتا ہے زر آلودہ

یار کا جب خیال آتا ہے   ہوش میرا تمام جاتا ہے

محمد اسمعیل "بیتاب"

صاحب گوہر پاش سخن ' و دریائے مواج این فن است ۔

٭ (ن) کو خط —

کوئی کس ساتھ ایسی فصل گل میں دل کو بہلاوے
نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے، نہ مطرب ہے، نہ ہمدم ہے
ہمیں واعظ ڈراتا کیوں ہے دوزخ کے عذابوں سے
معاصی گو ہمارے بیش ہیں کچھ مغفرت کم ہے

نتیجہ حسن خدمت کا اگر یہ بےوفائی ہے
بجا ہے یہ جو کہتے ہیں کہ پھل پاوے ہے جو بووے
اگر سارا ہوا دل آب سے غصے کے کیا غم ہے
سپاہی کی یہی معراج ہے رن بیچ سر دیوے

دو بھا ہے پڑا جیوں نیم بسمل خاک و خوں میں دل
عقوبت ہے جو کچھ اس صید پر میداں کیا جا ہے

نہیں معلوم کیا حکمت ہے شمع اس انجمن میں
ہمیں ایسا جلایا کیا نہ جکوں ملا جا دی

دلاور خان "بیرنگ"

شخصیست درخستہ و سخنش سنجیدہ است از آنجا کہ شاگرد "یک رنگ" است تخلص خود "بیرنگ" قرار میداد، آخر موقوف کرد، "بیرنگ" بنا نہاد صمصام ہستی او بجوہر سپہگری آراستہ و گلستان طبعش با گلہائے رنگا رنگ پیراستہ گل بیرنگ مضمون را رنگ دادہ از سبزی گفتاری میدہد، وصفدر جوش عندلیب سخن را از اشعار جوادی سوز جگر گیر می نشاند آرے قدم بنہایت دلاوری در معرکۂ الفاظ دائرہ میدارد و شمشیر سخن را چنین از نیام کام بزور می آرد

شرف الدین علی خان "پیام"

زاد گاهش اکبر آباد است، در ریخته گوئی شہرتی تمام داشت، چنانکه معنی تلاش را بجائے رسانیده که بعنوان گفت زلف عنبرین سخن را چین و تاب بخشیده۔ میرزا نجی 'مدعا' و فتح علی خان این اشعارش انتخاب نموده اند —

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے   کام عاشق کا تمام کیا
کوئی عاشق نہیں نظر آتا   ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

بات منصور کی قبولی ہے   ورنہ عاشق کو یہ سولی ہے

"بسمل"

سخن سنج خوش خیال بود و بناخن اندیشۂ رسا عقدہ ہائے دل میکشود۔ احوال مفصلاً در تفصیل شعرائے ریختہ گو نبشته شد، بہر حال فاضل مرد است، غزالان سخن را در مرغزار صفحه چنین بخرام می آرد۔ این ابیات صاحب تذکرہ ہین میگویند —

لہو پی رہ گیا بسمل وگرنہ   ملا دیتا ابھی تیغوں و خاک و خون میں

ہائے اس دیوانے دل نے کام کیا بیجا کیا
اب تو بدنام تھا ہی مجھکو بھی رسوا کیا

صلاح الدین "پاکباز"

پسر شیخ کمال نبیرۂ شیخ جلال است، سخن را باصلاح

---

* (ب) مشتاق کا—

خود را از تلامذهٔ مصطفی خان 'یکرنگ' می پندارد، و تلاش های فراوان بالفاظ تازه و مضامین نو میدارد گویند که روزے بعیادهٔ عزیزے معروف، از اسپ فرود امد، دست شکست، چندے بیمار ماند و بعد حالے بخلاصی اجل داد رتبهٔ فکر والایش و مرتبهٔ ادراک آسمان پیمایش از اشعار او هویدا می شود این دو بیت از هر دو تذکره است

تڑپ کر مرگئی بلبل قفس میں
پڑی تھی ہائے کس ظالم کے بس میں
نہ ہوتا گر کسی سے آشنا دل
تو کیا آرام سے رہتا مرا دل

" بیدار "

شاعریست خوش گو بطرف هندوستان - میر تقی 'میر' در ترجمهٔ او بتذکرهٔ " نکات الشعراء " این دو بیت بنام او می نویسد —

نہ الماس و گوہر سے غرض ہے تیرے دنداں کو
کیا تجھ لب نے ہمرنگ خجالت لعل و مرجاں کو

" بینوا "

شخصے معنی آفرین بطرف هندوستان گذشته، احوال او بوجه خوف تفصیل نه می پذیرد - این یک بیت از تذکرهٔ میر تقی 'میر' نوشته می شود —

یہ کیا ستم ہے اے فلک ہرزہ نابکار
مریخ پر جو تیز کی خنجر کی اپنی دھار

قرار دیا بساطی سرالہ ادبی اسمار ار ہر دو ترکرہ نوشتہ
کی نالہ —

نادیہ سے ثنا حضرت استاد کی کیا ہو
(مظہر) ہے خداوند کی وہ شان ادم کا

عالم کو لعل و گوہر و تاج و لوا دیا
اے آسماں بتا تو مجھے تو نے کیا دیا

ایسے ہی مہرے بحمت ہو جاتے ہیں بندے
جواب عدم سو کاہیکو مجکو جگا دیا

اسکا ادائے شکر (بیاں) کیونکہ کر سکوں
جسنے اُٹھا کے خاک سے انساں بنا دیا

کب تلک اُسکی شکایت ہو نہ اس سے آشنا
ایک دنیا نہ ہے مجھ سے اور سب سے آشنا

عمر کے کھلنے پہ مت بنا نہ ہو یکبار گی
دیکھ نوائے شوخ میں تیرا ہوں کب سے آشنا

اگر خوبی قاصد نے لیا نام کسی کا
اس بات کے سنتے ہی ہوا کام کسی کا

کہوں آج سمایا نہیں سینے میں خوشی سے
پہنچا ہے مگر دل! تجھے پیغام کسی کا

قفس میں میں رہائی کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق سے مجھ کو
انھوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا

مصطفی خان 'یکرنگ' می ربود و تلاش معانیء تازه می نمود- خوش فکر و خوش طبع داشت شعرش خالی از اضافت است، او چنین می سراید این اشعار در تذکره‌ها تحریر اند —

دعوے تمہارے حسن کے بجا ہیں، یہ ہم کہاں
تم تو سخن ہمیشہ ہو، افسوس ہم نہیں

دشمن کے در کو یار ہائے بلبل اب صیاد کرتا ہے
خدا جانے کریگا ذبح یا آزاد کرتا ہے

مجھے درد و الم دیتا ہے بت گھرے میاں صاحب
خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب

جو اب نہ مریے تو پھر انتظار میں مرے
خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مریے
تمام عمر شراب نہیں پیا کبھی ساقی
ہزار حیف کہ آخر خمار میں مرے

خواجہ احسن اللہ "بیان"

از وجاهت صوری و حسن سیرت بهرهٔ وافی برداشته بود و در معنی طراری مزاج و آلایش علم اندیشهٔ آسمان پیمائی داشت - مولدش خاک پاک اکبر آباد است و شوروں مزاجی میرزا (مظهر) جانجانان استاد * پروردهٔ حسن خلقش در حیطهٔ بیان نمی آید داود کلکش چمن

---

* (ن) وا —

یار نے جب سے اُٹھایا اپنے چہرے سے نقاب
طعن کرنے پہ مدعی ناصح کو آتا ہے حجاب

اپنی مستوری پہ اے واعظ مصیبت کی مدد
وادھی ہے آج سمجھے نہ ہے اہتمام شراب

کل تو اوپکا ہی آخر قطرہ ماہ صیام
آج تو پی اوٹھئے من مانی ساقی شراب

مر جاؤں، غم گساری جو اب نہیں تو پھر کب
اے یار مجھ پہ یاری جو اب نہیں تو پھر کب

برسے ہے ابر رحمت، ساقی کدھر ہے میلا ؟
ہنگام بادہ خواری جو اب نہیں تو پھر کب

جاتا ہے وہ کہ جس سے تھا لطف زندگانی
آئی اجل ہماری جو اب نہیں تو پھر کب

دل سا گہر تو میرا گم ہے، یہاں، ہوا ہے
ہوئیے مجھکو بے قراری جو اب نہیں تو پھر کب

تو تو ساقی جام ترسا کر پلاتا تھا مجھے
یار کی انکھوں نے مجھکو کر دیا یک بار مست

کیا کہوں کیا کیا امنگیں دل میں آتی ہیں، یہاں،
جب نظر آتا ہے دیکھا مجھکو وہ میخوار مست

قید میں رکھا ہے کیوں اُس کو سلاطینوں کی طرح
کب دوانے نے فلک مانگا ہے تجھ سے تاج و تخت

ہمدم نہ فکر کر کہ مرا کام ہو چکا
جو دل یہی ہے تو مجھے آرام ہو چکا
آتا ہے تجھکو ننگ مرے نام سے عبث
اے شوخ اب تو شہر میں بدنام ہو چکا

جو تجھ سا کوئی دنیا میں مجھے اے یار نہیں ملتا
تو وہ بھی چھوڑ دیتا تجھکو اور جاکر وہیں ملتا

، نہاں ، تمہرے کوچے سے چلتا رہے گا
مری جان تو ہاتھ ملتا رہے گا

اگر ایک صدمہ دم آیا وہ اٹھکر خواب شیریں سے
ہمارا کیا گریباں ، ناصحو تک دیر ہی پھٹتا

کیا دھوکہ تھا ، نہاں ، کو جو پایا میں ہوش میں
پر جبر کی جدائی کہ وہ بے حواس تھا

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مانی * کی مورت ہوئی تو کیا

جتایا مجھہ کو کس کمبخت نے ہائے
مری آنکھوں کے آگے وہ ابھی تھا ۔

اسے کہا سنگدل تو ہی نہیں ہے   ہمارا دل نہیں پتھر سا کبھی تھا

این بیت کہ بالا مذکور شد دلیل خوبصورتی اوست —

گل کی حسرت سے مرے دل میں سدا خار رہا
میں تو بھر عمر قفس میں ہی گرفتار رہا

---

* (ن) مانی —

یہ آرزو ہے کہ وہ نامہ بر سے لے کاغذ
بلا سے پھاڑ کے پھر ہاتھ میں ملے کاغذ
وہ کون دن ہے کہ غیروں کو خط نہیں لکھتا
قلم کے دنبہ کو لگے آگ اور جلے کاغذ
تمام دہر مجھے ایسا کوئی نہیں ملتا
کہ جیلہ جو سے مرے لیے ہی گر ملے کاغذ

اس قدر تو ہے بھروسا مجھکو اپنی آہ پر
نہ فلک پہنچے اٹھا تک نالۂ جانکاہ پر
عرش تک جاتی بھی یا لب تک بھی آسکتی نہیں
رحم آتا ہے 'نہاں' اب مجھکو اپنی آہ پر

نکلے ہے لالہ خاک کے نیچے سے سرخ سرخ
رنگیں ہوا شہیدوں کے خوں میں نہاں نہاں

صاف منہ پر میں نہیں کہتا کہ ہوگا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں' دل ہے میرا جس کے پاس

کہتا تو صاف میں پہ مروت سے دور ہے
آوے گا ایک روز مرا جان کام خط

، جیوں پتنگوں کے جلانے کا سبب ہوتی ہے شمع
یوں اُنوں کے غم میں اپنا جان بھی کھوتی ہے شمع
جو نہ ہووے اس شمع رو کے عشق کا سینے میں داغ
کون مجھ پہ کس کی تربت پر کرے روشن چراغ

(ن) * س

پوچھتا کون ہے دربا ہے تو اے یار عبث
قتل کرنے سے مرے ہے تجھے انکار عبث
کیا مری آنکھ عدم بیچ لگی تھی اے چرخ
کیا اُس خواب سے تو نے مجھے بیدار عبث

مست غدار کو مری وہاں ہوئے کیا پہنچ
جس کی گلی میں رکھتی نہ ہووے صبا پہنچ
کہتا نہیں میں عرش پر اے آہ جا پہنچ
کانوں تلک بتوں کے تو اے نارسا پہنچ
آیہیں ہے پاس مرگ کے پیغام حصر میں
دو اے نوید وصل شتابی سے آ پہنچ
اے بیخبر ' بیاں ' کا عجب حال آج ہے
جاتا ہے اس کے پاس تو جلدی سے جا پہنچ

ہزار حیف یہ گلچیں رکھے ہے پا گستاخ
یہ وہ چمن ہے کہ جس میں نہیں صبا گستاخ
وو شوخ مجھ سے ہی تنہا نہیں ہوا گستاخ
ہمیشہ عشق کی صحبت میں حسن تھا گستاخ
کہاں یہ ہاتھ مرا اور کہاں وو دامن پاک
تمھارے لطف و کرم نے مجھے کیا گستاخ

گر شہید عشق کے مرنے کی لذت کا نشاں
خضر کو ملتا تو لگتا زندگی کا نام تلخ
جوں گوارا ہو گزک کے ساتھ مستوں کو شراب
ساتھ دوسے کے نہیں لگتی تری دشنام تلخ

میر عبدالوهاب "بیکل"

شاعر نکو مقال و طوطی خوش بیان است۔ اکثر گاه در دولت خانهٔ حضرت میر صاحب قبله مد ظله العالی و بیچمدان در تذکرهٔ بے نظیر باشارهٔ میر بیشتر وقت می‌دارد با راقم سطور اتحاد ملاقات می‌آمد، جمله صاحب ظرافت بنظر رسید در شعر فارسی 'افتخار' و در ریخته 'ماتھی' تخلص می‌کند۔ مشاطهٔ قلمش زلف سخن را چین تاب می‌دهد –

عکس رخسار یار گل رو سے   آئینہ چشمۂ گلاب ہوا

فتح علی خاں در تذکرهٔ خود این اشعار می‌نویسد –

مرا دل گلرخوں نے ساتھ لیے گئے
حنا کے رنگ ہاتھوں ہات لے گئے
مری راہوں نے کئی پیچ سکھلا
دل 'بیکل' کو راتوں رات لے گئے

سرو کو دیکھ ترے آگے یہیں اے سبز پوش
ایک تختہ بازار خوبی کا ہے وو سبزی فروش
نہیں سہی دل کا دیدہ ہے ترا تجھ رو پرستی میں
کہ دل حافظ ہے اس مصحف کا آنکھیں ناظرہ خواں ہیں
تری آنکھوں کی کیفیت نے کھویا ہوش عالم کا
دوانوں کو کہے کیا کوئی متوالے ہیں متوالے

ترے ابرو کی تیغ ہے نازھیل   حسن کو لگتی ہے خوب لگتی ہے

جان کر معنی کسی کے شعر میں باندھے نہیں
صاحبِ خرمن کو کب ہے خوشہ چینی کا دماغ
غرض لکھتا ہم زبانوں کے سلیقے کا 'بیان'
اس دلِ ناداں کے شیون سے اگر پاتا فراغ

آتا ہے جی کو دیکھ کے خوش بہار حیف
اے عندلیب تو ہے قفس میں' ہزار حیف
یاں تک ہوں خستہ حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہ سے بے اختیار حیف
میں بس کہ خاک میں ترے کوچے کی مل گیا
بس پر بھی تیرے دل میں ہے مجھ سے غبار حیف

ہوئی آہ اب اس قدر نارسا
کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک
بہت ہی 'بیاں' کا برا حال ہے
تغافل ارے بے خبر کب تلک
یہی دن ہے' ملنا ہے تو اس سے مل
کہ جینا نہیں آج کی شب تلک

ادب سے یار کے دل میں نفس جوں ہوگیا مہرا
یہ بلبل ناتواں آخر قفس میں ہی ہوا بسمل
تڑپنے کے تماشے کی ہوس باقی ہے قاتل کو
سوا جاتا ہے کیوں اتنا تک ایک توں پھر ہلا بسمل
نکل سکتا نہیں ہے شکر کے عہدے سے قاتل کے
'بیاں' کس منہ سے مانگے اُس سے اپنا خونبہا بسمل

نینہ کی جوت ننہالی کی نین ننھی نمایاں ہے
اندھاری رات میں بجلی بھی چمکے ہے جدا جاوط

باغ میں کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
آنکھ کی اشارت سے دیں جواب دیتا ہے

کیوں نہ حاصل ہوئے خوشی جگ میں
دل ' بے جان ' میں جان آیا ہے

حیف کہ شعر بہ شگون معاً اثر کرد و این شعر اصلاً غیر مراد در بنا ورد —

پروانہ شاہ " پروانہ "

تخلص - مرید و تلمیذ شاہ ' سراج ' است - فکر سخن ریختہ می‌کند و تا حال بہ تحریر در 'احمد نگر' میگزراند —

میں روتا ہوں لب خاموش اے سودان ہند اب لگ
جہاں سرسات آیا لال کو تب زیر لازم ہے
دری سرمہ بھری آنکھوں سے' میری چشم گریاں سے
رکھے حق امن میں اِس طوطیا اور ایسے طوفاں سے

میر نوازش خان " بہبہ "

تخلص - ریختہ را ہموار می گوید و در اشعار فارسی عالی فکر می کند - سخنش سستہ ' و فکرش درستہ است - تا حال بہ تحریر در 'اورنگ آباد' تشریف می دارد —

دیکھی صبا نے شاید گلرو کا مسکرانا
سیکھی ہے اُن لباں سے گل رو کے' گل کھلانا

آخر یہ دل کسی کا گرفتار ہوئیے گا
یارب لگے کسو تو سچے آشنا کے ہاتھ

لالہ جے کشن ' بیجان "

تخلص - طوطی شیرین زبان و بلبل ہزار داستان است
مشق سخن ریختہ نخست شاہ 'سراج' می نمود ' و گرہ کاکل
معانی از سادۂ فکر رسا میکشود - روزے شاہ ' سراج ' با
فقیر نقل می کرد کہ " جے کشن ' منجمل سفر لشکر نواب صلابت
جنگ بہادر ادام اللہ اقبالہ کہ قرب الجوار اورنگ آباد بود ،
در دست ' و از فقیر مسودۂ رخصت شد' و ریختہ کہ تازہ
گفتہ بود بر خواند' ہر جا کہ حک و اصلاح بخاطر رسید'
نمودہ شد' مطلع آن ریختہ این بود —

تری یاد کمر سے یوں عدم میں مل گیا ' بے جان '
کہ غالب بھی نپاوے گر کوئی اُس کا کفن کھولے

"حاصل رخصت گشت و نرفت' و باز کسے نشانش نیافت"
انتہی مقالہ آرے ' بیجان ' بود بے غالب ہم شد از مطالعۂ
این چند اشعار ' بے جان ' جانے تازہ می آمد —

یار مہندی بھرے ہاتھوں سے اگر ہوئیے ظہور
شاخ نبض دل بیمار بہ مرجان ہوئیے

ہند میں عاشق اگر یاد کرے گل رو کو
وہاں کے زنجیر کے داغے سے گلستاں ہوئیے

ہر دم نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
پر کانوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

اس قدر نادان نہیں ہوں میں کہ دل نادوں میں دوں
عمر گذری اپنے سجن دم ہی سے عیاروں کے بیچ

ابرو کمان چڑھا کے کرتے ہو بات اکڑ کے
جی تو لیا ہمارا اب کیا کروگے لڑکے
ربارد کہ آج آوے 'پنچھوی' مرا تماشا
دھڑکے ہے آنکھ ہر دم دل کو لگے ہیں دھڑکے

صنم بتا تو جدائی کا تجھکو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

کہاں آتا ہے رحم اس کو ستم کا جو مزا جانے
مرے کوئی جیئے صیاد ظالم کی بلا جانے
چھپی نہیں ہے حقیقت داغ دل میرے کی گلشن میں
وہ لالہ جانتا ہے باغباں جانے صبا جانے
بدرنگ آیا ہے ایسی قفس کے جینے سے جی میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

قیامت ہے ترا گھونگٹ کے اوٹوں میں اٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ہنسکر مٹک جانا
نہیں آ دم سے چلی ہے یار کی یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکی نہ ملنا اور ٹھٹک جانا

دیکھا ہے دل نے جب سے بادام اُس نین کا
ہر صبح و شام کرتا شکرانے کا دوگانا

از سر کوئے تو جاناں! مجھے جانا مشکل
جاؤں تو خود سے، مگر جان پھر آنا مشکل

چڑھا کس موندھ پر جگ میں منصور
یہ ملک عشق کی سرداریاں ہیں

کڑکنا تم نہ بجلی کا نہ سمجھو
جلوں کے شوق کی گل کاریاں ہیں

تمامی عمر دل بیکل رہا ہے
بچارہ دکھوں میں ہی پل رہا ہے

مرے اس داغ دل کو دیکھ لالہ
دل اوپر داغ دے جل جل رہا ہے

میاں حکم الدین خاں "پنچھی"

شاعر ریختہ گو و باشندۂ بلگرام است طبع نظم میدارد۔ پیشتر 'عاجز' تخلص می نمود، چوں شہرۂ عارف الدین خاں 'عاجز' شنید، موقوف کردہ، 'پنچھی' قرار داد۔ الحال در حیدرآباد میگذراند۔ راقم سطور ملاقات مسنونی رو نمود، خیلے محظوظ شد، و چند اوراق اشعار طبع زاد خود بہ نظر ازرانی داشت۔ این چند بیت ازاں اوراق چیدہ نوشتہ میشود۔

کفر و اسلام کی کچھ بات نہ پوچھو ہم سے
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں

مخلص "برہان" راست

چہرۂ کج کو جب نقشا بنا دے دل
ملک دل بیچ ہوگئی کھل بل
اپنے 'برہان' کی طرف پیارے
لطف سیں مہر سیں کرم سیں چل

"بیچارہ" راست
نام مخلص نیز 'مہر' می نویسد —

جی سے جدا ہوتا نہ تھا، چاہا جدا کا یوں ہوا
ہر مہر کچھ چارا نہیں 'بیچارہ' ہو رہنا ہوا

میر یوسف خان "بسمل"

تخلص ہمراہ مدار خان بود، نام صاحب دلاور خان نصرت است ودیعت حیات نمود از اولاد واقربای او در قلعۂ فرخ نگر بہ تقریب خدمت قلعہ داری آنجا اقامت دارند فکر شعر میکرد ازوست (ہندی شعر درج نہیں ہے 'تذکرۃ الشعراء') —



محمود نجات "نجات"

تخلص - فکر شعر فارسی و ریختہ بہ تفنن می کند و گاہے از ملاقات سرور افزائے خاطر حزیں می شود —

ترے دو زلف سیہ کی قسم ہے اے دلبر
علاج جلد مرا کر ڈسا ہے کالا ناگ

بحسن کے دریا میں تیرے حلقۂ در کی قسم
ماہی دل کو مرے پشہ زلف جالا ہوگیا

میر محمد میر "بندہ"

تخلص - مرد خوب است اکثر مثنوی ها بزبان ریختہ در مدائح ارباب دول تصنیف ساختہ، با فقیر ربط اخلاص می دارد پیشتر تخلص خود 'میر' قرار دادہ بود، گفتم کہ میر محمد تقی 'میر' و میر محمد 'میر' ہمنام شما در ہندوستان اند، اشتراک تخلص خوب نیست، چہ جائے اشتراک نام و تخلص - آخر سخن بندہ قبول کردہ 'بندہ' تخلص خود مقرر ساخت، ازوست —

سرو شمشاد ہوگئے حیراں
جب چمن میں ترا خرام ہوا

محمد حسین "بہبود" راست

ترا کیفی ہوں صہبا کی قسم ہے
جگر پُر خوں ہے مینا کی قسم ہے

کیا اُس کے دیداں کو اس امر کی پروا ہے
گریہ ستی مشتاقوں کے تر دامن صحرا ہے

نہ اپنے چھوٹنے کی کس طرح دل بیچ میں رہیے
بہار آئی ہے کیونکر خانۂ زنجیر میں رہیے

دماغ گل پریشاں اُن تری بالوں سے ہوتا ہے
نہ کر اتنا بھی اے بلبل تو فریاد و فغاں چپارہ

جعفر "زٹلی"

مردے ظریف طبع و شوخ مزاج بودہ است، چنانچہ انداز شوخیش از کلامش ہویدا می شود و پایۂ مزاح عالمش در اسم او پیدا می گردد اشعارش عالم گیر و مستغنی از تعریف است، مضامین صاف روز مرۂ او اکثر بہم میرسند محمد اعظم شاہ بادشاہ می گفت کہ اگر 'جعفر' را 'زٹل' نبودے، ملک الشعرا بودے حاشا کہ طرز روز مرۂ او طرز علیحدہ می دارد وجہ حولادی می نہاد خود را بجائے از اسم 'زٹلی' یاد کردہ می گوید —

گشتی 'جعفر زٹلی' در بھنور افتادہ است
ڈبکو ڈبکو می کند از یک توجہ پار کن

در 'زٹلی نامۂ' خود می گوید کہ —

رہی دھاک اورنگ شاہ ولی — در اقلیم دکھن پڑی کھلبلی
دریں پیر سالی و ضعف بدن — مچا ہی دیا چوکڑی در دکھن

باب الجیم

جان والله شیرافگن خان- میاں "جگنؔ"

مذاق سخن گوئی خوب می دارد - زاد گاهش خطهٔ هندوستان جنت نشان است - میر محمد تقی 'میر' در نکات الشعراء می نویسد—

اس دل مریض عشق کو آزار ہی بھلا

چنگا ہو تو ستم ہے یہ بیمار ہی بھلا

میر شیر علی "جرأت"

بلبل هزار داستان سخن وری است فتح علی خان می‌گوید که " 'جرأت' دل بستهٔ سهی‌قدان و رندانِ حسن پیکر طلعتان بود - تحصیل کتب متداوله نموده ، شعر را کم می گفت و اگر می گفت کم ترمی‌خواند' چه مطمح نظرش اکثر این بود که شعر می باید آمدنی باشد نه آوردنی به فقیر اکثر ملاقات مي کرد " انتهی - الحاصل خوش گوے است - و شعر خوبے دارد ، این چند ابیات فتح علی خان می طرازد —

سنگ طفلاں دیکھکر کھاے ہمیں بولا یہ قیس

یہ دوانا کس طرح کھاتا ہے پتھر واچھڑ ے

بہا سنگت جی ہم دز ، ٹھمک ہو
گرو دیکھیا سہل کیہ ننگا ہو
واہی چوک جنوں موکت رکھیں رہو
ککوتوں بکوتوں کو چکھیں رہو
نظر مت کرو سات اور پانچ پر
مدا دا کہ دور آتے کانچ پر

روزے شیخ صاحب اسپ نام ناین طرفی گفته بود که ع

ہنوز اسپ پنجهوان است

بنگو بید که صاحب اسپ مذکور التفات نکرد و نه سیمین شعر شعر نه بود ، شعر رنجیده این مصراع نوشته گفت ع

نه این اسپ که پرخود زبان است

در حق خود می گوید و حرف حق بزبان می آرد — رباعی

شعر زنگی از لب تو [illegible] بهتر است
در انداری سخاوت موت بهتر است
در حق بندگان خدا آنچه گفتی
لاحول می کنم که زبو خوب بهتر است

وقائع و حوادث مشهور آفاق است ، این یک دو بیت بما در حافظه بعلم می آید

زرداری و یک دیسه نمی شد زر مولی
از حضرت حق اجر به دوسلوه بماند

در حق شهر بیجاپور می فرماید —

عجب روپ این شهر بیجا پور است

که هر برج او مثل پهندسا سر است

عجب قلعهٔ دیدنا شد یے لگاؤ

که انگشت را نیست بروے نگاؤ

می گویند که هر گاه ' جعفر ' را چیزے درکار میشد بنام
هر امیرے که می خواست نوشت تعریف نوشته می فرستاد
اگر او عمل برآن فرموده چیزے عنایت کرد خیر ' ورنه در هجو
او دفاتر سیاه می نمود - منصبداران و اهل خدمات چه بلکه ظل
سبحانی از آتش زبانی او مثل بید میلرزیدند (بیلست) که
روزے در خانهٔ امیرے رفت وفرد احوال خود نوشته گذرانید' او
چندان ملتفت نشد بلکه ناشکرانه فرد را واپس داد - جعفر آن
فرد روبروے آن امیر پاره کرده بیرون آمد حضار مجلس
امیر را ازحال 'جعفر' آگاه کردند و از مرام او اطلاع دادند- امیر
رابعد اصغاے این کلمات بدلے هولے پیدا شد' وجعفر رااز اثناے
راه طلبیداست و معذرت نمود که هیهات قدر او نشناختم -
' جعفر' در جواب گفت چه مضائقه' تقصیر ملازمان سامی نیست
من پیسی ندادم حضرت پس ندادند من چاک نمودم الحاصل
امیر باین کلمهٔ منزلت اکثرا عقیدت پیداشده بوجه معقول
رخصت نمود - نیز میگویند که 'مہا سنگ' نام محررے
بجهه خط دیوی وتحریص در کار 'جعفر' قصور کرد و خواهان
تحریر خود شد ' جعفر بر پشت نوشته فرستاد —

ارے ساقی اے جان وصل بہار
یہی تھا ہمارا و تیرا قرار

ہماری بسرنیوں* کی نہ فصل ہے
فراموش کرنے کی نہ وصل ہے

کہ میں جان بلب ہوں دیائے کی طرح
لگی ہے مجھے اگ لالے کی طرح

ادا سے اٹھکنے کی مجکو قسم
نشے سے دہکنے کی مجکو قسم

مجھے وعدہ کر بھول جانے کی سوں
مجھے اپنے سوگند کھانے کی سوں

جو دو نے دیا مے کو مجھ پر حرام
دو ادا کر اے ظالموں کے امام

کہ اس سرکشی میں نہ کر پائمال
مرے خون کو مے کی طرح کر حلال

تری جان کی سوں ملومتا ہوں میں
سلامتوں میں پیارے قیاست ہوں میں

مرا عقل میں کوئی انبار ہے
ارسطو مرا اک دوا ساز ہے

نظر کو کرو تک چمن کی طرف
شگوفے کو مستی سے آیا ہے کف

---

* بسرنے

باب الدال

محمد فقیه "دردمند"

از تلامذهٔ میرزا 'مظهر' سلمه الله تعالی؛ در سخن رتبهٔ بلند و پایهٔ ارجمند دارد. اشعار فارسیش بین الجمهور مشهور است. میر صاحب 'آزاد' سلمه الله تعالی در ترجمهٔ 'دردمند' می طرازد" که مولد فقیه صاحب اودگیر از توابع محمد آباد بیدر است؛ در صغر سن همراه والد خود مطابق سنه ست و ثلثین و مائة و الف از دکن به دارالخلافه شاهجهان آباد رسید و در ظل عاطفت شاه ولی الله به زمرهٔ سالکان مختص به "وحدت" سرهندی قدس الله اسرارهما جا گرفت؛ و به تهذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید؛ بعد چندے والد او رخت زندگانی بربست؛ میرزا جان جان 'مظهر' سلمه الله تعالی او را در سایهٔ شفقت خود گرفت و به همین عنایت و تربیت انسان مجموعهٔ کمالات شد و در فن سخن رتبهٔ شایسته بهم رسانید و میرزا در حق او گوید —

'مظهر' مباش غافل از احوال 'دردمند'
لعلی ست این که در گرهٔ روزگار نیست

انتهی. ساقی نامهٔ او طرفه صفایے و نمکے می دارد؛ این چند بیت ازو در خور حوصلهٔ خود انتخاب داده التقاط یافت —

یہ وہ آب ہے جس پہ آتش ڈرے
ہزار الاماں جس سے دوزخ کرے
جو کوئی شخص پانی سے بیزار ہے
یقیں ہے کہ آگ اُس کو درکار ہے
یہ مخمور کے دل دیوے شتابے سے ریش
ملا ئے سبد ہو کہ آوے گی پیش
جلاوین گے روز قیامت کے قیش
نہ مسواک سے جن کے قامت کے ریش
سکھا دیا اِن سے کیا دور ہے
کہ سب طرح سے مست مغرور ہے
ارے مطرب اے دردمندوں کی جان!
کدھوں تو کہا پیہواؤں کا مان
بغاول کے ہاتھوں سے طنبور وار
گریباں کو میرے نہ کر تار تار
لگی ہے مجھے پیاس اب آگ کی
ذلو گیر ہے تشنگی راگ کی
نہ چھوڑ اس طرح پیاس کے حال میں
تو دے مجھے راگ کے تال میں
پڑا آج کی رات یوں اتفاق   کہ سب ہوگئے جمع اہل دماق
شب جوں کو لشکر گہ خواب پر
سبھی جا کے بیٹھے لب آب پر
ہوا جی کہا توبہ مہتاب دیکھ
جسے ہوگی والے کا جی اب دیکھ

چمن میں بھرا ہے نشہ یہاں تلک
کہ نرگس کی جاتی ہے گردن ڈھلک
ہوا گرم مستی کا از بس رواج
دل اس طرح پگھلا ہے بوتلوں کا آج
کہ شیشے ہیں بہو داغ لالے نہیں
دھسے ذرد تھوے کی پیالے نہیں
عزیزان! تغافل کا ہے کام نہیں
مگر تم کو گل بات کچھ کام نہیں
یہ دن کچھ غنیمت نہیں جانیے
مری عرض دارو نہیں مانیے
ارے ظالمو! مہلت ہے یہ بہار
کہاں یہ نشہ پھر کہاں یہ خمار
بہت نفس پر آب ہے یہ جہاں
تک یک آن میں ہم کہاں، تم کہاں
اسیری کے ایام کیا خوب تھے
خصوصاً مرے دل کو مرغوب تھے

مصرعۂ اخراے این بیت خلاف روزمرۂ ہندوستان است و
از جدا خواندن این بیت قرین ولا خود ثابت می شود۔

ارے زاہد و منکروں کے امام
ارے آب انگور سمجھ نہ حرام
کہاں جانتا ہے تو اسرار مے
مگر بیوقوفی سے انکار مے

فضل علی " دانا "

ریزہ چین مائدۂ سخن سراج‌الدین 'مشہور' است، و طبع
بلندش موزون - این ابیات از هر دو تذکرہ می آرد —

نہ چاٹے خوں کو جس روز مژہ' اُس کو فاقہ ہے
رگ گردن سے میری اُس کے خنجر کو علاقہ ہے

دل میں ہر ایک کے سودا ہے خریداری کا
یوسف مصر مگر تو ہی ہے اے یار عزیز

بہر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا
یہی دو حرف میں مصرع سر دیوان ہے میرا

خواجہ میر " درد "

تخلص - سخن اش درد آمیز، و سحرش شور انگیز است
میر محمد تقی 'میر' در 'نکات الشعرا' احوالش بہ طمطراق می
نویسد - شاہ عبدالحکیم 'حاکم' تخلص سلمہ اللہ تعالی در تذکرۂ
'مردم دیدہ' ترجمۂ خواجہ میر 'درد' می طرازد و عبارت
سراج‌الدین علی خان 'آرزو' کہ در تذکرۂ 'مجمع النفائس' تالیف
خود نوشتہ بہ زیر ساختہ فقیر هم هر دو ترجمہ را در این جا الحاق
می نماید - خان 'آرزو' گوید کہ " خواجہ میر 'درد' تخلص
پسر جناب عرفان مآب خواجہ محمد 'ناصر' است - نسبش بہ
سلسلۂ آبای او بلا شبہہ بحضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند
قدس سرہ، میرسد - از بزرگی و کمال او چہ توان نوشت، علی
الخصوص والد بزرگوار او خواجہ محمد 'ناصر' کہ امروز شمس
فلک هدایت است - الغرض خواجہ میر 'درد' جوانی است خیلی

عداوت کی کب چاہئے تھی امید
و لیکن ہوا مجھکو معلوم بعید
کہ واقع ہوئے ہم میں از بس گناہ
گئے نامہ کی طرح چہرے سیاہ
ہوئے سب طرح مستحق عذاب
تو لازم ہوئی اب نزول عذاب
و لیکن خدا پوچھتا تھا سدا
مناسب ہر یک قوم کے یک بلا
نبی کی ہوئی جسکی حرمت ضرور
ہوا جس کی امت پہ طوفان نور

اشعار رنجیدہ او نیز این دوسہ بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خان ثبت بود، بنظر نرسید۔ این است — (رباعی)

کہسار میں جا کر اٹھے ناحق کے تئیں
پرویز سے جا بھڑا ہے ناحق کے تئیں
کوئی ٹکڑو پہاڑ سے لپٹا ہے
فرہاد کا سر پھرا ہے ناحق کے تئیں

ہے غم سے رقیبوں کے مرا دل نا شاد
اِس دھڑکے سے جاتے ہیں سبھی عیش بباد
پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر
سنگ آیا، ولیک سخت آیا فرہاد

مژگاں تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں

جو کچھه کہو سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

بجائے چند نسخہ نیاز این مصراع اخری را نسخ نمودہ چنین قرار دادہ اند (ع)

القصہ ہوں سو ہوں غرض الم رسیدہ ہوں

و بعضے موروداں، آن تمام مصرع را بحال داشتہ بجائے 'آفت' 'الم' اصلاح دادہ اند ---

اکسیر پر ہوس اتنا نہ یار کرنا

ہے کیمیا یہ پتھر دل کا گداز کرنا

ہم جانتے نہیں ہیں اے 'درد' کیا ہے کعبہ

جیدھر ملیں وہ ابرو اودھر نماز کرنا

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا

تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

جان سے ہو گئے بدن خالی

جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالہ، فریاد، آہ اور زاری

آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی

ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا

کہ نہ ہنستے میں رو دیا ہوگا

---

* مراسم

صاحب فہم و ذکا ، با شعر ربط بسیار دارد ، سیّما
از ریخته که الحال در ہندوستان رواج دارد - فارسی ہم خوب می
گوید ، چه بسیار بہداں آشنا است ، بالقوه اش آنچه در دیوانه
نمی شود اگر بفعل آید ، انشاء الله تعالیٰ از جملهٔ آنہائی شود که
در فن تصوف نامه بزبان فارسی - رباعی اکثر می گوید و خوب می
گوید - و باین فاخر ربط خاص دارد و خیلی شفقت بر احوال این فاخر
می نماید ،، انتہی کلامه - شاه عبدالحکیم ' حاکم ' می گوید که
،، این عزیز بزرگ عالی خاندان را فقیر مکرر بخانهٔ خان ' آرزو '
روز مراخته یعنی صحبت ریخته گویان ہندی که در پانزدہم
ہر ماہی مقرر بود ، دیده ام - بسیار حلیم و متواضع ، صاحب
معنی به نظر درآمد ، و درفن مثنوی رباعیہائے موزوں نموده خوب
خوب می گوید ، و اشعار فارسیش که خان ' آرزو ' توجه خالی از تلاش
معانی نیست ،، - بطرف میر صاحب ' آزاد ' سلمه الله تعالیٰ شنیده که
میر ' درد ' سال گذشته در ہر ماه دوبار* رسیده داراده (شعرا ترجمه) برخواست
' لاکن فقیر آن بزرگ را در بہار و ہم در کتبه شرف ندیده ،
شاید درسال آینده موقوف داشته باشد ، ہر جا که باشد سلامت
باشد ،، - انتہی - خدا کند که خواجه میر ' درد ' واگذر برین شہر
افتد ، و این احقر ملاقات رو دہد که ملاقات مثل این کسان
از جملهٔ عبادات است - الحاصل خواجه میر ' درد ' صاحب تلاش
مضامین رنگین است ، این چند اشعار آبدار که در ہر دو
تذکره مذکور اند ، دل نظارگیان را فرحے می بخشند —

---

* غالباً صحیح "در برہان پور" ہوگا —

جرس کرواتی ہے روانہ ساربان سب، ورنہ یہاں
اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا شیر تھا
شمع کشتہ ہوکے پہنچا ہم کہ شب دل میں جو
'درد' منزل ایک تھی تک راہ کا ہی پھیر تھا

اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو یک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا
میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا
جدا ہو کے اے 'درد' مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا
گو نالہ نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگذر نہ کی، جو مجھ سے ہو سکا
جوں شمع روتے روتے ہی گذری تمام عمر
تو بھی تو 'درد' داغ دل اپنا نہ دھو سکا

انداز وو ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ہوا ہو کسی کی نگاہ کا
دل! اُس مژہ سے رکھیو نہ تو چشم راستی
اے بے خبر برا ہے یہ فرقہ سپاہ کا
ہر چند عشق میں ہیں ہزاروں ہی لذتیں
لیکن عجب مزہ ہے فقط جی کی چاہ کا

دیکھیے غم سے اب کے جی میرا
نہ بچے گا، بچے گا کیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل بھی اے 'درد' قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

کبھو خوش بھی کیا ہے جی کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

بجھے شعلے بھی کتنے، کتنی ہی موجیں مٹیں یارو
کبھو دل کی بھی ہوگا کام آخر اضطرابی کا

شرار و برق کی سی بھی نہیں یہاں فرصت ہستی
دیا ہم کو فلک نے* کام جو کچھ تھا شتابی کا

زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی 'درد' کچھ تو بھی
ملایا مثل مینا خاک میں جوں ہر شرابی کا

عاشق بیدل ترا یہاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا اُس کو جو دم تھا دم شمشیر تھا

کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اُس کو بھی
جب تلک پہنچے ہی پہنچے خاک کا یہاں ڈھیر تھا

---

* (ب) فلک نے ہم کو سونپا

ہر کس ہوس کی دیکھیے تا کب جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

مٹ جائیں ایکدم میں نہ کثرت نمائیاں
گر آئینے کے سامنے ہم آ کے ہو کریں

تر دامنی پہ شیخ! ہماری نہ جا، ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدان شہر
اے 'درد' آ کے بیعت دست سبو کریں

اُن نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

آ جائے ایسے جینے سے اپنا تو جی بتنگ
جیتا رہوگا کب تلک اے خضر مر کہیں

مدت تلک جہاں میں ہنستے پھرا کئے
جی میں ہے خوب روئیے اب بیٹھ کر کہیں

پھرتا ہے تو جو بنا کے سج اپنی جدھر تدھر
لگ جاوے دیکھیو نہ کسی کی نظر کہیں

دل تھا تو سو وہ بھی ہو ہی چکا صرف داغ سب
تنہا پھرے ہے جوں میں کہیں کا جگر کہیں

پوچھا میں 'درد' سے کہ بتا تو سہی مجھے
اے خانماں خراب ترا بھی ہے گھر کہیں

کہنے لگا مکان معین مقرر کو
لازم ہے کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہیں

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں
نہ تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا

تو ہی نہ اگر ملا کرے گا
عاشق پھر جیو کے کیا کرے گا
اپنی انکھوں میں اُس کے تئیں دیکھوں
ایسا بھی کبھی خدا کرے گا

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
اُفتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں
ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں
یہ چاہتی ہے اب طپش دل کہ بعد مرگ
کنج مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں
اے 'درد' جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غم زدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

نہ ملئے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے
و گر ملئے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے
یہ حسن و عشق مل سمجھیں گے یا آپس میں جوں ہوگا
پر ان دونوں کے اُلجھیڑے میں میرا کام ہوتا ہے

نے خانۂ خدا ہے' نہ ہے یہ بتاں کا گھر
رہتا ہے کون اس دل خانہ خراب میں
میں اور مجھ سے 'درد' خریداری بتاں
ہے ایک دل بساط میں سو کس حساب میں

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے

دین و دنیا میں تو ہی ظاہر ہے
دونوں عالم کا ایک عالم ہے

اہل نزدیک داغ ساں دیکھو تو
ہر شجر ہے سو نخل ماتم ہے

'درد' کا حال کچھ نہ پوچھو تم
وو ہی رونا ہے نت، وہی غم ہے

یارب پھر ابھی تو اب در گزر کرے
کوئی خانماں خراب کسو دل میں گھر کرے

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے، اگر آرزو ہے

غنیمت ہے یہ دید و وادید یاراں
جہاں آنکھ مند گئی نہ میں ہوں نہ تو ہے

روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یہاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

اے گل تو رخت باندھ اٹھاؤں میں آشیاں
گل چیں تجھے نہ دیکھ سکے، باغباں مجھے

پتھر تلے کا ہاتھ ہے غفلت کے ہاتھ دل
سنگ گراں ہوئی ہے یہ خواب گراں مجھے

" درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست "
دو تجے سدا نہیں ہے یہ مصرع مگر کہیں

مست ہوں پیر مغاں کیا مجھکو فرمایا ہے تو
پائے بوس ہم کروں ، یا دست بوسی سبو
فال دیکھا اُس کو نت ہر طرح جیوں قبلہ نما
پھر مجھے ہر پھر کے آ رکھتا اُسی کے روبرو

اپنے بندوں پہ جو کچھ چاہو سو بیداد کرو
یہ نہ آجائے کہیں جی میں کہ آزاد کرو

ربط ہے ناز بتاں کو تو مری جان کے ساتھ
جی ہے وابستہ مرا اُن کی ہر ایک آن کے ساتھ
اپنے ہاتھوں ہی سے میں دور کا دیوانہ ہوں
رات دن کشتی ہی رہتی ہے گریبان کے ساتھ
گر مسیحا نفسی ہے یہی مطرب تو جیو
جی ہی جایا ہوں چلے تیری ہر ایک تان کے ساتھ

جی کی جی میں رہی کچھ بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اُس سے ملاقات نہ ہونے پائی
دید و وادید تو ہوئی دور سے میری اُس کی
پر جو میں چاہوں تھا وو بات نہ ہونے پائی
اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رنداں سے شتاب
ہم سے کچھ خوب مدارات نہ ہونے پائی
جی میں مذکور جو تھی آپ کی خدمت گاری
سو تو اے قبلۂ حاجات نہ ہونے پائی

دل آوارہ سے ستم گار میں اظہار ....

ایسا کہیں پھر دیکھوں دیدار نہ ہووے

دیکھ لبوں کا میں اُسے دیکھئے مرے مرے

پیا نکل جائے گا جی نالے ہی کرے کرے

لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یہاں مجلس ہی

خالی ہوئی جاتی ہے پیمانہ ہی بھرتے بھرتے

'درد' جنوں میں قدم تھا سو رہا پر اس کی

مٹ گیا اوروں کے ہی پاؤں کے دھرتے دھرتے

وحدت میں ہر طرف ترے جلوے دکھا دیے

پردے تعینات کے جو تھے اُٹھا دیے

یارب تجھے کیا حرام وہ جن نے اک آن میں

کعبے ہی مردے حشر سے آگے جلا دیے

سیلاب اشک گرم نے اعضا مرے تمام

اے 'درد' کچھ بہا دیے اور کچھ جلا دیے

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے

لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فلک پر کیوں کہتا ہے گذر آہ سحر کرتا

جہاں جی چاہے وہاں جا، پر کسو دل میں اثر کرتا

وصل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا

پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور

شمع کے منھ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

آنکھوں کی راہ ہر دم اب خوں ہی رواں ہے
جو کچھ ہے دل میں میرے سب دیدۂ تر سے عیاں ہے

آہوں کی کش مکش میں کہیں دیکھیو نہ ٹوٹے
تارِ نفس سے اے دل وابستہ میری جاں ہے

یہ راہ خاکساری سر سے میں قطع کی ہے
نقش قدم ہے میرا، ہر نقش پا جہاں ہے

مت موت کی تمنا اے دردؔ ہر گھڑی کر
دنیا کو دیکھ تو سہی، تو تو ابھی جواں ہے

کب مرا دیوانہ آوے قید میں تدبیر سے
جوں صدا نکلا ہی چاہے حلقۂ زنجیر سے

'دردؔ' اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

فرسودگی ہے رشتۂ تسلیم کا حصول
دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے

دل دے چکا ہوں اُس بت کافر کے ہاتھ میں
اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہ ہووے
تو کوئی نظر قابل دیدار نہ ہووے

گذرے نہ ترے سامنے سے کوئی کہ ووہیں
شیشے کی طرح دل کے نگہ دار نہ ہووے

دل ویسے ستمگار سے اظہار محبت ا
ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہ ہووے

تذکرۂ ہندی —

مرے سینے میں ہر یک سانس ہو کر پھانس کھٹکی ہے
خلش دل کا نکل جاوے تو کیا آرام ہو جاوے

عشق کی آگ لگی ہے مرے اب جاں کے بیچ
شمع سا جل کے پتنگوں کا ہوی ایک آن کے بیچ
میں دوانا ہوں ذرا مجھ کو نہ مار اے ظالم
قتل مجنوں کا پڑھا ہے' کہیں قرآں کے بیچ
عقل اور ہوش گیا دیکھ کے غمزے کی فوج
ایک دل اڑ کے رہا عشق کے میداں کے بیچ
یہ وو آنکھیں ہیں جو دریا ستی لیتی تھیں خراج
اب تو نم بھی نہیں اِن دیدۂ گریاں کے بیچ
سامنے ہوتے ہی پھر رہتی نہ پائی دل کی
بہت گیا نوک سناں پر صف مژگاں کے بیچ
زخم دل ہولے دے ناسور' نہ کر اُس کا علاج
'درد' میں جو کہ مرا ہے نہیں درماں کے بیچ

میرزا داؤد "داؤد"

تخلص شاعر یست از اولاد و موحد جیا لاں رحمہ۔
سکر بیانی از سخنش پیدا' و خوش الحانی از نامش ہویدا است۔
در ریختہ اکثر تتبع 'ولی' می نماید و می گوید —

سخن تو بس ہے تجھے مصرع 'ولی' 'داؤد'
کہ تجھ کو شور قیامت سے بے نیاز کیا

و نیز جائے می نویسد —

محتسب! سنگ جفا سے ترے میخانے میں
کون سا دل تھا کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

باوجودیکہ پر و بال نہیں آدم کے
وہاں تو پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

یار نے 'درد' سے ملنے کا برا کیوں مانا
اُس کو کچھ اور بجز دید کے منظور نہ تھا

اے دور نظر مرا تصور تھا پیش قدم جدھر گئے ہم

کوہ کن سے نہ بول اے پرویز اُس کے تیشے کی بھی زبان ہے تیز
ساقی! اب سب پکارتے ہوں گے تیرے ہاتھوں ستی لبریز لبریز

ہے غلط گر گماں میں کچھ ہے تجھ سوا بھی جہاں میں کچھ ہے
دل تو تھوڑا ہی رنگ سوکھا ہے آں میں کچھ ہے، آں میں کچھ ہے

نزع میں ہوں پہ وہی نالے کیے جاتا ہوں
مرتے مرتے بھی ترے غم کو لیے جاتا ہوں

'درد' اس جہاں کی دید کو مفت نظر سمجھ
پھر دیکھنے کا نہیں تو اس عالم کو خواب میں

کوئی دم جو چپ رہا تھا، میں جانا کہ مر گیا
اے وائے 'درد' تو نے پھر اب نالہ سر کیا
ساقی! ہوائے ابر میں رو رو کے تجھ بغیر
ایسا ہوا کبھی نہ کہ دامن نہ تر کیا

کرم اللہ خاں "درد"

بلبلے است ہزار داستان، و طوطیے سبز رطب اللسان۔
مشہور والدش امیر خان 'انجام' می شود، ایں اشعار از ہر ہو

ہوا ہے ابر گریاں دیکھ میری چشم گریاں کو

پڑا ہے شور دریا میں سنے اس اشک جاری کا

لالہ رو کو دیکھ کر لالہ کا پھول　　داغ دل لے ہاتھ دیکھنے لگا

غائبت اُس سنگ دل کے ہجر میں　　دل کا مینا کدہ لگا

ہجر میں ابرو کے ابر چشم آج　　اشک کا برسات برسانے لگا

بھوں ابرو یہ کنج راہ کے بیچ میں　　آج دل کھانے لگا

مجھ بزم میں رقیب آ غش سرکشی نہ کر

شعلہ برا ہے شمع یہ مجھ سوز آہ کا

حسن بوستاں میں وو گل رخسار ہوئے گا

بلبل بہار گل سے بیزار ہوئے گا

سرمہ لگا نین میں کہتا ہے یوں وو دلبر

عشاق بے خطا پر اب زور وار ہو گا (۹)

بجا ہے مجکو کس کے سر اُپر آج　　مجھے اب چھوڑ رہا دھرم کا مٹکا

اس صنم کے خیال ابرو نے　　ناتواں مجھکو جوں ہلال کیا

یہ جام چشم مست جسے دم دکھاؤ گے

تا حشر اُس کو ہوش سے اس کے بھلاؤ گے

دانہ دکھا کے خال کا حسن کو دئیے ہو چاٹ

آخر کو دام زلف میں اُس کو پھنساؤ گے

خط سبز رنگ نہیں رخ پہ صنم کے آثار

مور نے ملک سلیماں کو تسخیر کیا

دیکھ تجھ جام چشم کا ایک دور

دل کے تئیں نشہ شراب ہوا

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر
نتھہ طبع میں 'داؤد' 'ولی' کا اثر آیا

برادر میرزا جمال الله "عشق" بخلص ' که حلف الصدق او می بود' معلوم شد که ' میرزا داود ' در سنه سبع و خمسین و مائه والف وفات یافت راقم سطور می گوید ' تاریخ ' —

داخل گلزار معنی طوطی رنگین بیان
از هم آباد جهان بگذشت چون تیر از کمان
مصرع تاریخ دوش گفت از من ها تفے
که " برفته میرزا ' داؤد ' از فانی جهان"

دیوانش قریب پانصد بیت بنظر در امد این چند ابیات ازو انتخاب یافت —

عزیزاں ! خواب میں دیکھاهوں آج اُس سروقامت کو
هوا معلوم وقت آیا هے میری سرفرازی کا

مسند هے اهل دل کو بساط زمیں کا فرش
هے بے ریا کو بوئے ریا نقش بور یا

مجھے طومار لکھنا هے وو زلف عنبریں مو کا
قلم کیوں نا کروں اے باغباں اب شاخ شبو کا

قانون شفا نطق میں هے یار کے موجود
اے دل نہ هو محتاج طبیباں کی دوا کا

کیونکہ سہر چاندنی کرنے کو نکلے وو نگار
دیکھنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہیں

مجھ در سوں توبے ہے اگر آوے عشق نہیں
اُس چشم پُر خمار کو دیکھا ہوں خواب میں

لے گیا دل کوں دلربائی سوں — مہر ربائی نے مہر ربائی سوں
کیوں نگہ کا قدم رہے در جا — مکھ پہ تور ہے صنم صفائی سوں

کرو مت وعدۂ کل، جان من انسان نہکل سوں
جو آدی کل سوں نہکل ہے اُسے کیا کام ہے کل سیں

مرا احوال چشم یار سے پوچھ — حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کی حقیقت — صنم کے زلف کے ہر تار سے پوچھ
مری ہر یک صدائے آہ کا بھید — سجن کے چہرۂ گلنار سے پوچھ

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جس نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتی — مرا دل غنچۂ احمد نگر ہے

روز دیتا ہے داغ سونے کو — شوخ زرگر پسر میں کیا فن ہے

ہوا ہوں چار چشم اب عاشقی میں — مجھے اُس چار ابرو کی قسم ہے

اے راہداں! اُٹھاؤ چمن کو زمیں سے
جو سر نوشت ہے اُسے کاں لگ مٹاؤ گے

گل دن، ہنستا ہے مجھ رونے کو دیکھ — غنچۂ گل گریۂ شبنم ہوا

آباد کیوں نہ یاد علی میں رہوں مدام
روز ازل سوں دل ہے مرا مرتضیٰ نگر

شاہ حیدر کشا کی یاد سیتی — دل مرا کرم سہی (؟) ہوا بارو

لکھتا ہوں جب سے نقش لب شیریں کے وصف کوں
مجھ ہات بیچ ندھان سیتی قلم نیشکر ہوا
آیا ہے نر میں جب سیتی وو صندلی قبا
داود ' تب سوں رقم مرا درد سر ہوا

بیں سہیلا کے داغ ترے مکھ پر اے صنم
آئینہ نقش جمال کا جوہر نما ہوا

دیکھ کر خط سبز کو تیرے تھا شرابی سو سبزہ نوش ہوا

کاش ہم بھی رہوں میں ہوئے عرق جب حسن علی شہود ہوا

جب سوں کیا لباس وو گل پیرہن ہرا
پکار گئی دکھا کے چھب عاشق کا من ہرا

آتش عشق سوں ترے جل جل دل ہوا دل ہوا کباب کباب

رنگ کاغذ ہوا ہے وا جنتی جب لکھوں سرو قد کے تئیں مکتوب

دیکھ تیرے لبوں کا رنگ مسی چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات
دل پر خوں مرا بر نگ حنا لے گیا گلبدن نے ہاتھوں ہات
دست رنگیں کو دیکھ کر تیرے رنگ مہندی چھپا ہے پاروں رات

نر جا ہے برگ گل سوں کہیں اُس کو ہو نصیب
جو کوئی ہوا سہید وہ گلگوں (قبا او) پر
کہتے ہیں عاشقاں تو مرا حال دیکھ کر
شاید ....

بار ملاقات بہوسی و بہوجب کمال ان چند اشعار اظہار از
نتائج افکار اوست —

ہم آہ گریہ کرنا، ہر دم میں اک دھرنا
گر صبح ہے تو یہ ہے، اور شام ہے تو یہ ہے
سب بلبلوں سے اول ہم کو تو ذبح کرنا
صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہ ہے

یارو قسم ہے تم کو کہیں جستجو کرو
دلدار میرے کو مجھ سے ذرا رو برو کرو
چاہو بہار حضرت گُل کی کرو ادا
اے بلبلو! دم اشک سے اول وضو کرو
اُس چشم مے پرست کا مارا گیا ہے جو
لازم ہے اس کی خاک سے خم یا سبو کرو
ہم کو ہمارے یار کے جلوے سے کام ہے
اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو

لب و رخسار اور قد و قامت   دیکھ سب غنچے مسکرائے ہیں

مجلس میں نہ جا پیارے! دیکھ رخ کی تجلی سے
ہوئیں گی شمع پانی، جل جائے گا پروانہ
اسلام سے نہیں مقصد اور کفر سے نہیں مطلب
منظور مرے دل کو ہے جلوۂ جانانہ

سوتا تھا مست یار اُسے کوئی جگا دیا
کیا عالم بہار خدا نے دکھا دیا

یاد کرنے سے گلرخاں کے سدا   گلشن آباد دل ہوا میرا

اُسی کے نام سے

عجب طرح سے چھوٹے ہموں کساں ملمانی

ہے شراب و کباب و فصل بہار   کوئی اس وقت میں پیا لا دو

زرگراں مجھ سے زرگری مت کر   بھاؤ بلا شتاب سونے کا

ازیں دست مفردات ' مہر ' و ' فتح علی خاں ' دلنشیں میکرد —

زلف دلبر سے مجھکو سودا ہے   لوگ کہتے ہیں مجھکو سودا ہے

میر دولت علی ' " دولت "

تخلص ذہن رسا و فکر آسماں پیما می دارد مظہر علی شاہ خطاب' مجسمۂ مرشد اوست نہال ہستیش در چمنستان ' آصفر' زیب طراوت پذیرفته' درین ولا بمقتضاے آب و خورد وارد این شہر گردیده بود' فقیر دولت خدا داد را غنیمت پنداشته' بملاقات فائز شده' ربط تمام پیدا کرد و ' دولت ' هم چند مرتبه غربت خانه را دولت خانۂ خود دانسته از راه بنده نوازی تشریف ارزانی فرمود' و اکثر رقعہہاے فقیر را تتبع نمود چنانچه جائے می گوید —

نقش ہے دل پہ مرے مصرع ' صاحب ' ' دولت '

کیا ہوا بات ہماری جو نہ مانے ہزار

وقتیکه از فقیر رخصت شده' عازم بطرف ' برهان پور ' شد' این مصرع بداهةً گفت (مصراع)

" دولت کو دل سے اپنے ' صاحب ' نہ بھول جانا "

حق سبحانه صحیح و سلامت ایشاں را بمکان خود رسانیده

نازک خیالی، تصور اور رنگین بیانی خود داغ دل میں دیکھیے —

توڑ لے توڑ لے بیٹھ کے میں بھر کے منگوا لیے!

دانۂ خاک سے پاؤں میں پڑے ہیں چھالے

انتظاری سے ڈری اے گل پر کیفیت

دیدۂ نرگس فتاں میں بھرے ہیں جالے

اگر بجائے 'پرکیفیت' 'نسرین رخسار' کی کہتے خوب ہوتا

ہاتھ مت ڈال میاں بالوں میں اپنے سر کے

ناگ بیٹھے ہیں پٹاری میں دھر کے پالے

دیکھ کر داغ سیہ دست حنائی میں سجن!

لالہ رویوں کے جہاں بیچ ہوئے دل کالے

دل آج درد سر سے پژمردہ جیوں کلی ہے

شاید سجن کے سر پر دستار صندلی ہے

پیش مصراع چاہیے بخاطر میرسد (ع) —

دل کو یہ درد سر سے جیوں یار بیکلی ہے



خوف ہے مجھکو مبادا کہ دوانی ہوئیے
صورت اُس کی نہ زلیخا کو دکھانا بہزاد
جائے نامے کے میں اُس یار کے تئیں بھیجوں گا
کھینچ تصویر کو 'دولت' کی لے آنا بہزاد

- اس غم کی کش مکش میں روتےہی عمر گذری
کیا یاد میں کروں گا جودی سے اس جہاں کو

لالہ نہال کرن ''داغ''

تخلص - ریختہ را ہموار می گوید و مضامین تازہ بعمدہ نظم می آرد - محرر این کلمات بواسطۂ 'مہر ادیب' کہ احوالش مفصلاً بتحریر یافتہ، بملاقات او پیوست، صحبت خوب بر آمد - رنگین مزاج و کشادہ فہم بنظر رسید گاہ گاہ بغریب خانہ می آمد و اشعار خود می خواند حق شناسانہ سلامت دارد - قبل ازیں 'رفعت' تخلص خود می نمود، چون مخلص والا گو(ہر) 'لالہ' است گفتم نسبت 'لالہ' تخلص 'رفعت' مطبوع نمی دانم، اگر 'شمع' یا 'داغ' تخلص قرار دہند اولیٰ است زیرا کہ تخلص 'شمع' بتخلص احقر کہ 'صاحب' است و لالہ می پیوندد و تخلص 'داغ' ہم نسبت لالہ مناسب بنظر می آید از انجا کہ دریں زمان لفظ شمع اصطلاحے در رندان پیدا گشتہ، قبول نکرد و تخلص 'داغ' باشارۂ فقیر بر گزید —

لالہ را نازم کہ او با داغ مے روید زخاک
خاک بادا بر سر عشقے کہ مادر زاد نیست

شہرہ دہر ابرو ہے ' اختر نام ہے وہ
'ہدایت' بھی تو کوئی روز ہی تنہا بیٹھا ہے

عبدالہادی "ہادی"

تخلص او بلا عبدہ شاہ 'سامی' است ' وقت سخن گفتن تیز
فہم ' و سادہ شاہ 'سامی' ' ریختہ ہا پیش گفتہ می شد'
زیرا کہ چون نسبت تلمذ ملاقات او از عمر دہ حیدرآباد اتفاق
افتاد ' صحبت باو خانگی نسبت داشت کمال او ہمہ معائنہ شد'
زیرا کہ یک زمان کثرت ملاقات است۔ بارہا ریختہ طرح
گردم مصرعے ازو سر زدہ الحاصل با فقیر ارتباط گرم داشت
فعل اوزن او را چندے جمال ظاہر ہم می بود' چنانچہ اکثر
یاران صورت پرست دل را در زنجیر زلفش بستہ بودند درجۂ
اوکہ فن شعر بدرجہ بہتر آمد ' تخلص بپاس خاطر خاطر حاجی
میر علی اکبر رمال ورنہ فقیر شاع بہتر نمی داشت
دیوان او قریب پانصد بیت بنظر در آمد' این چند اشعار حوالۂ
قلم شد' در مدح شاہ 'سامی' می گوید —

مدت سے ہے ورد زبان سبکہ نام 'سامی' کا
رہوں میں کیوں نہ ثنا خوان مدام 'سامی' کا
مسیح وقت اگر میں کہوں تو ہے بیجا
جو روح بخش سخن ہے کلام 'سامی' کا
مرے سخن کے کیا ہے زباں کو اہل سخن
نہیں یہ کام کسی کا ' ہے کام 'سامی' کا

باب الہا

ہدایت اللہ "ہدایت"

از شاہجہان آباد است ، مذاق سخن گوئی درست می دارد و مشق سخن از 'خواجہ میر درد' می کند این اشعار درہر دو تذکرہ مندرج اند —

بھلا ربط تو مری جان! کچھ 'ہدایت' سے
تمہارے جور سے شکوہ کبھو کیا ہو گا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار ہو کے کبھو
کچھ اور بس نہ چلا ہو گا رو دیا ہو گا

حیرت میں ہوں کہ ہجر ترے میں اے شب فراق
ظاہر میں دیکھتا ہوں کہ عالم ہے خواب کا

تیری زلفوں کی کچھ چلی تھی بات
روتے ہی روتے گذری ساری رات

یاد آتے ہی زلف کی' ہے پھر
پھر گئی جی پہ سانپ کی سی لہر

تجھ بن اے خونخوار یہاں ہردم دم شمشیر ہے
سانس جب پلٹے ہے گویا باز گشتی تیر ہے

ہیں سرنگوں چمن میں اور زرد رنگ ہم سے
نرگس کو جب سے دم نے آنکھیں دکھائیاں ہیں

ہمارے عشق کی یہ داستاں دور کہیں عاشق ہوا ہوئے تو نہ مٹے

غلام امام الدین علی "ہوس"

تخلص 'ہوس' ولد خواجہ غلام مصطفیٰ ابن خواجہ رحمت اللہ ابن خواجہ کمال صاحب ذہن وقاد (و سالک طبع) نقاد است بحر سخن چنان می رسد که نمی ساند، و گوہر مضامین می کشاید معنی را بیست بالادعای و سخن سنجی است سراپا اعجاز سخن باکمرهٔ او کار سحر می نماید، و معنی بر حسنه اش ہوش سامعان می رباید - حضرت خواجہ کمال جد کلان مشارالیہ صاحب تصرفات فراوان بوده، و اکثر رؤساء دکن حسن عقیدت در سدّه مبارک آن عالی شان می بوده مولانا 'ہوس' گل زمین احمد نگر است وطبع نکته رس او معنی پرور تا راقم سطور محبت دلی می دارد و اکثر اوقات بعزیمت خانه تشریف می آرد این چند اشعار آبدار نتائج افکار سحر کار اوست —

رکھو دل مست یاد نرگس ساقی، مدام اپنا
اے بد مستو! کرو لبریز تم اس مے سے جام اپنا
ہوا یا دل کی وحشت نے جہاں میں کہیں مکاں اپنا
دم آہو کے سایے میں ہے بادہ ہے آشیاں اپنا
اے دل جا کہہ پہونچ و دات کا ان حوس دماغوں کو
دیکھو موج نسیم نکہت گل پر بیاں اپنا

منتشر نہیں زلف پر چین چہرهٔ دلدار پر
رنگ کے لشکر لیے دیکھو روم پر شمعوں کیا

شوق ہے مجھکو جہاں کے سامنے ہوں نیک نام
ہوا ہوں جب سے میں 'ہادی' غلام ساقی کا

در حق حاجی میر علی اکبر می گوید —

جگ میں ہے دلچسپ ازبس حاجی اکبر کا سخن
سن کے اس سے شعر، ہیں گلشن میں سب بلبل خموش
نقد دل لیتا ہے میرا ایک میٹھی بات سے
یہ دہن تیرا اے ظالم کیوں نہ ہو حلوا فروش

کیوں نہ ہو آنکھوں کو تیری میرے دل سے دوستی
دل مرا ہے شیشہ گر، انکھیاں تری ہیں بادہ نوش

این اشعار از دیوان اوست —

یقین میں ہم بتادوں حق کو ہرگز پوجتا نہیں ہوں
حبیب اپنا، شفیق اپنا، نگار دلربا اپنا
جہاں فانی مطلق ہے، عبث دل بستگی اس میں
نہ یہ اپنا، نہ وہ اپنا، رہے آخر خدا اپنا

بار تجھ پر سہوماں ہووے گا مت ہو بے قرار
'ہادی' کامل سے مجھکو یہ اشارا ہو گیا

دلدار پر مرے ہے عجب کچھ بہار آج
ہے آفتاب حسن مگر آشکار آج

غم کی آتش بیچ جل گئی یہ ہمارے دل کے، دیکھ
ہاتھ جل جاویگا، تردا وہ انگاروں کو نہ چھیڑ
سن یہ قائل ا 'ہادی' کامل کی یہ گفتار ہے
ایک کا مائل ہو بلبل، گل ہزاروں کو نہ چھیڑ

اُس آتش دل کوں مقناطیس میری خاکساری ہوئی
دیا ہے کہربا کو کھینچ کر کاہ ناتواں میرا

جاویں گے پر پرے شعلے کے پھر کے بے‌آشنا قدر دو
بھرا ہے عشق کی آتش سے ہر ہر استخواں میرا

اگر نام خط لاوے زباں اوپر وو شیریں لب
خطا ہوں نافۂ آہوے چیں سے اشکیں نکلے

روؤں جب یاد کر اُس شوخ کے دریا بہانے کو
دکھے سب آنکھ میری آنسوؤں سے کان گوہر کی

ترے کوچے میں دل جن سے نکل یوں شاد ہوتا ہے
کہ وصل گل میں جیوں مرغ قفس آزاد ہوتا ہے

ملا تھا اُس حنائی پاؤں پر یک روز آنکھوں کو
چمن ہر اشک رنگیں سے مرے ایجاد ہوتا ہے

نہایت ہے جوش جنوں گرم سودا ناخن میں میرے
بشکل مومیائی نشتر فصاد ہوتا ہے

وو قاتل ہم سفر زوروں کے مشہد سے اگر گذرے
ہماری خاک سے جیوں شام رنگ خوں پیدا ہو

گرہ دل میں ہوا ہے عشق کس کی دلربائی کا
کہ ٹپکے جائے آنسو گوہر یکدانہ مژگاں سے

پھروں گر شعلہ رو کو یاد کر گلشن میں آہ سرد
تپ و لرزہ گلوں کے تن میں رنگ و بو سے پیدا ہو

جوش سودا دیکھ مجھ میں یاروں فصاد نے
نشتر مژگاں سے جاری نبض دل کا خوں کیا

شربتی کاغذ پہ وہ صف داغ چیچک جب لکھوں
تب دیے ہر حرف میرا نقش ریحاں کی مثال

شعلہ رو کے حال مشکیں کے سوا ہم آج تک
آگ پر توڑا ہوا اسپند کہیں دیکھا نہیں

✓ یک گھڑی کہیں بیٹھ کر روئے تھے چشم تر سے ہم
خلق میں مشہور ہے جو نوح کا طوفاں ہوا

تری رویوں نے داک دل ہمارے حیف توڑے ہیں
یہ سہتے وہمتی سنگیں دلوں نے مست پھوڑے ہیں
ہوئی ہے گردش چشم صنم سے نسکہ آزادی
لعاب ناسخ تھہ عیسی نت و لرزہ میں اورے ہیں

نباسی رنگ و بو اٹھ اس کے استقبال کو دوڑیں
چمن میں گر وہ باغ دلبری کا نونہال آوے

کفر و دیں سے مختلط نہیں نسبت پیوند عشق
سبحۂ و زنار کے رشتوں میں نہیں تار جنوں
ہوں خیال کاکل جادو کا میں سودا زدہ
موج زن ہے مو بمو میرے سے آثار جنوں
رہ دیے' جل جائیگا دیوانہ ہو ناحق ہما !
شعلہ زن ہے استخواں میرے ستی نار جنوں
گر مروں' گازورم آہو کے سائے میں مجھے
وحشت چشم پریرو سے ہوں بیمار جنوں

رہا گر مجھ کو دینے میں کروں گی گھر میں جا دارو
اگر مجھ کو ہوئی فرصت، صبح پھر آؤں گی، چھوڑو
اگر کوئی آکے دیکھے گا، تو دل میں کیا کہے گا جی
مجھے بدنام کی کرتے، کہیں میں جاؤں گی، چھوڑو

''ہادی''

میر مچھلی ہادی میرٹھی دوستہ —

تیری انکھیاں اور زلفیں سے کافر ہوا سارا جہاں
اسلام اور تقویٰ کہاں، زہد اور مسلمانی کدھر



پھر نظر خورشید نے دیکھا ہے مہ کی چشم مست
لعل احمر سے شراب ناب کھینچا چاہئے

دیکھ چشم مست ساقی، خواب میں مخمور ہوا
میری آنکھوں سے شراب ناب کھینچا چاہئے

"ہاشم دکھنی"

طوطی شکر مقال دکنی است، چون مقرر است کہ در ہندستان مرد عاشق زن است، اکثر اشعار در زبان مرد نسبت زن موزون می کنند، مثل لیلیٰ و سلمیٰ و سعاد و در ایران و توران عاشق مرد مرد است، چنانچہ از اشعار ایشان معلوم می شود و قصۂ 'ایاز' و 'محمود' دال است برین معنی و در ہندوستان زن عاشق مرد است، چنانچہ این رمز از خواندن اشعار ہندی یعنی کبت و دوہرا و دیگر تصانیف ہندی واضح می گردد و طرفہ تر آنکہ در کلام مجید قصۂ عاشقی زن بر مرد واضح شدہ، یعنی قصۂ یوسف علیہ السلام امیر خسرو می گوید ۔

خسروا در عشق بازی کم ز ہندو زن مباش
کز برائے مردہ می سوزد جان خویش را

و ہمین مضمون را در دوہا می بندد ۔

خسرو ایسی پیت کر جیسے ہندو جوئے
پوت پرائے کارنے جل جل کوئلہ ہوئے

لہذا 'ہاشم' در اشعار خود بموجب ضابطۂ ہندی اظہار عشق از طرف زن می نماید از وست ۔

گھبرائے کے فراق سے ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینہ میں اپنی بہار دل

مؤلفان نقل می کنند که در سورت آمده بود، و چندے رحل اقامت افگنده، احرام بیت الله بر بست و زیارت حرمین شریفین نموده. مثنوی او در تعریف شهر مبارک سورت قریب یک صد بیت بملاحظه افهام در املا می گوید. —

عجب ہے شہرت و صورت سے 'سورت' ہر اک صورت ہے وہاں اصل صورت
حکم ہے امردان پر رو صفائی ولے ہے بدشمر حسن بتاں کی
سدا اندر کی ہے ہر ایک قدم میں چھپا اندر سدا کو لے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل میکرد که روزے یکے از شعرائے دکن که صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است، بر کنار آب نشسته باده پیمائی می نمود و دیگر ارکان مجلس هم بقدر مرتبهٔ خود داشت درست مهتاب مائل دریا بر درد، خصوصاً فقیر در گوشهٔ تنها ایستاده نظاره میکرد که ناگاه شاعر سر خیل در حالت سکر باده پیمائی آغاز نهاد و کلمات پوچ از زبانش سر زدن گرفت تا بایں حد رسید که، 'ولی' چه طفل بود و چه ناوه گوئی نموده که مردمان بدو نسبت میکنند من چندین معانی نازک و الفاظ دلچسپ در شعر خود درج کرده ام، اما قدردان کو- اگر دریں زمان 'ولی' می بود از طپانچه رخسارش سیاه میکردم، تا دعوی رنگین بنیادی نکند - هاں بیارید دیوانش را تا از آب فرو شویم- چنانچه خادم او بموجب امر دیوان 'ولی' را بیاورد و او تمام ورق ورق را در آب سیاه نمود- قصه کوتاه چون صبح شد، و آن خمار نشه از سر بیرون رفت، دیوان را طلبید که دیوانے تصنیف خود

باب الواو

محمد ولی "ولی"

تخلص - شاعر والا اقتدار و سخن سنج سخن گفتار است زبدۂ سخن ریخته در زمانش باوج کمال رسیدہ، و بازار این زبان آمیخته در دور او گرم گردیدہ اگرچه در ازمنۂ ماضیه موزونان این جا شعر را بزبان ریخته گفته اند، اما صاحب دیوانے بدین سعادت و فصاحت از کتم عدم سر نکشیدہ و شعرائے سلف چند، طوطی شکر مقال بوستان سخندانی اند، لیکن چنین بلبل هزار داستاں بگوش نه رسید - آرے والی ولایت بارک معانی، و شهنشاه قلمرو خوش مقالی است چنانچه می گوید —

اس شعر کی دو طرح نکالا ہے جب 'ولی'
یوں اختراع دیکھ رہے دل میں سب عجب

و دیگر می گوید —

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے 'ولی'
لیکن نہیں بولا ہے کوئی ایک شعر خوش تر زیں نمط

مولد او خاک پاک 'اورنگ آباد' ست، چون اکثر بگجرات در درگاه حضرت شاه وجیه الدین قدس سرہ کسب علم کردہ و در دہلی کہنہ متصل گنج مدفون گشته مردماں نسبت (او بگجرات) کردہ غلط محض قصیدۂ سپردہ اشعار که در ابتدای گجرات گفته، بدیوان او در نظر رسید، مطلعش این ست —

اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تجھ سوں

ٹک پاؤں کے بچھوے کی آواز سناتی جا

حرف بے جا بجا ہے گر بولوں　　دشمن ہوش ہے بتا کی ادا

مرے دل کی تجلی کیوں رہے پوشیدہ مجلس میں

صفائی سوں ہوا ہے پردۂ فانوس تن میرا

اس مکھ کا رنگ اُڑ کر قوس قزح کو پہنچا

دیکھا جو تجھ بھواں کی تروار کا تماشا

روز سیاہ اُس کے مو مو سے جلوہ گر ہے

تجھ زلف میں جو دیکھا دیجور کا تماشا

ہرگز 'ولی' کسی کن سا کی ترا نہ ہوتا

گر تجھ میں اے ہٹیلے ہوتا نہ طور ہٹ کا

بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئیں　　کام ہے تجھ چہرۂ گلنار کا

آرسی کے ہات سے ڈرتا ہے خط　　چور کو ہے خوف چوکی دار کا

آئینہ تجھ سیں ہو کے ہم زانو　　شہرت افزا ہوا ہے گلشن کا

بدخشاں میں پڑا ہے شور تیرے لعل رنگیں کا

ہوا ہے چین میں شہرا تری اس زلف پر چیں کا

که با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیده بود، نسبت از غلطی سوئیمی آمد و دیوان ولی، همچنان مخطوط ماند - لاچار از وقوع این امر غریب خجالت در آمد و سخن را بلبت اسناد نمود و به تنهائی سر انجاح بدرگاه کریم کارساز که شکنندهٔ غرور هر متعصبے است 'فرود در آمد - اما آنانکه اهل مجلس او بودند ' واقف این ماجرا راست و دروغ در گردن راوی - محرر سطور بموجب اقرار راوی به بیاض رساند ' والله اعلم کلیاتش دو هزار و سی صد ابیات بشطر رسید' اگرچه اشعارش عالمگیر است لیکن بنا بر الزام این خوبنده چند اشعار انتخاب بموجب فکر ناقص بود انتخاب زده البیان نمود —

دیکھ اے اہل نظر سبزۂ خط میں لب لعل
رنگ یاقوت چھپا ہے خط ریحاں میں آ
حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا صورت انساں میں آ
شیخ یہاں بات تری پیش نجا ہے ہرگز
عقل کو چھوڑ کے مت مجلس رنداں میں آ
دسکہ مجھ حال سوں ہمسر ہے پریشانی میں
درد کہتی ہے مرا' زلف ترے کاں میں آ

جگ کے ادا شناساں' ہے جن کی فکر عالی
تجھ قد کو دیکھ بولے یو راز ہے سراپا

مدت سے 'ولی' خموش ہے بات سے دل کے
کیوں بھی اے جگر آہ کی دوست کو پوچھتا جا

کہہ آپس کی نرگس بیمار کو   ماسماں کے ہوں بیں پڑھ کر

تجھ ابروے جمدار سوں ہرگز نہ پھرے دل
کیوں جائے سپاہی دم شمشیر سوں ٹل کر

نپاوں خط دوا کس بےخطا پر   چلتا ہے آج دوح شام لے کر

ہوں گرچہ خاکسار ولے از رہ ادب
دامن کو تیرے ہات لگایا نہیں ہنوز

گر پڑے انکھیاں میں مری اُس کی صورت کی شعاع
موند لوں انکھیاں کے پٹوں تا کوئی نہ پاوے اطلاع

لب پہ تل ہر کے جلوہ گر ہے جو خال
حوض کوثر اوپر کھڑا ہے بلال

راہ مضموں تازہ بند نہیں   تا قیامت کھلا ہے باب سخن

آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے 'ولی'
سرو قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں

لیا ہے گھیر تجھ زلفاں نے تیرے کان کا موتی
مگر یو ہند کا لشکر لگا ہے آ ستارے کو

اے زہرہ جبیں کشن ترے مکھ کی کلی دیکھ
گاتا ہے ہر یک صبح میں اُٹھ رام کلی کو
اگر بجائے "گاتا ہے" "کہتا ہے" می گفت ، این شعر
درست میشد و از زبان حرف گیران نجات می یافت —
ہر یک مہرو کے ملنے کا نہیں ذوق   سجن کے آشنا کا آشنا ہوں

ہوا ہے دل مرا مشتاق تجھ چشم شرابی کا
خرابی اوپر آیا ہے شاید دن خرابی کا
کیا مدہوش مجھ دل کو انکھیاں نیں ساقی کے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

مت جا چمن میں لالن! بلبل پہ مت ستم کر
گرمی سوں تجھ نگہ کی گُل گل گلاب ہوے گا
مت آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن
تجھ مکھ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہوے گا

وو بھواں کیوں نہ ہم سوں ہوویں بانکی
ماہ نو نے جسے سلام کیا

سیر صحرا کی دوں نہ کیجو ہرگز　　دل کے صحرا میں گر خدا پایا

پیو کے ہوتے نہ کر تو مہ کی ثنا　　معتبر نہیں ہے حسن دور نما

اعجاز حسن دیکھ کہ وہ روے نازنیں
پیدا کیا ہے چشمۂ آتش سوں آب آج
کیا بے حجو ہوا ہے معلم صنم کو دیکھ
مکتب میں اُس کے بھول گیا ہے کتاب آج

نکلا ہے بے حجاب ہو بازار کی طرف
ہر بوالہوس کی گرم ہوئی ہے دکان آج
شعلے کو دل کے سہل ہے جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں آہ سوں میں نردبان آج

ہوئی حق کی اُن نہ جب نوبطر حسن لطافت بہم جسالہ

ہوا حکم حق محمد اُن اوپر صلو اعلیہ و آلہ

مجھے اچرج سی آوے ہے سجن کے دان کہانے کا

نچھاوں کیا سبب باوجود اصلی کے رکھانے کا

کرتا ہوں جاںسپاری کٹھوٹی ہیں ہات جس کے

کرے تو دل کا چونا آتا ہے پان کہانے کے

نچاوں وو ہلال ابرو کس اوپر چلا ہے باندھ تیغ مژگاں کو

از بسکہ شکستہ دل ہوں غم سوں لکھتا ہوں شکستہ خط سوں نامہ

مہر بھی 'مہر' و 'فتح علی خان' ان اشعار انتخاب
می نمایند —

نہ پوچھو عشق میں جوش و خروش دل کی ماہیت

ہر رنگ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

اس کے قدم کی خاک میں مثل جسر ہے نقاب

عشاق کے کیں میں رکھو اس عنبر کو

غرور حسن نے تجھکو کیا ہے اس قدر سرکش

کہ خاطر میں نہ لاوے توں اگر دیکھے کھڑ 'ولی' آوے

خبرداری سے اُس معشوق کے کوچے میں جا اے دل

کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

می گویند 'ولی' وقتیکہ در مکہ رفت و کعبہ دُر کعبۃ
او ربود' ان بیت کہ مذکور شد' گفت —

اے طفل نہ کر تو فخر' یہ دل تکمہ ہے سجن کی بکتری کا

تصویر تری جاں مصور نہ لکھا ہوں   تو نقش نبی پردۂ سودا پہ لکھا ہوں

اے دل شتاب چل کہ تماشے کی بات ہے

بیٹھا ہے آفتاب نکل اہتاب میں

بہوت روبہوت کام کرتے ہیں   یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

نہ لیو آزار میرے دل کو اے آرام جاں سمجھو

تو جولی کچھ صفا رکھتی نہیں اے مہرباں سمجھو

گر تجکو ہے عزم سیر گلشن   دروازۂ آرسی کھلا ہے

گذر اُس سرو قامت کا ہوا ہے جب سوں مسجد میں

موذن کی زبان اوپر ہمیشہ لفظ قامت ہے

آسمان اوپر نہ دیکھو چادر ابر سفید

جا نماز زاہد عزلت نشیں برباد ہے

سرو کی وارستگی اوپر نظر کر اے 'ولی'

باوجود خود نمائی کس قدر آزاد ہے

آفتاب آتا ہے محرم ہو کے دیکھ کو چے طرف

صبح صادق اُس کے در میں جامۂ احرام ہے

اے 'ولی' کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج

داد اُس انکھیاں کی تجکو روغن بادام ہے

دو قیمت لے گیا ہوں بلبل سے   گرچہ مذہب میں وہ ہزاری ہے

گئے رات معراج کی' عرش اوپر بلغ العلیٰ بکمالہ

کھلے پردے بھید کے سربسر کشف الدجیٰ بجمالہ

کیونکہ پڑی ہو جس سے تھوڑے   ڈھونڈھی کہاں ہے دل بچھڑا یہیں

اے جان دوانی' وعدۂ دیدار کو اپنے

ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے تو

یک دل یہیں آرزوئے مالی   برجا ہے ' محال کر چلا ہے

گناہوں کے سبب تا نہ بچے کیا ہم اُس پریشاں کو

جسے وو زلف دستیار ہو روز قیامت میں

"وفا"

شاعر دست خوش گو' عدیمۂ فکرش نادر رنگ می سگند —

خال و خط نے پھو کے مجھہ دل سوں نکالا ہے دھواں

تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے

میاں نورالعین "واقف"

تخلص واقف مضامین پر جستہ و عارف معانی بستہ است شعر فارسی نام از نبات گرفته '

---

* آقا امین ایلچپوری تخلص 'وفا' پدرش حکیم محمد تقی خان در عمل صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علیخان بمرتبۂ امارت رسیده بعالم بقا رحلت. بعد فوت پدرش تلاش منصب و جاگیر نکرده ' در بلدۂ ایلچپور صوبۂ برار ' دکان وجه بوسیله حکام آنجا قانع و خورسند است. بعلم عربی و حدیث و فقه آشنا ست طبع نظم و نثر دارد. در بلدۂ ایلچپور روضۂ منوره که حضرت شاه عبدالرحمن با علوشان است۔ هرسال در عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنائی چراغان به تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفته (تحفۃ الشعراء)

دل چھوڑ کے یار کیوں کہ جاوے ‏ ‏ ‏ ‏ زخمی ہو شکار کیوں کہ جاوے

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی ‏ ‏ ‏ ‏ ہوش عاشق رم غزال ہوا

کیا غم ہے اُس کو گرمیِ خورشید حشر سے

رحمت سیاہ حسن کے سر اوپر ہے سائباں

مت راہ دے رقیب سیہ رو کو اے نگار

تڑپے ہزار بار جلائے صھوب سے

دشمن دیں کا، دین دشمن ہے ‏ ‏ ‏ ‏ راہ زن کا چراغ روشن ہے

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اُس کو

کرتی ہے نگہ حسن تک نازک پہ گرانی

کہاں ہے آج یارب جلوۂ مستانۂ ساقی

کہ دل سے تاب، جیو سے صبر، سر سے ہوش لے جاوے

عالم میں ترے ہوش کی تعریف میں کی ہے

ایسا تو نکر کام کہ مجھ پر سخن آوے

سن 'ولی' رہنے کو دنیا میں مقام عاشق

کوچۂ زلف ہے، یا گوشۂ تنہائی ہے

جلد چل تک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں

کاہلی کو رہ نہ دے سالک کہ منزل دور ہے

پہنچتا ہے دلوں کو ہر جاگہ ‏ ‏ ‏ ‏ غم ترا روزی مقدر ہے

✓ عجب کچھ لطف رکھتا ہے شب خلوت میں گلرو سے

سوال آہستہ آہستہ، جواب آہستہ آہستہ

میر جعفر الله "واحد"

تخلص والد میر نجف الله بن میر عبدالله، سید صحیح النسب و عمدهٔ روزگار است. جد بزرگوارش در عهد حضرت خلد مکان بمنصب پانصدی امتیاز داشت، و بعلوی مرتبت و سموی فطرت علم یکتائی می افراشت. "واحد" هم با حالت فقر بمعاش پاکیزه بسر می برد و گاه گاه بنابر موزونیت فکر شعر می کند. با راقم سطور اخلاص می دارد و اکثر اوقات به غیرت خانه تشریف می آرد. شعرش مملو از رنگینی و ملاحت بے اندازه است —

رونق بزم جہاں شمع رخ سادے ہیں گرچہ اسباب طرب ہم کو بہت سا ہے

آرسی کو دیکھ مہرو نے درخشاں کر دیا

ذرہ بے قدر کو خورشید تاباں کر دیا

میر عبدالهادی "وقار"

تخلص - خلف الصدق نواب شاه نواز خان بهادر سلمه الله تعالی بخدمت دیوانی جاگیرات و دیوانی بادشاهی سرکار دولت مدار مختلف صوبه برار سر فراز است - از وفور کاردانی و معامله فهمی مصدرای نیکو خدمت بظهور آورده بمنصب دو هزاری و هزار سوار بعطای طوغ سر بلندی یافت با آنکه سن عمرش از پایهٔ عشرین گذشته، امادتائید افضال حضرت پروردگار بحسب عقل و تمیز در تمکین و "وقار" پسندیده اطوار، مانند پدر بزرگوار خود است. بحدت فهم و جودت طبع اشعار فارسی و هندی طبع درست دارد، از وست —

(بقیه در صفحهٔ آئینده)

و صحبت رنگینش با طراف عالم رفته احوالش مفصلاً در تذکرۂ 'مجمع النفائس' سراج الدین علی خان 'آرزو' و شاہ عبدالحکیم 'حاکم' وغیر ذالک مسطور مستوفی سخن ریخته بیشتر می نمود ' الحال بغزل گوئی سرگرم است - با راقم سطور اخلاص دلی دارد - چنانچه تذکرۂ " مردم دیده " شاه عبدالحکیم حاکم که سه هزار بیت کسری زیاد است او بدستخط خود رقم نموده براقم سطور عنایت فرمود - این چند ابیات که بیشتر گفته در خزانۂ حافظه موجود بود و بتکلیف این احقر در خوانده تحریر می یابد —

آتی ہے بوئے خوں مجھے اِس لالہ زار سوں
اے باغباں یہ کس کے شہیدوں کا کھیت ہے

عزیزوں سے نشاں کوئی نہیں دیتا ہے یوسف کا
بھٹکتا آیا ہوں یارو کیا کنوں کوئے * میں گرتا ہوں

مجھے دماغ نہیں گر مجھے بلائیے گا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ہے فلانے کا
بہار دیکھی ہے اُس باغ کی ' خزاں دیکھی
کوئی بھی ایک طرح پر نہیں زمانے کا
قفس میں دھوم مچا خوب سی کہ مرغ اسیر
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھی آب دانے کا

---

* کنواں سے

اصحاب طبع 'واجد' نے یہاں شعر کو
معنی و رنگینی کے لحاظ سے دو چنداں کر دیا

(نمونہ صفحہ گذشتہ)

سجن ! تجھ بن جیا میں جل مل رہا ہے
ہمارے ہاتھ میں کب دل رہا ہے
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل   یہی عقدہ مجھے مشکل رہا ہے

رباعیات

اس شوخ سیں میں کہا کہ مجھ سیں بولو
اس عاشق گریاں طرف انکھیں کھولو
کیا پوچھ رہا ہوں آنسوؤں کے موتی   کہتا ہے وو ہنس کے مجھ سے رولو رولو

میں مدت کے بعد ایک دم جو سویا
دیکھوں تو مجھے کئے ہے ظالم گویا
ایک ان میں جھٹ کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک میں وو نہ دیکھا ' رویا

از بسکہ ہم اب عشق کی سیکھے گھاتیں
سب بھول گئے وہ سادگی کی باتیں
نکلا جو خط سیاہ گورے منھ پر
اس وجہ سیں شاید کہ پھریں دن راتیں

کیونکر گل باغ بن رہیگی بلبل
آخر اس غم سیتی مر رہیگی بلبل
اتنی ہے بہار اب تو ' ہنستے ہیں پھول
ہو ویگی خزاں تو کیا کرے گی بلبل

(تحفۃ الشعراء)

نامۂ درد جدائی جب لکھا دلدار کو
خون کے شگوف سے آنکھوں نے افساں کر دیا

(بقیہ صفحہ ۔ ۔ گذشتہ)

ہمیں رکھتا ہوں دستاویز اپنی خون ناحق کی
مگر قطرہ لہو کا دامن جلاد کوں پہنچے
اسیروں کو قفس کے کس کے نئیں پروا ہے مرنے کی
ہماری کس طرح فریاد اب صیاد کو پہنچے

چمن کے صحن میں ہم بھی نہال ہوجاتے
جو تیرے پاؤں تلے پائمال ہوجاتا

مجھے کر جاں کنی کا حکم وو شیریں فغاں کر تا
کہا اُس کا خدا کی سوں ارے یارو بیاں کر تا
فلک گرتا زمیں پھٹتی، چمن سے رنگ و رو جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اے ظالم بیاں کر تا
نتھا نے میں جلے دل کے شرر جو سخت دھوما ہے
گلے میں جس ستمگر کے وو دیکھو لال دہما ہے
بتو ! خوان محبت پر ہمارے پھر نظر دیکھو
دل صد پارہ آخر کیا مرے کا گوشت قیما ہے
گلستاں محبت کا مجھے لالہ بنایا ہے
سراپا غرق خوں ہو داغ دل جس پر 'صمیما' ہے
دیکھنے کوں غنچہ و گل کے جب آتی ہے بہار
دم بدا گلشن میں اپنا خون کھاتی ہے بہار

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مصر سے یوسف چلا نکلے کو اے کنعانیو!
تم میں کیا قدرت نہیں اتنی کہ اس کو مول لو

عشق میں صبر و قناعت گرچہ کچھ مشکل نہیں
لیک اُن کو ہی کہ جن کو دل ہے، میرے دل نہیں

نہ لے جا نقد دل کا اے اناڑی عشق کے بیچ میں
کئی ٹھگنے پھرے دیکھا ہے وہاں کے جانماروں کو

سن کر احوال مرا ناصح مشفق نے 'زکی'
ہات سے ہات ملا درد سے سینہ کوٹا

'فتح علی خان' نوشتہ کہ "بعضے گویند این شعر از 'ولی' دکھنی است"۔ 'صاحب' میگوید دیوان 'ولی' بنظر در آمد، این بیت درو داخل نیست تحقیق کہ از 'زکی' است —

سجن کے دیس کیا پہنچی ہے بیہوشی نہایت کو
دیے آیا بھول کر قاصد کتابت جا نہایت کو

اے منکر حقیقت تک سیر کفر لازم
اس اوپری حکمت میں کوئی آشنا نہیں ہے

بعد مرگ کوہکن شیریں اگر جیتی رہی
دیکھ کر یہ جوئے شیر اپنا لہو پیتی رہی
چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
تا قیامت سوزن تدبیر اگر سیتی رہی
خاکساری پر نہ کر موذی کے ہرگز اعتماد
جونک ماٹی میں ملی، تو بھی لہو پیتی رہی

باب الزاء

جعفر علی خاں " زکی "

'زکی' بالطبع و الخلق است، گوہر آبدار اشعارش بہ مرتبۂ کمال غلطاں مسعود، و زلال سخن کلامش بدرجۂ عادت میگرد و این چند ابیات از اوست —

دل میں آوے سو کرو اب تو گرفتار ہوا
میں تو تحقیق محبت کا گنہ گار ہوا

مصرعۂ اولی خلاف محاورۂ نکمہ چنداں است، اگر چنیں می گفت خوب بود —

ع - دل میں کیا ہے سو کہو اب تو گرفتار ہوا

دیکھو یارو! وو منصور کی سولی کیا تھی
مجھکو ہر نوک پلک شوخ صنم دار ہوا

سیر گلشن سے نہیں مجھکو تسلی ممکن
جب سے میں بلبل نالاں گل رخسار ہوا

اے 'زکی' اب تو ذرا عرش میں پہنچا ہے دماغ
خوش قدوں میں ذرا شاید کوئی غم خوار ہوا

این ابیات از ہر دو تذکرہ فرا گرفتہ شد —

اے گل و بلبل بہار آئی ہے ٹک دل کھول لو
چار دن صحبت غنیمت جان کر ہنس بول لو

باب الحاء

میر محمد باقر "حزین"

شعرش رنگین و سخنش شیرین است، فتح علی خان، می‌طرازد که سالے چند ازین پیش جہان‌آباد جنت بنیاد را وداع گفته در گلشن بنگاله سان بلبل هزار داستان نغمه سرائی می‌کرد. فقیر ولا از میرزا 'مظہر' مسموع شد که لشکر غنیم رعدا حوالے در شہر شہان نہب تاراج آورده متاع صبر و شکیب را بتالان* برده در همین شور و آشوب وقت حیات را بمقتضای اجل سپرد. انتہی. اگرچه محرر سطور را در احوال کماینبغی میر 'حزین' اطلاع دست نداد، اما این قدر معلوم که از تلامیذ میرزا 'مظہر' سلمه الله تعالیٰ است، چنانچه می‌گوید —

اے 'حزیں' شکر کہ ہے مصحف ارباب جنوں
فیض سے حضرت 'مظہر' کے یہ دیواں مرا

اشعار سوز انگیز و مضامین دلچسپ بسیار می‌دارد، این ابیات آبدار از آنست —

وصل گل تو ہوچکی کیا دیکھیے ہونگے شاد ہم
کچھ کرا اے صیاد نہیں ہوئے کے اب آزاد ہم

---

* بتذکرهٔ فتح علی خان اور اس تذکرے کی اصل میں یونہیں لکھا ہے، غالباً "بہایاں" ہوگا —

در منقبت حضرت شاه نجف گفته —

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ   نبی کی آل کی بارہ دری دیکھ
نبی کی آل اوپر وار جانا   اسی بارہ پلی سے پار جانا

در تعریف عشق و آبلهٔ پا گوید —

جنوں کی راہ کے گوہر پھپھولے   کہ کانٹے بات میں جاتے ہیں تولے

پیرجان ”راجی“

تخلص، متوطن قصبه بنیاد است، از چندے برهان پور، بسر می برد. می گویند که آزاده می زیست، و شعر هزل بطور خود می گفت، و بسیار مردمان بزرگ را هجو نموده. و از دست خود دیوان جمع نکرد، مگر یاران مجلس او درین جهد کردند، قریب دو هزار بیت دیوانے فراهم آمد. چنانچه نوبت بحرر این نامه بنظر رسید، دل نخواست که بمطالعهٔ او گراید و ازان اشعار چیده انتخاب نماید. ناچار بهمین یک بیت بنابر المرام اکتفا نمود —

وصف تو قل هو الله احد و صمد هے، تون هی
تجهه کو ولد نه والد، دائم، قدیم، اکیلا

جھکا ہوتا ہوں میں از بس تیغ ہیں تیر در کنا
سمجھے لکھا ہے جس جس طرح سے ہمارا نشاں میرا

نکته این بیت فصاحت ندارد و جائے انگشت حرف گیران است -

فرش ہو جاتا ہوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
طور کا کوئے نہیں جوئیے حضرت موسیٰ ادب

مفتی علی خاں می نویسد که 'بے ہوشی حضرت موسیٰ از ظہور تجلی بود نہ از مشاہدۂ طور' شرح و بسط این وجه از فرط شیوع در این نسخه که خیلے با اختصار و اقتصار نوشته شده مناسب نہ افتاد "و من اتبع عليه الهدىٰ".

سید عبدالولی (عزلت) سلمه الله تعالیٰ در حاشیه مرقوم نموده اند که بعد از ظہور تجلی بر طور حضرت موسیٰ ہر گاه بر طور می رفتند، بآداب تمام پا می گذاشتند چنانچه مفصل این امر مفسران و شارحان حدیث بیان کرده اند، و 'جرئت' ادب حضرت موسیٰ را تمثیلے کرده است، نه که بے ہوشی اوشان پس اعتراض مصنف بے جا است، و ناشی از سوء تامل است راقم سطور می گوید که بے ہوشی حضرت موسیٰ از ظہور تجلی نوشته واقعی است، چنانچه ملک العلام در کلام ذوالاحترام می فرماید "فلما تجلیٰ ربه للجبل جعله دكّا و خرّ موسیٰ صعقا" یعنی ہر گاه تجلی کرد خدائے او بر کوه ساخت او را پاره پاره و افتاد موسیٰ بے ہوش - لیکن از بیت مذکور معنی بے ہوشی استخراج نمی شود، مگر معنی "فرش شدن" بمعنی "بے ہوشی" قرار یابد، در صورت این معنی ربط مصرع با مصرع نمی شود و چسپاں مطلق نمی گردد و جوابے که سید عزلت سلمه ربّه، نوشته بجا، زیرا که فرش شدن را چرا

وہم آتا ہے مجھے اس مست خاک اپنی نہ جائے
خودرو باں کی ہوا میں یوں گئے برباد ہم

زندگی ہی تلخ ہو جاتی ہے ہم نہ کیا کریں
حسرتوں کو اپنی جب کرتے ہیں جی میں یاد ہم

کچھ نہ آخر چل سکا ہائے ان دو دشمنوں سے بھی
لے گئے دل کے دکھوں کرتے رہے فریاد ہم

کیوں نہ ہووے شاد ہم سے حضرت مجنوں کی روح
عشق کے صحرا کو رکھتے ہیں جبیں' آباد ہم

این ابیات انتخاب میر محمد تقی (میر) و فتح علی خان است —

ہم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا　ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب پوچھا ہے مرا عشق میں رسوائی کا
معتقد جی سے ہوں اس دل کی میں دانائی کا
دلبروں میں سے لیا ڈھونڈ سجن! تجھ سے کو
میں دوانا ہوں ان انکھوں کی شناسائی کا

کیوں نہ ہووے دل ہمارا جاے خوں اس رشک سوں
ان لبوں سے برگ پان دوں ہمزباں اب ہو گیا

بہار آئی ہے جب سے' یاد کر کر گلستاں اپنا
قفس میں ہائے بلبل کسطرح دیتی ہے جاں اپنا
یہ کہکر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ با قسمت
لکھا یوں تھا کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیاں اپنا
کبھو کوئی جو بلبل دیکھ گل کو جی سا پاتی ہے
مجھے بے اختیار اُس وقت یاد آتا ہے جاں اپنا

سر دواوں کو دواضع سہیں دیاں کچھ عجب نہیں
شاخ گل ہے اس نزاکت ساتھ سر تا پا ادب

دری میں جیوں آرکھ ساد جاوے کرے ہوں اس طرح
دیکھ کر حق کی تجلی بردم بیٹھا ادب

یہ آہو رام دہے مجنوں کے سب لیلی کی خاطر سے
و گر نہ ان پریزادوں کو دیوانے سے کیا نسبت

ہوا ہے تو 'حزیں' دیوانہ ان شہری غزالوں کا
تجھے صحرا سے اب کیا کام؛ ویرانے سے کیا نسبت

ہم دم یار کی ساتھ ہی رہے ہوں لیکن
ہرگز اس بات کا ہوتا نہیں ہم پر اثبات

مری رنگین کلامی کا ہے وہ گل پھرتی باعث
کہ ہوے ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

کوئی ہوتا ہے سنگ تیشہ خسرو سے رقیبوں کا
ہوا ناحق ہلاک اپنے کا آپ ہی کوہ کن باعث

جو ہوتا ہے کسو سے اس سب سے وحشت آتی ہے
مری صحرا نشینی کا ہے شہرا میں ہرن باعث

'حزیں' ان شعلہ رخساروں سے جی کو مت لگا ہرگز
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی لگن باعث

اُس در نہیں ہوا ہے یہ دل مبتلا عبث
ناصح تک اس کو دیکھ مجھے مت ستا عبث

وہ نگاہ مست ہے ان چشم گریاں کا علاج
مَے سے ہوتا ہے خمار مَے پرستاں علاج

بمعنی بے ہوشی باید گرفت - یعنی معنی قرب صاف از ادب
استخراج چرا نہ باید کرد تا چسپانی مصرعین شود و معنی درست
معلوم گردد چنانچہ در قرآن مجید واقع شدہ "فلما اتہا
نودی یا موسی انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس
طوی" - یعنی ہنگامے کہ آمد زمان آتش آواز دادہ شد اے
موسی! بترسی کہ من پروردگار توام پس بیرون کن نعلین
خود را بترسی کہ تو در وادی پاکیزہ کہ طوی نام اوست
ناچار حضر 'صاحب' دو مصراع بے نظیر بر یک مصرع موزوں
نمود تا حاوی بجواب و معنی ہر دو صاحبان باشد' اینست

فرش بچھاتا ہوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
برہمن تکوت حمد کرتا ہے بت خانہ کے بیچ

اولی مصرع معنی فرش شدن بقول فتح علی خان ایجاب
می باید مصطفی نہادند کہ تخفیف حرف ہندی است' سجدہ را
می گویند کہ بجہت دیدن بت یا بت خانہ برہمن او دگوں شدہ
تکرار کنندہ سجدہ می کنند - دوم -

جاں کے اسود حجر کا یوں ادب کرتا ہوں میں
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

'شاہ نامی' کہ احوال انسان بعلم می آید' این اوراق را
مطالعہ کردند و گفتند کہ فرش را استعارہ در وجود ادب کردہ
است' اگر چنین می گفت مضمون جناب ادا می شد -

یوں ادب کرتا ہوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

دل کو کئی فصلوں سے تھی ناخنوں میں جانے کی ہوس
حیف اب کے بھی نہ نکلی اس دوانے کی ہوس
جوبرو شاید مرا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو اُن کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

جس قدر چاہے ستمگر! اپنی جفا میں کر عروج
مجھکو بھی ہرگز نہ ہووے گا وفا میں انحطاط

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے جورِ یار آخر
ہمیں درد و الم سے آگئی صحبت برار آخر

اپنی جدا خبر لے، اُس کی جدا خبر لے
یہ ایک دل دوانا کس کس کی جا خبر لے

بے خبر رہتے ہیں جو کوئی عشق کی لذت سنی
وہ نہیں رکھتے مزے سے زندگی کے اطلاع
کیونکہ ہو مجھکو تسلی جان! وعدوں سے ترے
خوب رکھتا ہے مرا دل، دل سے تیرے اطلاع

عشق کی گرمی سے ضعف آتا ہے مجھکو ان دنوں
ہو گیا یہ دود دل آخر مرا دود دماغ

اشک ہم سے تاب نہیں سکتی نکل آنسو بھر
دل ہمارا ہو گیا ہے غم سے اب یہاں تک رقیق

دل دے کے، ابدا کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہاتھ سے پھر پاس کب آتا ہے دل
نہ جانے کس طرف جاتا رہا جو داں سیتی مل کر
نہیں ملتا ہے مجھکو مدّتوں سیتی سراغ دل

سج بنا کر پھرتے ہیں یہ جامہ زیباں کس طرح
ان سے جا اٹکے نہ میرا رشتۂ جاں کس طرح
دیکھنے میں اس کے کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح
کیا قیامت ہے جو لے اپنے کو دیگا نہ چھپا
صبر کر بیٹھے جوبن ' وو پیر کنعاں کس طرح

گئیں یوں مصیبتیں سب اس کی بر باد
ہوا کس بیکسی سے ہائے فرہاد
کریں کیونکر نہ ہم مجنوں کا ماتم
کہاں ملتے ہیں اپنے فن کے استاد

عشق کے فن میں تجھے ناقص کہیں گے اہل درد
کوئی ہوتا ہے ' جنوں ' غم سے ہراساں العیاذ

کوہکن کی مصیبتیں آخر ٹھکانے لگ گئیں
دل میں کی شیریں کے جا آخر کے دئیں سر پھوڑ کر

نہیں رہنے کے جواں تجھ سے آخر آشنا ہرگز
انہوں پر بھول کر اے دل نہ ہو مجھ سے جدا ہرگز
نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز
سزا پائی نہ آخر چاہنے کی ' ہم نہ کہتے تھے
کہ ان جواں سے اے دل جی تو اپنا مت لگا ہرگز
ہمارے واسطے کس کس طرح کے رنج کھینچے ہیں
حقوق اس دل کے مجھ سے ہو نہیں سکتے ادا ہرگز

یہ لوگ بے سمجھ سمجھے کیا کیا کہیں گے ہاں !
آدمی بھی مجھ سے جور پہ آمادہ اب کم نہیں

ان بتاں کے دیکھنے کا جو کوئی مائل نہیں
زندگانی کا اسے واللہ کچھ حاصل نہیں
شوق میں شیریں کے آخر جی کو اپنے دے چکا
عشق کے فن میں کوئی فرہاد سا کامل نہیں
بیوفائی دیکھ کر ان خوش نگاہوں کی 'حزیں'
اب کسو سے اس طرح ملنے کا میرا دل نہیں

یاد اب کیوں کر نہ آوے مجھکو اپنا گلستاں
ایک دن سکھ سے نہ گذرا جب سے چھوڑا آسماں
اے 'حزیں' بلبل کے دل پر باغباں کے جور سے
کیا گذرتی ہوگی، جس ساعت جلا ہے آشیاں

نہایت سوز عشق میں جا دی نہیں ہے پھس
مر لیے پھر کچھ نہ بنا کوہ کن ستی
آدمی ہے ہوشیار، نادانی کرے گا کیا
ڈرتا ہوں اپنے دل کے میں دیوانے پن ستی

آرزوئیں عشق کی ہوتے نہ دیکھیں سر براہ
کوہ کن بھی سر پٹک کر مر رہا آخر وہیں

لوگ کہتے ہیں ہمیں اس دل کے سمجھانے کے تئیں
کیونکہ سمجھا ویں کہو ہم ایسے دیوانے کے تئیں
ہو رہا ہے درد و غم سے عشق کے از بس جما
مستعد بیٹھا ہے ہو کر جی نکل جانے کے تئیں

آتے ہی تو بہار دھڑکتا ہے جی، مرا *
پھر شور و شر کریگا یہ خانہ خراب دل
غم نے لیا ہے گھیر مجھے یہاں تلک کہ اب
ڈستا ہے سانپ ڈسنے سے مجھکو جواب دل
ملنے کے دن جو اشک نکلتے ہیں کچھ نہ پوچھ
نکلے ہے دیکھنے کو ترے ہو کے آب دل
آثار دیکھ کر کے خزاں کے چمن کے بیچ
کیونکر کرے نہ ہائے 'حزیں' اضطراب دل

کیا سن ہوس مجنوں کا مرے دیوانہ پن کے تئیں
پتھر سر پھوڑنا اور کچھ نہ سوجھا کوہکن کے تئیں
میں دیکھوں کیونکر اُس دریائے خوبی کے دہن کے تئیں
گیا جی ڈوب میرا دیکھ اُس چاہ ذقن کے تئیں
'حزیں' سب دکھ مرے جی پر گوارا ہو گئے لیکن
نہیں جاتا ہے دیکھا پاس غیروں کے سجن کے تئیں

کس کس طرح کی ایذا پہنچی ہے مجھکو تجھ سے
میں مر گیا ہوں اے دل تیرے دیوان پن میں
ناصح! نہ اس طرح کی باتیں مجھے سنا وے
دیکھے اگر سجن کو آ کر مرے نین میں

ویراں ہوا خزاں سے چمن یہاں تلک کہ ہم
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

کچھ کہا شاید اُن نے قاصد سے
دل پہ میرے وو اضطراب نہیں

---

* (ن) کہ ہائے

شان مجنوں کی ، کسو کی نہ رہی نظروں میں
جہاں آہو میں جو ہم چاک گریباں گذرے

خوباں کے درد و غم نے کیا نا تواں مجھے
یہاں تک کہ سو بھی اب نہ ہوئے ہیں گراں مجھے
ان دلبروں کا دیکھ دل ایسا گیا کہ ہائے
ملتا نہیں ہے اُس کا کہوں * اب نشاں مجھے
یوں تو نے مجھکو جان ! پیا یک بھلا دیا
تیری وفا نہ ہائے نہ تھا یہ گماں مجھے

ہر صحبت میں پری زادوں کا اے ناصح ، پر ایک
دلبروں کے دیکھنے میں جی مرا ناچار ہے
یہاں تلک ان خوبرویوں نے ستایا ہے کہ اب
زندگی سے بھی اپنی ، جی مرا بیزار ہے

دیوانگی کو اپنے سر لے تلک پہنچا دیا
ملتے کہاں ہیں کامل مجنوں سے اُن کے اپنے
نہیں چھوڑتا ہے یہ دل خوبوں سیتی مروڑیں
مارے ہوئے ہیں ہم تو اس نازکوں کے اپنے

میں ان خوبوں کے ملنے میں جوانی سے کھیلتا ہوں
نہیں تقصیر کچھ ان کی ، مجھے یہ دل ستاتا ہے
نہیں کچھ جانتے جور شدید رو قدر اس ہوا لے کی
انہوں پر ہائے دل کس کس طرح سے جی جلاتا ہے

* کہوں = کہیں —

اڑے نہ کیونکہ رنگ مجھے دیکھ یار سے
لیتا ہے کیا مزہ وو سجن کے لباں سے

دیا دلجمعی سے جی فرہاد نے یوں کہہ کے تا قسمت
لکھا یوں تھا کہ شیریں سے ملیں گے ہم قیامت کو

بطرح دیوانگی پر عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے اب زندگی میری کا کیا اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اُس کو مت کہنا کہ وو محجوب ہو

نام پر ان خوبروں کے فدا کرتا ہے جان
کیوں نہ ان طرحوں سے مجکو دل مرا محبوب ہو

کیوں کہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ہو
کب یہ معنی لفظ میں آئے ہیں، کیا تحریر ہو

بیطرح ہم مبتلا نالے ہیں جو نال کا اسے
دیکھئے اب اس دوانے دل کی کیا تدبیر ہو

زندگی اور موت لگ جاوے ٹھکانے سب 'حزیں'
عشق میں زندا جواوں کے مروں گر دیر ہو

اس طرح سینہ جو دکھلاتا ہمیں روز سیاہ
کیا کیا تھا سانولوں کا ہائے ہم ایسا گناہ

اشک رنگیں کیوں رواں ہوتے مری آنکھوں سیتی
گر نہ پڑتی گلرخوں کی اے 'حزیں' مجھ پر نگاہ

نہ آئی اُس کے مرنے پر بھی شیریں جوئے شیرا پر
یہ حسرت جی میں اپنے اب تلک فرہاد رکھتا ہے

کچھ گئے ہجر میں، کچھ وصل میں گریاں گذرے
کیا [illegible] ہم [illegible] کہ اتفاقات [illegible] گذرے

نہ خسرو کو ملی سے ہر چیز ہے کو کہو نکہ نرسانا
اگر سدروں تک ایک بھی امتحان کو کام فرمائے
'حزیں' ! میں درد دل کا کس طرح ظاہر کروں تجھ سے
مجھے کہنا ہے "تیری بات مجھکو خوش نہیں آئی"

راحت میں دل کے ہاتھ نہ پاؤں کا ایک دم
جب تک کہ تیرے ساتھ یہ خانہ خراب ہے

مجھے کہتا ہے تیرا دل کہاں ہے   قیامت شوخ تیرا دل کہاں ہے
خزاں آتے ہی اسے دیکھنے کا اجر   نہ بلبل ہے 'نہ گل' نہ آشیاں ہے

بہت شورش سے آتی ہے بہار اب   جگر لے اپنی تو اے دل دوانے

جو کچھ سلوک کہ کرتا ہے اب گریباں سے
نہ تھا یہ ہاتھ میرا اس قدر کبھو گستاخ

تو بہار آئی 'حزیں' ! کہا کہئے اب دل کی فکر
بے طرح مجھکو نظر آتی ہے دیوانے کی طرح

کون دیگا دیکھ اس موں کو دل مجروں کی داد
لی نہیں جانے کی محشر میں بھی اُس کے خوں کی داد
کوہ و صحرا میں پڑے' فریاد کر کر مر گئے
کچھ نہ دی اس طرح نے فرہاد اور مجنوں کی داد

مہر و بے مہری تمہاری ہم سمجھتے ہیں سجن !
جی میں جنگ اور منہ پہ یہ صلح نمایاں العیاذ

ایک دن دریا نے دیکھا تھا مرے رونے کا جوش
روز و شب ہوتا ہے تب سے تہ و بالا ہنوز

گر پڑے نظروں سے بھی فرہاد اور مجنوں کی شان
دیں محبت میں اگر ہم اپنے غم کھانے کی غرض

نہ کی کچھ فکر تم نے اپنے وعدوں کی وفاؤں کی
بھلی تم نے خبر لی، جان! اپنے آشناؤں کی

میں چاہتا ہوں عشق چھپاؤں، پہ کیا کروں
رسوا کرے ہے خلق میں یہ چشم تر مجھے
سب آرزوئیں دل کی ٹھکانے لگیں، حزیں،
کو قتل کر چکے وہ سپاہی پسر مجھے

نہ پائے ہم نے خوباں، دوست اپنے آشناؤں کے
عبث ہم عمر کھوئی عشق میں ان بے وفاؤں کے
یہ لڑکے یار ہیں کھو کر جلاویں جی ہر اک جی پر
کہ ہوتے ہیں بہت نازک مزاج ان مرزاؤں کے
نہیں کہتا کوئی سمجھا کے جا کے ان خودرویوں سے
یہ کیوں ہوتے ہیں دشمن ناحق اپنے مبتلاؤں کے

دام الفت کی رہائی خوش نہیں آتی مجھے
ایک دم اس سے جدائی خوش نہیں آتی مجھے
روز باراں کیوں نہ اے زاہد کہوں مے کو حلال
اس قدر بھی پارسائی خوش نہیں آتی مجھے

بتا ہے درمیاں ان کے مجھے دعوی خدائی کا
سنو! واللہ بندے ہیں ایمان خوش کسر بہرے
پسیجتا بھی نہ گرمی سے مری، پتھر سا دل اُس کا
نہ کر شور اس قدر اے آہ بس دیکھے اثر تیرے

وفا میرا اگر جور و جفا مجھکو نہ سکھلاتا
تو کیا آرام سے یہ زندگانی ہائے کٹ جاتی

فن دستبندش از ادراک معانی بیرون. اشعار فن آوردش گلدستهٔ
ایشان، و بہارستان طبعش رشک افزاے چمن است. مذکور حقہ
کہ بہ جعفر علی خان 'زکی' متخلص شاہ بادشاہ فرمائش نمودہ
بود، اردو دو شعر موزوں ساختہ بگر سر انجام نیافت، شیخ محمد
'حاتم' با تمام رسانیدہ. بنظر اشعاں در آمد، جملہ سی بیت است،
در آنجا میگوید —

کہا تجھ سے یہ سب کی خبر رکھہ تو اپنے دل جانوں اوپر نظر رکھہ
پیا، ہو مہرباں جس دم بلایا کرم کر لے کے بیٹھا سوبہ لگایا
لگا سینہ نال سب حق جی ہمارا گویا تصور پھر آیا دوبارا
نہ جنہ میں صداے سرسری ہے کدھیا ہات گویا بانسری ہے
بنے درسالوی برہاں پوری ہے کہ جنوں کا لے بہ کالی کنچری ہے

نوبت نظر در این چند ابیات دیوانے ضخیم اردو بدست آمد،
اما فرصت التقاط نشد - لاچار این چند گلہائے تازہ بنا در
جلدی از گلستان چیدہ حوالۂ قلم میشود —

کہتا ہوں سب سنی جو ہو منصف سو دیکھ لے
سب طرح کا مذاق ہے میرے سخن کے بیچ
'حاتم' کا شور تیس برس سے ہے ہند میں
صاحب قراں ہے ریختہ گوئی کے فن کے بیچ

اس ابر سے ہوا مدن، یوں آتا ہے دل میں
پی پی شراب ہوویں بے اختیار ہم تم

خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ اُس کا اب مجھے پیغام کیا ہوگا

جس طرح ہوتا ہے بے رونق چراغ ماہتاب
روز رو محفل میں خوباں کی نظر آتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی الفت کا چراغ
داغ نے میرے کیا روشن محبت کا چراغ

متصل فریاد کو کب کر سکے ہے سر براہ
کوہ ہو سکتا نہیں نالہاے نالاں کا حریف

جو رد سالوں میں قیامت ہے لچک جیوں شاخ گل
کیوں نہ جاوے جی کی آنکھوں میں کھٹک جیوں شاخ گل
ہات اُس کا پنجہ نازک ہے' نہیں لاتا ہے تاب
توڑنے میں گل کے جاتا ہے لچک جیوں شاخ گل

جوش لیویگی صبا لو ہو شہیدوں سے نئے
سب کریگی جسم میں رنگیں قیامت کا چمن

دیکھ کر گلشن میں تجھکو یاں اکڑ جاتا ہے سرو
یہ لٹک دل کی نئے پیارے کہاں پاتا ہے سرو
کچھ نہیں اُس کو رعایت شان معشوقی کی ہائے
اس قدر * کیوں قمریوں کو سر پہ اٹھلاتا ہے سرو

کچھ محبت میں نہیں عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب اُن دکھ کے ماروں کا گناہ

شیخ محمد حاتم "حاتم"

خلاصہ عہدہ نکتہ پردازان' و علامۂ سخن طرازان
است - نکات رنگینش دار گی نفس لالہاے محزون' و خیالات

---

* (ن) اس طرح —

پری ہو ان پر ' حاتم ' ستمیں اوریاں جاتا ہے
پرے سج کے ' اکڑ کے ' چال کے ' اور زلف کے بل کے

خیال چشم پرا آبسا ہے آنکھوں میں
شراب کا سا ہمارا نشا ہے آنکھوں میں
نگہ میں تو نے کیا مردماں کا خانہ خراب
سیاہ چشم پری کیا بلا ہے آنکھوں میں
کوئی مرے' کوئی جیوے ' تو آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھ
میاں ! جو شرم سے تیری حیا ہے آنکھوں میں
نظر میں بند کرے ہے مجھے بنا کے ' پری
فسوں ہے سحر ہے ' جادو ہے ' کیا ہے آنکھوں میں
کہیں نہ بیٹھ اگر چاہتا ہے ' حاتم ' کو
کہ نور چشم ہے پر' تیری جا ہے آنکھوں میں

کس ستمگر کا گنہگار ہوں اللہ اللہ
کس کے تیروں سے دل افگار ہوں اللہ اللہ
اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ
نمکیں حسن سے اُس لب کے پڑے لوٹوں ہوں
کس نمکداں کا نمک خوار ہوں اللہ اللہ
نرگس ! اب ہم سے نہ کر دعوی ہم چشمی تو
کسو کی نرگس کا میں بیمار ہوں اللہ اللہ

بول اے نادر عمّار! کہاں جاتا ہے؟
کھول اب لعل شکربار! کہاں جاتا ہے؟
بن کر بڑھیں بہت رنگ بسنتی جامہ
ملک کشمیر کے ذمہ دار کہاں جاتا ہے

اب بات جانے دیگر ہم چند شعر سنتے ہیں لیکن نام شاعر بصورت مجبوری ظاہر کرنے سے رازدارانہ ستونہ باشد —

درد چہرے سے بہت دل کو مرے بھاتے ہو
ملک کشمیر کے ذمہ دار کہاں جاتے ہو

نہ گھٹے ایک رتی وزن میں اِتّا ماشا
گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
وو ٹھہرے عشق کے میدان میں قدم کو جمائے
ہاتھ اپنے کو جو کوئی خوں جگر سے دھولے

چشم و زلف و خال و خط چاروں ہیں دشمن دین کے
حق رکھے ایمان سلامت ایسے کفرستان کے بیچ
اہل معنی جز نہ پاوے گا کوئی اس رمز کو
ہم نے پایا ہے خدا کو صورت انسان کے بیچ

کروں قربان جان کو اس گھڑی، اسوقت، اس پل کے
کہ جس دم یار سے دلدار آوے پاس مجھ چل کے
جہاں نے خوب صورت دیکھ، دیکھ صورت کو حیرت سے
ہوئے خاموش مجلس میں گویا پتلے تھے سب گِل کے
نہ آوے خواب راحت کیونکہ مجھکو بستر غم پر
کھٹکا ہوا ہے [illegible] ہے گل [illegible] کے

کافر! ایذا کیوں کرے ہے ہم پہ ہو کر رام رام
حال میرا دیکھ لے، کر ظلم اے خود کام کم

کیا ہوا گر پوچھ کہا کیا دل میں رکھتا ہے گرہ
بات کیا تجھ زلف آگے جو نکالے دام دم

جو صدا آتی ہے بادوں کی دری مجھ کان میں
جانیے ہیں اس سخن دہرے کے تئیں الہام ہم

جیوں کہا قاصد لے چل 'حاتم' بلایا ہے تجھے
دل سمی جاتا رہا سنتے ترا پیغام ہم

کاتب الحروف دریں زمین 'رتبہ' دارد اینست - (ریختہ)

آج مجھ سے ہو گیا ہے من و من آرام دم
اب تو کچھ جور و جفا کرنے مت خود کام کم

سبزہ خط، ابرو و مژگاں و وہ زلف سیاہ
ایک لب کا شہد ہے اور ہے کئی اقسام سم

کیا کہوں قاصد سے حال اپنا کہ آنسو سے مرے
ہو گیا کاغذ مرا لکھتے ہی تیرا نام نم

ایک دل تھا وو تو جو بیٹھا ہے گلرو کے کنار
اب تو بوجھا ہے وسیلے جان کر پیغام ہم

جو خماری چشم ساقی میں ہے 'صاحب' کیفیت
خواب میں دیکھا نہ ہوگا اس طرح کا جام جم

مت پریرو یاں! ہمارے دل کو دیوانا کرو
درد مندوں کے جگر کی آہ تک جانا * کرو

---

* مانا —

خضر اس دور کر آنکھیں سے مرے آب حیات
کس کے بوسے کا طلبگار ہوں اللہ اللہ

کیوں نہ آنکھوں میں رکھے مجھکو زلیخا بھی عزیز
کیسے یوسف کا خریدار ہوں اللہ اللہ

خواب میں یار نے آ مجھکو جگایا 'حاتم'
کس قدر طالع بیدار ہوں اللہ اللہ

تجھ بنا جاں نہیں جان امری جاں کے بیچ
اب تو پھر آ کہ جلایا ہے مجھے آں نے بیچ *

ہوئی زباں لال ترے ہاتھوں سے کھائے بیڑا
کیا فسوں پڑھ کے کھلایا تھا مجھے پان کے بیچ

آج عاشق کے نٹھیں کیوں نہ کہے توں ڈر ڈر
واسطہ یہ ہے کہ موتی ہے ترے کان کے بیچ

آج 'حاتم' سے سجن ! تو نے بورا † کیوں مانا
کیا خلل اُس نے کیا آ کے تری سان کے بیچ

اے دل نکر تو فکر ' پڑیگا بلا کے ہات
آئینہ ہو کے جا کے لگے ' دلربا کے ہات

دیکھا نہیں ہے شیشۂ دل سنگدل کے دشمن
دیتے اگرچہ دل تو کسی میرزا کے ہات

'حاتم' امید حق سے نہ رکھے تو کیا کرے
موقوف ہے ملاپ سجن کا خدا کے ہات

---

* دیوان میں یہدن ہے — † بُرا - داگواو —

دیکھ کر لعل لب و رخسار خوباں کی طرف
منہ چھپا کر دیکھ کے بیٹھے آسماں کی طرف
یاد کر کر جامہ زیبوں کے چلے دامن کا گھیر
ہاتھ دوڑاتا ہوں وحشت سے گریباں کی طرف
حال زلف اس کا اگر ہوتا جو مجھ و حسن کے پاس
کیوں آتا جائے تو مجھ سے پریشاں کی طرف
انتظاری میں ترے یہ میرا سارا دن گیا
شام ہوتی ہے ارے آجا غریباں کی طرف

چاند سے تارے کا ہوتا ہے کبھی جوں اقتراں
کس قدر پیارے ترے مکھڑے پر چمکتا ہے تلاں
یا کماں یا ماہ نو کہتا تھا ابرو کے تئیں
یہ غضب ہے دہ عالم خدمت کو کہتا ہے طاق

مت عاشقوں پہ جور و ستم اس قدر کرو
عالم کا ڈر نہیں تو خدا کا تو ڈر کرو
دل کے نگیں پہ اسم تمہارے کا نقش ہے
نام اپنے کے سبب تم اُسے نامور کرو
دل لے گئے ہو بس یہ جفا چھوڑتے نہیں
ہم سے جلوں کی آہ سحر سے حذر کرو
آساں نہیں ہے شوخ ستمگر کو دیکھنا
دل کو نڈر کرو تب اُس اوپر نظر کرو
'حاتم' کہے ہے تم کو سجن ایک جا تو رہ
آنکھوں میں آبسو یا مرے دل میں گھر کرو

زلف خوباں میں جو جاؤ ہو نگہ کی دسترس
پنجۂ مژگاں کے تئیں اپنے نہ شانا کرو

شہ جو خوباں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا
عشق کے کشور کا مرتبہ نام پروانا کرو

دوستوں کے حق میں ہرگز دشمنوں کی بات کو
تم ستی کہتا ہے حاتم اس کے مت مانا کرو

جو چمن میں جا کے دیکھو قامت کا میں چرچا کروں
کیا عجب ہے گر قیامت سرو پر برپا کروں

اوس لب نازک کو لازم ہے کہ وقت مے کشی
غنچۂ و گل کوں چمن کے ساغر و مینا کروں

وصف لکھنے میں تمہاری چشم کا اے فتنہ جو
مجھکو واجب ہے قلم کر نرگس شہلا کروں

یاد کر کر تیغ ابرو کو تیرے اے جوش میں
نیم بسمل کی طرح کہہ کب تلک تڑپا کروں

موسم برسات اگر بھاوے نہیں * اے تو بہار
ابر کے مانند آنکھوں سے سدا برسا کروں

شوخ بے پروا کی واقف ہوں سبھ چشمی ستی
ایک نظر دیکھے نہیں دل چھین کر سودا کروں

غم سے رو رو کر مثال رشتہ نالاں ہوں رقیب
کوچۂ اس سرو سیما میں دسے گر جا کروں

حسن حسینی کو دیکھ حاتم صبح ہوتی ہے نثار
ماہ کو کس طور اس بے مہر کا ہمتا کروں

---

* قسموں —

تیرے سینے میں کیا گلزار پھولا ہے نظر کر لے
کہ گل ہے داغ دل کا اور غنچہ ہے دل اے بلبل
خدا کے واسطے اس دم نگہ اس کی سے مل جانا
نظر آوے چمن میں گر ہمارا قاتل اے بلبل
تو اور گل ہمکنار اور مجھ سے گلرو دور، واقسمتا!
تجھے ہوس، پر مجھکو پڑی ہے مشکل اے بلبل
دوانے! اس زمانے شور و غل کرنے سے کیا حاصل
اگر چاہے ہے سوز دل تو 'حاتم' سے مل اے بلبل

دیکھ رخسار ترے گل نے گریباں پھاڑا
اور کلی اس کو ترے دیکھ کے کمھلائی ہے

این انتخاب نیز مخصوص بنی 'میر' و فصیح تلی جان است —

دیکھ طور اس دور کا 'حاتم' نے چھوڑی ہے شراب
یاد کر کر سبزہ رویاں کو وہ اب پیتا ہے بھنگ

لفظ 'سبزہ رویاں' کہ درین مصرع خلاف محاورہ افتادہ،
در خاطر فاتر فقیر تغیر میرسد (مصراع)
یاد کر کر خط کی سبزی کو وہ اب پیتا ہے بھنگ —

نظر آیا تھا بکری سا، کیا پر ذبح شیروں کو
نہ جانے تھا کہ یہ قصاب کا رکھتا ہے دل گردا

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں
میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیواں کے بیچ

جلوہ گر فانوس تن میں ہے ہمارا من چراغ
بے لگن* اور فتیل ہے گا یہ سدا روشن چراغ

کیوں نہ ہو سیرِ چمن بلبل کے حق میں شب برات
روشن گل سیں ہوا ہے ہر گلِ گلشن چراغ

قبر پہ مجنوں کو پھرے کا شب ہجراں کے بیچ
حق میں اُس کے دیدۂ آہو ہوئے بن بن چراغ

میری طرف اگر وو پری رو گذر کرے
شیشے میں دل کے بند کروں جو نظر کرے

رو رو ہوا ہوں خشک یہاں تک سجن کے باج
آنسو کوئی نہیں رہا جو میری چشم تر کرے

دعویٰ کیا ہے شیخ نے 'حاتم' سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یہ مہم کون سر کرے

سب ترے مشتاق ہیں آ اس قدر مت کر درنگ
بن ترے بے رنگ ہے اے شمع رو مجلس کا رنگ

سانولے رخسار اوپر کھول کر زلفوں کے تئیں
ہند میں کافر نے آ دکھلا دیا ہم کو فرنگ

سچ اگر مجنوں تو ہے لڑکوں کے پتھروں سے نڈر
گر گرا کر ترے اوپر گر گریں جانو نہ سنگ†

---

* بلا تشدید۔

† دیوان میں یہ شعر نہیں۔

مارا ہے سنگدل نے دکھا مجھکو رنگ میں
تعویذ مجھ مزار کا لازم ہے سنگ سرخ

پاؤں مت دھر بوالہوس بحر عمیق عشق میں
جان کر ڈوبا ہے یہاں انجان جو آ کر ذرا

تو نہیں تو کنج تنہائی میں ہے بوریا کا نقش ہم پہلو مرا
ہر قدم پر سرو پانی ہو بہے جو چلے وو قامت دلجو مرا
'حاتم' بیکس کا تجھ بن کون ہے کون ہوگا جو نہ ہوگا تو مرا

شاید عمل کیا ہے رقیبوں کی بات پر
جب تو دلوں کا چور پھرے ہے چھپا ہوا

وصف آنکھوں کا لکھا ہم نے گُل بادام پر
کر کے نرگس کی قلم اور چشم آہو کی دوات

مے پلا راہ سے کھویا ہے رقیبوں نے اُسے
آوے 'حاتم' کی طرف جب کہ کدھو مست آوے

چھین لیتے ہیں مرے دل کو نگاہوں کے بیچ
حسن رہزن ہے یہ پنجاب کی راہوں کے بیچ

کوئی دیتا نہیں ہے داد بیداد کوئی سنتا نہیں فریاد فریاد

آج نرگس کی قلم کر کے سخن لکھتا ہوں میں
وصف آنکھوں کا ترے کاغذ بادامی پر

جب سے تیری نظر پڑی ہے جھلک
تب سوں لگتی نہیں پلک سوں پلک

دلوں کی راہ میں خطرے بڑے ہیں کیا یارو!
کہ چند روز سے موقوف ہے پیام و سلام

محسن نے پاؤں کر نامہ لکھا اور ہم رہے غافل
بنتا ہے مضمون لکھنا ہمیں کاغذ ہٹائی پر

آزاد کو بھلا ہے رہنا جہاں میں ننگا
ہمکو لباسوں میں جن نے لباس رنگا

بال کی سی طرح چاہے تھا کہ بالا دے مجھے
مدّعی آخر کو اپنے زور میں آپ ہی گرا

آپ جناب جاکے کسو نے بٹھا دو کہا   مارا اس حضرت جنگ میں آملا جپا دو کہا

ہجر میں زندگی سے ہو سا بھلی   کہ کہیں سب جہاں وصال ہوا
ہائے بیدرد سے ملا کیوں تھا   آکے آیا مرے ، کہا میرا

میر مظہر نیز ' میر ' و درجۂ ' خادم ' پیش مصراع چنین بہم رسانید —

مجلا اشک میں ہوں اس میں   اگے آیا مرے ، کہا میرا

اگرچہ مضمون اعلیٰ است ، لیکن کلمۂ بد را باخود نسبت دادن از آئین عقل بعید می نماید و طرفہ تر آنکہ فتح علی خان در تذکرۂ خود مصرع میر تقی ' میر ' را بنام ' خادم ' نوشتہ و اصلاً اشارہ بطرف میر ننمودہ —

لیا اُس گلبدن کا ہم نے بوسہ   تو کہا چوما زبینوں نے ہمارا

ان دنوں میں دیکھکر مجکو اُدھر نے ہیں رقیب
بہت ہے ان کا بھرا کل نرسوں مرے ہیں رقیب

خاصی ستھن کا سلسلہ دن سکھ ہے عاشقوں کا *
گا رہے ا زیب سارے مرتے ہیں ہات ململ

---

* (ب) کو سے
† (ب) '' یہ گاؤں '' [illegible]

نکہتِ گل نے جگایا کسی زنداں کے تئیں
پھر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

بہار آئی دِوانے کی خبر لو　　اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

قبل از اطلاع این بیت فقیر را در "مرأت حسن" که درین ولا سوز گداز عشق خود چار صد ابیات بموجب اتحاد نام خود که لچھمی نارائن است گفته شد بیتی درست مضمون این بیت بخاطر آمده، این است —

بہار آئی مجھے زنجیر کرنا　　وگرنہ اور کچھ تدبیر کرنا

میر محمد حسن "حسن"

تخلص از تلامذهٔ میرزا رفیع 'سودا' است می گویند که مردے مهذب و مؤدب بود، و گذران خود در شاه جهان‌آباد می نمود. این ابیات را صاحبان هر دو تذکره نوشته اند —

لگتا ہے مجھکو آج یہ سارا جہاں خراب
شاید کہ مر گیا ہے کوئی خانماں خراب

این بیت که مذکور شد خلاف روز مرهٔ هندوستان است، هر که رمز دان است می فهمد —

غافل اگر کہے کہ سسکتا ہی چھوڑ دو
ٹھہرا دو ایک دم کے لئے منہ نہ موڑ دو

محمد حسیب "حسیب"

تخلص از شعرای مشهور حیدرآباد است اشعارش در السنهٔ مردم آنجا بحدے جاری که حاجت اظهار نمانده و نیست. غرض شاعر والا اقتدار بود و تلاش مضامین عالی می نمود.

محمد علی حشمت "حشمت"

سردار محمد خان سعدآبادی و چابک جوان ظاهر و باطنی است سپهر وجودش از مصاحبهٔ تربیت عبد بیگ "قبول" بجوهر کمال رسیده، و آن شهاب ثاقب از گلشن جاوید بهار سخن را از آبیاری جوی طراوت فراوان بخشیده. "میر" نوشته که " همراه قطب الدین خان فوجدار مرادآباد در جنگ رهیله متوجه عالم باقی شد". همین شعر یادگار طور می ماند —

خط نے ترا حسن سب اُڑایا — یہ شعر قدم کہاں سے آیا

جب آ خزاں چمن میں ہوئی آشنائے گل
ہر عندلیب رو کے پکاری کہ ہائے گل

سید معصوم علی خان، حشمت

از شعرای هندوستان است - احوالش از خارج بتصحیح نه رسیده، مگر میر محمد تقی "میر" او را بخوبی یاد می کند که " سید صحیح النسب بود، سپاهی عمدهٔ روزگار، شاعر خوب فارسی و ریخته، فهمیده و سنجیده، با همه کس بعجز و انکسار پیش می آمد. عجبی بود که در دل همه جای او خالی است. از خاک پاک دهلی در محل پوره سکونت داشت. برادر کلان او که میر ولایت الله خان باشد، مغتنمات روزگار است - درویشانه ترک روزگار کرده، خانه نشین است. گاهی شعر هم می کند". انتهی. این دو بیت او از تذکرهٔ "نکات الشعراء" بدست آمد، در این جا الفاظ یافت —

و هشت ماه در آنجا درنگ گزیده، بدار السرور چشتیه متوسل افتاده. و از آنجا عزم بیت الله بر خود مصمم کرده بصورت وارسته گشته - و چهار ماه دران گل زمین بسر برده آخر بجهاز سوار شده در سه ماه بجده احرام بیت الله بربست و دو نیم سال در مکهٔ معظمه و شش ماه در مدینهٔ منوره سعادت حاصل کرده عازم این طرف گردیده، نسبت بیعت بدامن خلاصهٔ اولیای شیخ حضرت شاه یسین ندرباری نورالله مرقده آورده. تاریخ وفات آن بزرگوار حضرت میر غلام علی ' آزاد ' چنین یافته اند -

(تاریخ) —

شیخ عالی قدر، صاحب معرفت   رحلتش آورد دلها را بدرد
گفت تاریخ وصال او خرد   شاه یسین آگاه فوت کرد

و میر عبدالقادر المتخلص به ' مهربان ' که احوالش نوشته خواهد شد، چنین گفته و هفت اعداد زائد را بحسن تعمیه در آورده.

(تاریخ) —

شاه یسین آیت روشن ز آیات اله
کرد رو از عالم فانی بفردوس برین
هاتف از چشم خود سیپارها افشاند و گفت
سال تاریخ آیهٔ یسین را با مرسلین

بعده در خجسته بنیاد رسیده بکمال کامل نهادند و از شاه ' سامی ' ملاقات کرده شوق ریخته گوئی پیدا کرد، چنانچه میگوید —

میں ہر سخن میں ' حاتمی ' اب کیوں نہ درفشاں ہوں
استاد مجکو ' سامی ' صاحب کمال بس ہے

عالمی را ز علم رمل و دیگر فوائد کثیرهٔ متوافره بفیض

این چند ابیات او مرا گزیده شد —

بہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر
رہ گئی یار کی الفت کی نشانی آخر
ہنس پڑا باغ میں بے تابی بلبل کو دیکھ
کھل گئی یار کی سب غنچہ دہانی آخر
موند کر آنکھ کو، کہ ابروں سے سوپا تھا جسونت،
نہ سنی حیف مری پیہم کہانی آخر

دل پہ دل کی تک تسلی کو   کچھ تو اپنا نشاں دیو جاناں!

این دو بیت فتح علی خان بنامش می کرد —

تواضع کیا ہے کھڑو راست جیوں تیر اے کمان ابرو!
کشش کر دور سے دل کھینچ پھر کیوں چھوڑ دیتے ہو
گلبدن! پھول کی مت توڑ تو ڈالی آرے
دیکھ ابھی شور کریں بلبل و مالی، آرے

حاجی میر علی اکبر رمال "حاجی"

تخلص. در علم رمل مہارت خوب میدارد و این فن را به نیکو ترین وجه می پندارد. رسالے در ذکی (   ) نمامی که با خود در چار شده باشد آرے سہسوار این فن؛ و در لطیفه گوئی زبت ابتھں است. از لاهور که مولد اوست، در عمر بست و یک سالگی متحمل سفر نجف بیت الله بر بست؛ و در شاهجہان آباد سه ماه بمقتضاے قضا و قدر با کابران آنجا مثل میرزا مظهر جان جانان، و عبدالحی تابان، و میرزا رفیع سودا در خورد و بعده از اکبر آباد به گوالیر درآمده به سر و فتح رسید.

بن ہوا دل خاک میرا، دیکھ کر رنگیں لباس
آتش اب دل کو لگی ہے جامۂ گلنار کی
مجھ سے بولا دیکھ کر دل نے دبستاں کی بہار
مکتبوں میں ہند کے ہے بوستاں کی بہار

بعضے موزوناں معنی ناشناس، بیگانہ از سخن فہمی، اعتراض
بر لفظ بوستاں می آرند، محض باطل است مرزا صاحب
در قصیدہ می فرمایند -

بوستاں شد ز گل پیراہنا بار ازہا
شد زلیخائے کہن سال جہاں از سر جواں

ہمیں مصرع را شاہ 'سامی' در مطلع ریختہ تضمین می نماید

مصر میں 'سامی' تھا سن 'حاجی اکبر' کا سخن
مکتبوں میں ہند کے ہے بوستاں کی بہار

فقیر ہم، دریں زمیں، ریختہ سلک نظم کشیدہ، و ایں
مصرع را تضمین چنیں نمودہ - (ریختہ) -

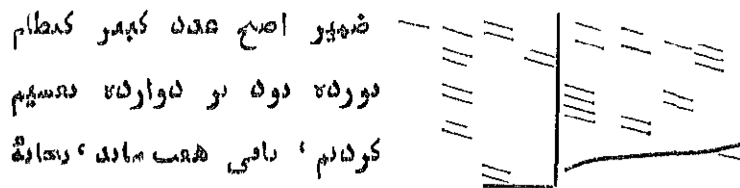
ہے نظر میں میرے اس گل کے دبستاں کی بہار
جس طرح بلبل کو یاد آتی ہے بستاں کی بہار
طفل آنسو کو مرے یک پل نہیں دل بیچ چین
کب خوش آتی ہے اسے مجھ بن گلستاں کی بہار
ہے سطر ہر ایک میری رشک زلف گل رخاں
کب برابر اُس کے ہے گی سنبلستاں کی بہار
چاہ کنعاں کی قسم، 'صاحب' سخن 'حاجی' کا سن
"مکتبوں میں ہند کے ہے بوستاں کی بہار"

رسانید، پس ازاں در برهان پور به سید نجم الدین خان سلمهٗ
آنجا سلمه الله الغفور که مرد خیلی قابل و فاضل دوست است،
در خورد و دو سال در آنجا بگذرانید خان مذکور خدمت شایان
بظهور آورد و از آنجا مراجعت بطرف خجسته بنیاد نموده،
چندے اقامت کرده، متوجه حیدرآباد گشت که در ابتدائے راه با راقم
بطور ملاقات دست داد، بغیر هم که بنده بوساطۂ وصحابت
قابل دیده خود را در سلک تلامذه کشید و در علم رمل ماهر
شد، و علم جفر و اسرار باطنی، در عجائبات و غرائبات هم
اخذ نمود. مزار راه کرم فرمائی چند کتب متداولۂ رمل مثل
شرحات، و زبدة الرمل، و لب لباب، و مفتاح مفاتیح، و
رعوان الرمل و هدایت الرمل از دستخط خاص نوشته به فقیر
عنایت ساخت. و بقولم عمر راقم به علم اشعار در دائرۂ ابجد
طفلی نبود "جزاک الله فی الدارین خیرا". القصه مرد
رنگین مزاج و پاکیزه گفتار است. حق تعالی در کار سلامت
دارد، و جمال خان لاهور از دانش بر دارد. شاعران قلمش چندین
نقل می فرماید —

ڈھونڈھتے باغ میں پھرتے ہو کہاں اے عندلیبو! تم
چمن میں گل ہزاروں ہیں ولے اس گُل کو آ دیکھو

رکھتا ہے آج قتل کا دل میں خیال یوں
غصے کی ڈورے ہم نے یہ نظریں پہچانیاں
رہتی ہیں رات دن ترے بس انتظار میں
روئیں لہو تو کیا کریں آنکھیں بچاریاں

فلمر را ار هر چهار دائره دا ده دوسب تا مطادق ادد اد ان
را ئچه کسه‌ده ' امهاب ان دوه لمداں و نمی‌الصدوه و
مدفی ا الد ا حل —



ضمیر اصح عدد کبمر کمطام
دورده دوه در دوازده دعسیم
کردیم ' داقی هعب ماند ' رنهانة

هعم رودم داقی هعب ماند ' دهانة هعمرودم دراں معام مطروس
دود ' عدد ضمیر او دو دوده در سهم معلمه اشار کردیم ' دهانة هسمم
رسید در ادحا مائم مائهه دوه - معلوم سد که سوال سائل ار حانة
هسمم اسب و هسمم دهعب ' چهر ' دعلق دارد ' چنا دچه اول
حیاب و مهاب ' دوم حوب و حطر ' سوم مال و معاش '
چهارم مال دعوی ' پدحم مال مدراب ' سسم دوص ' هعمم
دلف ' دوازدهها صهدر دیرون داده در آورد ' حکم درلسان
الامر کردم دعیی طالع ضاحک را دا حلبده که در آدبه‌الرمل
اسب صرب کردم مطروس درآمد آدرا دا مسدولے که امطروس
اسب صرب کسردم کو سدسم صامب در آمد و عدد کبیر او سادزده
دود آدرا دطرح هعب هعب دعسیدم داقی ار طرح دو ماند
و دوم محل حوب و حطر اسب که دصدر تحریر یافته '
معلوم سد که سوال ار حوب و حطر اسب که دهصد دحریر یافته
معلوم سد که سوال ار حوب و حطر اعداد واحد اد دارد حکم —
دقی شکل اسب که ددائرۀ اصح صاحب خانه هفتم اسب
در خانۀ دوم دسسته ادرا دا طالع ضرب کردم بضرب الداخل

این اشعار طبع زاد حاجی صاحب است -

چشم شہلا دیکھ اس کی ہوگیا مخمور دل
کیونکہ بھولے مجھ سے ایسے نرگسستاں کی بہار
اس کے دام زلف میں 'حاجی' ہوا پابند آج
ہے پریشاں جس کے آگے سنبلستاں کی بہار

کس کو طاقت ہے جو دم مارے تری چشموں سے اب
ایک آنکھیں سرمہ زا اور دوسرا سرمہ دیا
کوہ کن سا سہل سمجھا تلخی جاں کندنی
تجھ لب کوثر کا جس نے شربت شیریں پیا

جب سے جا کر ملے ہو صحبت جنوں میں جان!
کس طرح سے ہوگئے ہو 'شوخ' اندر' الحفیظ

کل تو ہمارے گھر میں تم آؤگے یا نہیں
اپنا جمال ہم کو دکھاؤگے یا نہیں
جلتا ہوں جیوں سپند تمہارے فراق میں
آتش تو دل کی جان! بجھاؤگے یا نہیں

نہ پوچھو اور کچھ مجھکو، مگر پوچھو تو یہ پوچھو
اے شہنشاہ ملک خوبروئی! تم گدا اپنا

درین جا بخاطر می رسد که یک رائحۂ عمر که دال بر
کمال ما نیست نمایم تا اگر رسالی را هم درین عبور افتد و علم
آن مجمع کمالات در یابد بتاریخ ششم ماه صیام سنه
خمس و سبعین و مائة و الف ساعت مشتری قمر در برج خود
یعنی در سرطان و آفتاب در حمل. فقیر سوال کرد که ضمیر

در طالع سائل آمد مطلوب خود واکه هفتم او ایگدن ماں در
ظاهر وباطن رمل نداشته خوب بخانهٔ هفتم رفتم آنجا نجره بود
او مطلوب خود را که عتبه الخارج است می خواهد آن هم در
ظاهر و باطن نیست معلوم شد که هیچ کس مطالعت نکند واقف
باشد که دائم صلح رو دهد ـــ

صورت بدائرهٔ شکل اجتماع در طالع سائل آمد او شکل
فرد است نقاط هفت میدارد در خانهٔ هفتم رفتم در آنجا
نجره که صاحب خانهٔ هشتم است نسبت صورت از سعد و نحس
در آمد حکم اشکال سعد و نحس هر دو شمار کرده ام برا در
رسیدند همه حکم صادر شد - صورت بدائره اینست که این را مسرق
الرمل می نامند و صورت و حکم از سیر نقطهٔ بیان می کنند
اکثر استادان بدین عمل نموده اند و دیدن فن کتابها مثل
رسالهٔ شمس الدین خضری ' و هدایت رامل ' و شجرهٔ نجرهٔ
سیرین است که مثل ندارد و صورت و حکم از خانهٔ پانزدهم
می گویند - چون در زائچه اصل میزان الرمل این بود آن
زائچه را انقلاب و بتالوید کردم امهات این شد نقطه عقله مرز

{ نقطه باوقبض الداخل در دا در دهم حرکت کرده بسیزدهم
آمد و از سیزدهم بدهم رسید بخانهٔ چهارم منتهی شد }

و مطلوب خود را که دا و طریق است در هشتم میزان یافته
که خانهٔ خوب و دوستان است و باز از چهارم حرکت نموده
در پنجم که عتبه الخارج است منتهی شد و مطلوب خود را که
قبض الداخل است در پانزدهم یافته نظر نشد بس کدیم دوستی
است معلوم شد که سائل هوسناو خطرار طرف دوستان خائف میداورند

بوامد و تکرار او در خانهٔ ششم و نهم و دوازدهم و
سیزدهم در دو خانهٔ سعد و در دو خانه نحس که در ششم
و دوازدهم است ؛ لیکن در اینجا حظ دارند که در مزاج
و عقد خود اند و بدائرهٔ ادمح بعد بخانهٔ خود نشسته که
دوازدهم است باری که از تشویش بی وسواس نباید بود
که درکمین آید ؛ انسان را خطر نتوان شمرد و چهار کس بهم
عداوت در زراعت وکینه کاشته اند و از مجدولان هیچ مضرت
بسائل نخواهد رسید چرا که شکل سعد ازین دوایر شده
که در خانهٔ نهم است و بخانهٔ ششم عتبة الداخل و سوابق
مثلثهٔ او نصرة الداخل هر دو سعد آمد و شکل ششم
عتبة الخارج است ؛ ازین واقعه خاطر جمع است ؛ و شکل
طالع که لحیان است بخانهٔ خود و در خانهٔ طالع نشسته سائل
را فوت میسر باشد و عاقبت آن به شادمان پریشان شده
در سلک دوستی در آیند معنی نهاند که نامهای اشکال
که در پرده واقع شده تصریح کردن ضرور نمی کنطام و صاحب
لحیان را می دانید و امطروس دهر را می گویند وفائه عتبة
الداخل را می نویسد و جلمذه نصرة الخارج را و کوسج ساقط
جماعت را نام نهاده اند و آئینهٔ رمل نام خانهٔ
چهاردهم است —

ضمیر بدائرهٔ درج در طالع لحیان بود و مطلوب خود
را که همنم او انکیس است ظاهرا در رمل موجود نیست
و او صاحب خانهٔ هشتم است پس معلوم شد که سوال سائل
از طرف خوف و خطر فقد غائب است - حکم لحیان که

صاحب کتابان درج کرده ، این هشت شکل است ، یکی بیوت ،
دوم ابدج ، سوم مزاج ، چهارم سرف ، پنجم اصح ، ششم ،
حروف ، هفتم ، بردیج ، هشتم ابتج - از آنجمله درین و آنچه هر
چهار علم که حکم کرده اختصار میکنم و ماهیت هر چهار میطرازم -

اصح - این شکلین را هیچ قاعده نیست ، و قاعدهٔ کلّی این
است که شکل سعد در حادثهٔ سعد ، و در حادثهٔ نحس شکل نحس
واقع است تا غائب منور بود و شروع کس در سعده و بسیار
خاص استاد ، حاجی حسن دهلی ، رحمه‌الله تعالی ظاهر نموده
این را حروف الرمل گویند —

شکل بردیج این را شکلین عدد هم میگرفتند و این شکل
مشهور است ، بادریس و لقمان و پسر او ، درین شکل نقطهٔ
آتش را دو عدد گرفته اند و نقطهٔ باد را هفت و نقطهٔ آب را
چهار و نقطهٔ خاک را هشت ، چنانکه لفظ بردیج پدید می آمد
این را معرب الرمل می نامند تشکیل شکل این را دائرهٔ بیوت
نیز میگویند که اول وضع شده دائرهٔ شکل است و این شکل
را خط آخری و شکل آدم علیه‌السلام نیز می خوانند و این
شکل مشهور است بدائرهٔ بیوت اختیار کردهٔ امام محمد بن
عثمان رضا نیست که بدین شکلین عمل می نمود و این
شکل را هیچ قاعده و قانونی نیست - صاحب "مرأت المحبوب"
نوشته که این شکل را از منازل نیست و هشتگانهٔ مهر در نشسته
اند و هر شکل از اشکال این تشکیل در حادثهٔ خود پنج قوت
دارد ، اول ، عرب ، دوم ، قدرت ، سوم ، ظهور ، چهارم ، امر
، پنجم ، نهی این را سمال الرمل میگویند —

حکم نقطهٔ خاک از پانزدهم حرکت کرده بخانهٔ چهاردهم
و از چهاردهم بخانهٔ یازدهم و از یازدهم نشسته منتهی شو
تا آنکه و مطلوب خود را در دوم رمل یافت باز حرکت کرده
بمنزله پیوسته باد مطلوب خود را که درچهارم یافته بار حرکت
کرده در هشتم نظری منتهی شد واو مطلوب خود که انکیس
است در ششم یافته گاهی قوی و گاهی ضعیف برای آنکه نقطهٔ
خاک در خانهٔ باد چندان قوت ندارد و مطلوبات شکل هفتم که
اعداد و اضداد است گاهی یافته و گاهی نیافته اغلب که بچندے
نوع احوال سائل و مسؤل شود و یک نوع قرار نپذیرد ، گاهی
صلح و گاهی جنگ پیدا شود اما عاقبت صاحب طالع بهتر
است . بر رمزدانان این فن مخفی نیست که رمل در لغت
بمعنی ریگ آمده است یعنی چونکه ریگ را شمار نتوان کرد
این علم را هم بضبطهٔ نتوان آورد و تسکین در علم کامله ساکن
شدن شکلی را گویند که در مرتبهٔ از مرتبت خود پس بهر
ترتیبی که اشکال شانزده را که ترتیب دهند و هر شکلی را در
خانه از خانهائی شانزده ساکن گردانند آنرا تسکین خوانند
و تساکین درین علم بسیار است چنانچه معادل هر نقطه از
نقاط افراد و ازواج اشکال شانزده گانه رمل که دو و شش است
دو شش هزار تساکین واقع است و ما فوق دران منصور نیست
و تمام دائره زمین عالم بدر دو و شش هزار فرسنگ است
ازان جمله هفتاد و دو هزار فرسنگ آب دارد ، و بیست
و چهار هزار فرسنگ خشکی است ، و تساکین نیز موافق فراسخ
زمین است دران جمله تساکین چند تساکین که اقوی اند اکثر

باب الطا

میر شمس الدین "طالع"

خواجه نور خوش معطر، پاکیزه گفتار، شعر را نه نهایت مهارت می گفت، زور حیات در عین عنفوان جوانی بمنزل شاهجهان آباد شتافت سه آفتاب شبهای او چنین طالع می شود - در تذکرهٔ فتح علی خان -

جفائے یار کو ہم التفات یار کہتے ہیں
شفا و عاقبت اپنی کو ہم آزار کہتے ہیں
زمیں معمور ہے سینہ گلوں سے داغ الفت کے
شگاف دل کو اپنے ہم در گلزار کہتے ہیں

عرصے میں ہے اے زاہد اس دور میں پیمانہ
مسجد کے نہیں جاویں کیوں چھوڑ کے میخانہ

آباد کر اے طالع تو چل کے بیاباں کو
مرنے سے بھی مجنوں کے ویراں ہے یہ ویرانہ

ہنسا ناصح کی باتوں پر وو تیرا درد کیا جانے
وہی کر تو ارے دل جس میں کچھ اپنا بھلا جانے



میرزا محمد اکبر "طپش"

تخلص وطن آباء او بدخشان است، همراه شاه رخ میرزا

تسکین ابدع پیدائش آن این که چون مرتبهٔ عقل را بعد
از نورالله تعالی گرفته اند و نور او سبحانه تعالی یکی
پس مرتبهٔ آتش نسبت بعناصر دیگر اول باشد و عدد یکی است
که چون مرتبهٔ عقل کل که بعد از مرتبهٔ نورالله تعالی است
و او دوم است عدد او دو باشد و صفت نار ' نیز دو باشد
ازین جهت عنصر باد را دو گرفته اند پس عدد او دو باشد
و او بعد از عقل کل عناصر اربعه است و او در مرتبهٔ سوم
واقع است پس عدد او چهار باشد و دلیل دیگر اینکه عنصر
آب در مرتبهٔ بعد از باد واقع صفت باد نیز چهار باشد و
پس عدد آب چهار باشد و بعد از عناصر اربعه کیفیات اوست
که نفس کل است یعنی مراد از نفس کیفیات هشتگانهٔ عناصر اربعه
است که از شکل خاصیت است و او در مرتبهٔ چهارم واقع
است پس عدد او هشت باشد ' بدانکه مراد از عقل نفس کل
و کل درین مقام از شکل طریق و خاصیت است ازین مراتب
حرف ابدع بیرون می آید و قاعدهٔ این تسکین آنکه هر عدد
عنصری که کشوده است عدد خانه است —

"حسن" واسے

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہوں
پی دیکھ تے ادا کریں یا مجھکو لیں بلوائے کر

باب الیا

انعام الله خان "یقین"

شهنشاه ملک سخندانی و یوسف کنعان معانی است. طوطی شکر مقال از گلستان هند بر نخواسته که بآن عندلیب هزار داستان سخن به نساده گرداند، و شهسوارے چابک خرام از راکبان دکن پیدا نه شده که قصب السبق ازان فارس میدان خوش تلاشی در یابد. بسیارے از شکر مقالان مضمون خیال پرور هم صفیری او برداشتند، آخر پست دست درمیان نارسائی نگه داشتند و اکثر از نازک خیالان سخن رس مقابلی بمقابلهٔ او برخاستند، اخر از قصور بگوشه مالی خود پرداختند. ازوست —

'یقین' ثابت حق سوں شعر کے میداں کا رستم هے
مقابل آج اُس کے کون آسکتا هے کیا قدرت

آرے عندلیب کلکش دم از عطاے هم دمی عیسوی می زند، و مزاج عالیش معانی نازک می گزیند. هر قطرهٔ که از سحاب خامه اش بچکیده، آب گران بها شد - و هر سطرے که از و سر زد، فرحت عطا کُن جانهاست. معنی آفرینان این زمان از نام نعمین کلامش گرم بازاری می دارند، و خوش تلاشان این عصر از اصحاب نام نامیش دست بگوش میگذارند. چنانچه می گوید —

بادشاه‌زاده آن دیار وارد هند شده و با زمان فتح یاب خان
شهید که از مشاهیر امرا و اولاد شاه رخ میرزا بود نسبت
نسبتی گری آنها پرداخته بسر برد. الحال از چند مدت بوطن
قصبهٔ نگر نار گردیده بارادت حضرت شاه نسیم قدس سره
گرویده ـــ

'طپش' از مدت چهل سال مشق شعر را اختیار کرده' پایهٔ
سخن به تکمیل رسانیده' دیوان فارسی قریب شش هزار بیت جمع
نموده و شعر ریخته هم به مضبوطی تمام می گوید' و در فن
کتب و علوم هندیه قدرت کامل دارد' و با این همه کمالات
فروتنی و عجز و انکسار که لازمهٔ کمال است' یگانهٔ روزگار و
نسبت فهم و ذکاے ذهن' و صواب راے' یکتاے عصر است با
میر 'مهربان' که احوالش نوشته خواهد شد' کمال اخلاص و
خصوصیت دارد' و میر 'مهربان' هم زیاده از حد تعظیم و توقیر
او می پردازد. با فقیر هم یک ملاقات دست داده' خوان
قابل به نظر درسید. این قسم احوال و این قدر اشعارش
بتوجه فرمودهٔ میر مهربان بعلم آمد "صداے دل طپیدنهاے
او چنین اثر دارد"

سرمه زیر آه حسرت هیں مری دل ریشیاں
سی لیا هوں دی کی پلکوں سے کتا کر خویشیاں
کس گلی میں نہیں تمہاری زلف کا زنار کمر
زم رہا کس سے نہ آدمی هیں یہ کافر کیشیاں

نہیں مرهون ' نسکه میں کسو ' اوروں کی سدلی کا
مرا داغ جگر اس سوں هوا هے ایک پتلی کا

دست کلکش را چون دست «اردو» در چشم می نهند فی الواقع اگر آن سحر پرداز، دعوی اعجاز می کرد، سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارهٔ نبود و این آیهٔ گران مایه «و اعتقد رنگ حمی بأذنک الیمن» رنگ شد از آئینهٔ دل میبرد و گلشن جاوید بهار بس از آبیاری میرزا مظهر طراوتی پذیرفته، و این طوطی شیرین مقال، شکر نباتی از آن غنچه لب نغمه خوان چنین معانی گردیده است - و اکثر جا میرزا را از راه استادی یاد می کند، و حق شاگردی خود بزبان می آرد —

چھوڑ دیار ایسے نہ صبح و شام لازم کر ' یقیں '
حضرت استاد یعنی شاہ ' مظہر ' کی ندا

و دیگر در جائے می نویسد —

سایہ پہ شخص ٹھہرتا نہیں ' کہتا ہے ' یقیں '
آپ سے مجھکو جدا حضرت ' مظہر ' نہ کرو

میرزا ' مظہر ' جانجاں چون چرب گفتاری ' یقین ' دادن درجه ثانی، با ریختهای که پیش ازین سروده و طبع ' میرزا ' ستوده اکتفا کرده از شعر ریخته دست کشید —

' حکیم بیگ خان ' روزی با فقیر نقل میفرمود که ' انعام الله خان یقین ' را در سنه تسع و ستین و مائه و الف ملاقات نمودم، مرد جوان، بمواضع بنظر رسید. اشعار خود بسیار خواند و استعمال دریافت باوجود صغر سنی که (۳۰) سی نخواهد بود نحفی داشت که تمام رنگ رویش رنگ کهربا گرفت. بعد انتقالش اکثر اشخاص در جهان شهرت دادند و گفتند که این یوسف مصر سخندانی خوریافتهٔ اخوان است دل مقتول

حق کو 'یقین' کے یارو! برباد مت دو اِدھر
تم نے سخن کی طرزیں اُس سے اُڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید ـــ

" رباعی "

جس طرح سے لائے ہیں مضامین متین
اشعار میں دیکھنا کے 'سودا' و 'یقین'
ایسا کوئی نہیں ہند میں، ہر چند کہ ہیں
'سجاد' و 'کلیم' و 'مہر' و 'درد' و 'مسکین'

اگرچہ یقین است کہ میرزا 'سودا' در 'غزل' و 'رباعی' و 'مخمس' و 'مثنوی' و 'قصیدہ' و 'قطعہ بند' وغیرہ، اشعار رنگینہ رتبۂ رفیع میدارد، و عالی تلاشی فراوان می نماید، لیکن در رتبۂ 'یقین' فصاحت و ملاحت دیگر است ـــ

(لطیفہ)

اگر ہزار برس تک نہ میرزا سودا
کرے جو فکر تتبع 'یقین' کا از دل و جاں
کہیگا معنی باریک و خوب شیریں تر
ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل 'یقین' یکتائے عصر و یگانۂ زمانہ است۔ چشم روزگار چنیں معنی آفرینے نکتہ رس ندیدہ، و گوش سپہر دوار مثل این والا منشے آتش دم نشنیدہ سخن سرایاں والا گوہر، و آتش نفساں گرامی قدر، مصرع طبع زادش را چوں خیال مصرع قامت خوباں بدل جا میدہند، و پیش نقش

بعضی عاشقانهٔ قمر بر لفظ عبدالحکیم که در مادهٔ تاریخ
واقع شده اعتراض بیجا نموده که نام خان "حکیم بیگ خان"
است و عبدالحکیم نیست. این چنین تاریخ بقمر نام بشمار
نمی تواند بر آمد - لهذا بجواب آن می پردازد که وقتی
حکیم بیگ خان بطرف جهانگیر آباد تشریف بردند، میان
نورالعین سلمه‌الله تعالی را در اینجا بیماری تپ ربع شدت
حائل شد، ایشان در اثنای ملاقات حکیم بیگ خان چون غزل
سادهٔ ابتدائی بقلم آوردند، همین اسم را صریح بیان کرده،
این سه بیت ازان است —

شاه عبدالحکیم زود بیا ‏ ‏ ‏ ‏ رفتی و من سقیم، زود بیا
مهربانان داره معلوم است ‏ ‏ ‏ ‏ ای شفیق قدیم! زود بیا
هست نام تو ورد، واقف را ‏ ‏ ‏ ‏ شاه عبدالحکیم! زود بیا

، و همین، تاریخ حکیم بیگ خان، حاکم، از قمر بسته
گرفته‌اند و در تذکرهٔ "سرخم خانه" که حاوی احوال قمر نوشته
پیوسته‌اند -

الحاصل، پدر، نعمین، اظهرالدین خان بهادر مبارک جنگ
از ارکان شاه جهان آباد است. نبیسهٔ حضرت شیخ محمد الف
ثانی و نبیسهٔ نواب حمیدالدین خان مرحوم میشود - گل گشت
دیوانش طبع را اهتزازی و ابتهاجی بخشد، اگرچه از اشعار
حاجت اظهار اشعار نمانده، اما این چند رباعی از گلستانش
دما در الزام شانهٔ قلم را طراوت بخش میگرداند —

جو کچھ کہیں نہ تجھکو، یقین، ہے سزا تری
بندہ جو تو بتاں کا ہوا، کہا خدا نہ تھا؟

یعقوب است'' . انتهی مقاله . بنابرآن از خاطر راقم السطور تاریخ وفات 'یقین' چنین بر خاست تاریخ —

شاعر نازک سخن و خوش خیال — کرد سفر جانب ملک عدم
سال وفاتش خرد نکته سنج — گفت 'یقین' رفت بسوی ارم

مخفی نماند که حکیم بیگ خان 'حاکم' تخلص که نام ایشان به صدر بهادر ثابت از خاندان بزرگ و از شعرای زبردست فارسی اند با میان نورالعین 'واقف' تخلص که در سخن فارسی داد سخن آوری می دهند و احوال ایشان گذشت ، طرح ارتباط اختلاط می دارند چند بچه باتفاق یک دیگر از لاهور بقصد زیارت مکه معظمه وارد این شهر شدند اشعار فارسی خیلی درد آمیز می گویند با فقیر در دولت خانهٔ حضرت میر غلام علی 'آزاد' مدظله العالی ملاقات مسعودی دست داد و از سخندانی ایشان که هر یک نکته و لطیفه است طرفه شایستگی رو نمود حق سبحانه سلامت دارد ، و اشعار متقدمین و متاخرین در خزانهٔ حافظه بسیار موجود می دارند ، و بان فقیر بگرم جوشی تمام ملاقات می نمایند - درین ولا بتذکرهٔ شعرای فارسی مسمی " مردم دیده '' تالیف ساختند چون روزی بغربت خانه فقیر قدم رنجه فرمودند ، راقم الحروف تاریخ آمدن ایشان چنین نظم آورد (تاریخ) —

بکاشانه ام کرد 'حاکم' کرم — مرا کرد ممنون خلق کریم
پئی سال تاریخ او هاتفی — ندا داد تشریف عبدالحکیم

۱۱۷۵

که ما هم چنین هستیم که بر چنین شاعران حملها کرده‌ام و غافل
ازین که "چاه کننده را چاه در پیش" ، زنهار در پس عیب
مصنف هرچه کلمات نا شایسته در حق او می گوئید آری —

عیب مردم فاش کردن نیز زین عیبها ست
عیب گو اول کند بی پرده عیب خویش را

چنانچه مشاهده نماند کرده که هرچه نه در حق ما کرده ، و
یقین چه شک بوده که کمر بر انتزاع او بسته ام مگر در عیب
گیری او خوش نصیبی می آید و الفاظ چند در خرده ثبت
می ماند اول می داند که خود را نپارادد ، بعد ازان بر دیگران
ستم طریقی نهاده خود اصلاً مدای سخن نمی دارد بر دیگران
سخن می نهد اگر در سخن او خطا و سرقه نکنیم نتیجه از
انتخاب او که امر تذکرهٔ خود نوشته درست نخواهم داشت
لیکن در روز اول رسم ادائب نشست ما نیز نوشته که
انگشت بر حرف کسان نهم و این توفیق حق سبحانه تعالی
نداده که آهو گیری ابنای جنس خود می نهادم نایه که
میر از زبان خود قائل می شود و داد کلامم می دهد - یعنی
در جای ترجمهٔ 'یقین' می نویسد که او را شعر 'میررا مظهر'
گفته می دهند ' و بجای نوشته که شعر 'یقین' لفظاً لفظاً
منتحل رای ابنا رام 'مخلص' است ' و نیز می گوید که
او هم سلیقهٔ شعر درست نمی دارد والله اعلم از کیست '
ازین دریافت نماند کرده و "هل هذا العماش" ما هم می توانم
که تیغ زبان بر کشم و دخل در فاهرو سخن غیر نکنم .
چنانچه ما را آن قدر احوال شعرا از نیک و بد معلوم است

اس قدر عرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا
جب چلا کو مرے پاؤں سے سروکار نہ تھا

دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوئی ہمکی ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

مجھے رنجور کرنا کیا مہتاب تھا بہاروں میں
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار تھا

حقیقت میں یہ شعلہ عشق کا ہے برگ گل زر نہ
حائل الله در آتشکدہ گلزار کیوں ہوتا

کیا بدن ہوئے گا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

میر محمد تقی "میر" در ترجمۂ نعمن مطرازد که "اگرچه اکثر شاعران ریخته را مقدمان ... ناقصه ام مقدمان میگویند و ذواره می نامند، گویا که این شعرا سه نه در حق انسان است -

هرچه گوینده بے محل گویند　　در دوارد عزل عزل گویند

لاکن شعر، نعیین لفظاً لفظاً مقدمان رائے اندہ رام 'مخلص' است که گذشت طرفه دیر این نه آ نهم در سلسلۂ سرفه نکه بوده است جدا دادند که این معنی در اصل از کیست، شعر این ست -

ناخن تمام گشت معطر چو برگ گل
بند بے قبائے کیست که را می کنیم ما"

الہی با چار مہر سکوت از دہن بر میدارم و حرفے 'بہادهن فیها' می نگارم که کسانیکه تذکره میر و سودا و احوال هر یک را از ستم طرنعی بیضا پر و پوچ بعلم می آرند او شاندرا چه گوهر استعداد بدامن می افتد مگر اینکه در دل خود داران مهسوند

شعر گر اعجاز باشد بی بلند و پست نیست
در ید بیضا همه انگشتها یکدست نیست

قبلهٔ دارین حضرت میر غلام علی 'آزاد' می نویسد "فقیر تحسین عبارت را نقل می نماید که ''مقتضای حسن ظن آنکه اشتراک مضامین را بر حمل توارد کنند تا که محمل حسنی داشته باشد، چرا در پی حمل دیگر روند. علامهٔ تفتازانی در مطول نقل می کند ملخص کلامش این حکم سرقه وقتی کرده شود که اخذ ثانی از اول معنی باشد، والا احکام سرقه مترتب نمی تواند شد، و از قبیل توارد خواهد بود و در صورتی که اخذ ثانی از اول معلوم نباشد، باید گفت که فلان شاعر چنین گفته است، و دیگرے سبقت برده چنین یافته، و بدین حسن تعبیر معلوم داند فضیلت صدق را، و محفوظ دارد خود را از دعوای علم غیب، و نسبت نقص بغیر'' - انتهی - اگر کسے بنظر تعمیق ملاحظه کند، کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چه احاطهٔ جمیع معلومات خاصهٔ علم حضرت الٰہی است، بعاثهانه خامهٔ معنی نگار سرے بارنگی می انگیزد، چه داند که صید وارسته است، یا بال و پر بسته. ابو طالب 'کلیم' خوب گفته، و گوهر انصاف سفته -

قطعه

علم کلیم به طور بلندی همت
در استفادهٔ معنی بغیر خدا نه کنم
بخوان فیض الٰہی چو دسترس دارم
نظر به کاسهٔ دریوزه و گدا نه کنم

که دیگرے را برو اطلاع ناقص مبتنیها می کند لاکن از روز
شمار وسواس بخاطر راه می یابد و اندیشه از ابنائے نوع
دامن دل می گیرد لهذا هر ابنائے را بقدر مقدور خود به
نیکی یاد کردم و هر جائے که در احوال آنها مصرعے نقل
یافته از طرف خود ضم کردم' و بجائے هر مصرعے دوسه
و گفتم که این چنین هم مصرع خوب می نهادند' باز اختیار
پسند در قبضهٔ منصف است' خود چرا درجنگ بادی شاه
که من او را بهتر دانسته ام آنانکه منصف اند' می پندارند
'میرزا رفیع السودا' در حق 'میر' گفته و گوهر انصاف
سفته قطعه —

ایک مشفق کے ہاں گیا تھا میں — سنیو یہ نقل اک عجائب ہے
اُسکے گھر میں ہے ایک مرد بزرگ — خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سر نوشت کا اُس کو — ہے بجا گر کہوں کہ نائب ہے
کہنے لاگا وو اہل مجلس سے — آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اُٹھاتا میں — کیا کروں فکر قوت واجب ہے
میں جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — بات کہنے کی یہ نامناسب ہے
لیک اس واسطے میں کہتا ہوں — درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر دنیا میں — زیر ایراد 'میر' صاحب ہے
ہر ورق پر ہے 'میر' کی اصلاح — لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

پس شاعر را می باید که کلمهٔ بدی کسے تا حد المقدور
نه بر طرازد' و بنا بر ناخوشی در شعر او دخلها روا نداشته
از انصاف نگذارد' و همگنان را مثل خویشتن پنداشته عیب
پوشی نماید - زیرا که گفته اند —

ہو جاوے نا بوارد کس پہ یہ معنی الٰہی
تا نزد خوردہ چمداں، خوردہ حساب ہووے

لاچار ہوں الٰہی اس کے علاج میں میں
تیرا ہی فضل خاصہ مجھ پر شتاب ہووے

وہ کونسا ہے شاعر جس کو نہیں بوارد
دریا وہ کونسا ہے جو بے حباب ہووے

کس واسطے کہ امری قدرت کا، نہیں ہے ممکن
یک شخص ناتواں سے سارا حساب ہووے

یا فضل ہووے تیرا یا چھوڑ دوں سخن کو
نزدیک خوردہ چمداں دست آب و تاب ہووے

اس بیت پر کیا ہے دل نے تمام قصہ
بارے دعا کو اس کی اجابت شتاب ہووے

پرتاں تو کیا ہے سب شاعروں کے گھر کو
تیرا ارے بوارد خانہ خراب ہووے

بعضے اشخاص سخن چیں بر این بیت 'تعمیں' ایراد می آرند کہ این مضمون از لسان الغیب شیرازی قدس اللہ سرہ است —

اس داغ دار دل کو گاڑو نہ ساتھ میرے
ڈر ہوں مت لگے آگ اس سے کفن میں

بیت حضرت خواجہ اینست

بکشائے تربتم را بعد از وفات و بنگر
کز آتش درونم دود از کفن بر آید

بر رمز داناں مزاج سخن مخفی نیست کہ 'تعمیں' در کلام

ولے علاج ندارد بسی دوا ہم کرد
مگر زباں بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

اردو لغہ

مجھہ پاس وو نکہلا جب بے حجاب ہووے
جو حرف منہ سے نکلے سو انتخاب ہووے
گر میری شعر خوانی اس وقت میں سنے تو
بلبل کا دل حسد سے جل کر کباب ہووے
ہر سطر ہے گی میری جیوں زلف گلعذاراں
سنبل بہی جس کے دیکہے پیچ اور تاب ہووے
مدت سے میرے دل میں ہے گی یہی تمنا
میں ہوؤں اور میرا حاضر جواب ہووے
خدمت میں اُسکی میں بہی کچہہ حال زار بولوں
وہاں سے بہی مجکو کچہہ کچہہ حکم اور خطاب ہووے
گر شعر خوب اپنا اُس کے پڑھوں مقابل
تحسین مجہہ پہ اس کی جلد اور شتاب ہووے
ور سقم ہووے اُس میں اور نقص ہووے ظاہر
دیوے جدہر سخن میں نا آب و تاب ہووے
’صاحب‘ سخن یہ میرا تو سانچ کر سمجہیو
مجکو گمان اور شک مت اب حجاب ہووے
ہا بستہ میں نے مضموں باندھا نہیں کسی کا
محتاج غیر کا کب اہل نصاب ہووے
لیکن یہ خوف مجکو ہوتا ہے آکے حائل
دل سے جو شعر نارہ جب انتخاب ہووے

علیٰ هذا القیاس این امر را احسن پنداشته اند و دور از فہم نہادہ'
اما در سستگی او قصور راہ نیافتہ چنانچہ چند ابیات ازین
قبیل بہ جہت استشہاد می آرند —

شب مرا تا سحر خواب نبود
درد دو چشم بغیر آب نبود 'حسن'

آج کی رات مجھکو خواب نہ تھا
دونوں آنکھوں میں غیر آب نہ تھا 'ولی'

اے 'حسن'! یار کو خطائے کرد
ہم شکایت از و ثواب نبود 'حسن'

گلۂ شوخ اے 'ولی' کرنا
ہر کسی کی مجھے ثواب نہ تھا 'ولی'

دلم رسیدہ جانم تو دیدہ کہ زندہ ماندم
پس آنکہ من بمانم بچہ کار خواہی آمد 'خسرو'

اس وقت میں جو مجھ تک پہنچو تو واہ وا ہے
کہ قصد بعد میرے تم نے کیا تو پھر کیا 'سودا'

وگرنہ زبدۂ نظم است از چہ رو 'صائب'
مقام بر سر چشم است بیت ابرو را 'صائب'

مت شعر پر تو چشم حقارت سے کر نظر
مانند ابروؤں کے انکھاں پر ہے جائے بیت 'ولی'

رفتی و از فراق تو چشمم بگریہ شد
چون ابر نو بہار سفید و سیاہ و سرخ 'خسرو'

خود لطافتی خاص می دارد و خوبی بستگی از اول احسن
درو است —

شاهد معنی که باشد جامهٔ لفظش کهن
نکته دانے کو خریدار دوشیزه خوش است

عارف ''جامی'' قدس الله العزیز هم دربن باب می فرمایند۔ (قطعه)

معنی نیک بود شاهد پاکیزه بدن
که بهر چند در و جامه دگر گون پوشند
کسوت عار بود بار پسین خلعت او
گر نه در خوبیش از بستر افزون پوشند
عار است این که کهن جامهٔ تشبیه زیرش
بدر آرند و دو اطلس وا کسون پوشند

مخفی نماند که در ادبیات غیر موزونان در چار قسم اند یکی آنکه شعر کسے را بے تفاوت الفاظ و معانی تمام خود خوانند، این خاص دخل تعبیر نیست، دوم، آنکه معنی لطیف کسے دیده بتفاوت الفاظ بغیر داده بخود نسبت دهد، درین حمل توارد هم میتوان کرد، اما بمرکب بستگی او نظر باید نمود که در هرکه ترکیب خاص باشد، مقبول باید داشت۔ سوم، جماعتے اند که روا دار مضمون و الفاظ غیر اصلا نمی شوند اگر توارد اُفتد، این امر علاحده است۔ لیکن تا مقدور بعد تحقیقات از دیوان خود حک میکنند که اول فقیح باشد، تا احسن این را همت عالی می باید، از هر کسے نمی تواند شد، چهارم، گروهے اند که مضمون ربائی بربائی دیگر باحسن وجه میآرند، چنانچه مضمون فارسی بریخته، و مضمون ریخته بفارسی۔

تمام حکم شراب کرتا ہوں
محتسب کو کباب کرتا ہوں 'ظہوری مہر'

ظاہرم بنگر گرچہ در نظر سبزم
مثال برگ حنا باطنم پر از خون است 'لا اعلم'

باطن میں خون ہوا ہے مرا دل عجب نہ کر
ظاہر میں گر ہے رنگ مرا سبز جیوں حنا 'داؤد'

زور بد بارے نمی آید ' زمان را دیدہ ام } 'دلاور خان
سایہ ہم در زیر پا ' کم می شود وقت زوال } نصرت'

عارف الدین خان ' عاجز ' این مضمون را می بندد —

یار جانی زور نہ رکھیے ہیں ثابت ' ورنہ جان
چھاؤں بھی پھرتی ہے ایدھر سیں اودھر وقت زوال 'عاجز'

وقت بد میں کیا کسی سے ہے رفاقت کی اُمید } 'عاشق علی
جب زوال آتا ہے تل جاتا ہے سایہ سا رفیق } خان عاشق'

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم 'علی'

خط سبز آفت جان تھا ' مجھے معلوم نہ تھا
دام سبزے میں نہاں تھا ' مجھے معلوم نہ تھا 'فدوی'

سوار شد مگر آں بادشاہ کشور حسن
کہ آفتاب کشادہ نشان زرین را 'لا اعلم'

ہوا سوار وہ شاید مرا شہنشہ حسن
کہ آفتاب نے زریں نشان کھول دیے 'سودا'

ہوا ہے بر شکالی کی مری انکھیاں میں آ دیکھو

سیہ دی ہے، سیاہی ہے، سمی ہے، ابر باراں ہے ' لااعلم '

متاع وصل جاناں بس گران است

که این سودا بجان بودے چه بودے ' خسرو '

ہے متاع وصل جاناں بس گراں   بشیوبیگ

جاں سے ہوئے سودا تو کیا ارزاں ہے   ' عاشق '

ہرچہ می خواہی طلب کن ' صائب ' از شاہ نجف

منتے گر میکشی از در نمی باید کشید ' صائب '

ہر کسی نا مرد کی کیا التجا کیجیے ' مراد '

التجا گر کیجئے تو شاہ مرداں کیجئے ' مراد '

روبہی سیاہ سازد نام آوران عالم

ہموار گر عقیقی از مہر نام گردد   ' صائب '

نگیں مانند حاصل ہے اسے آخر سیہ روئی

جسے خواہش ہے اے 'داؤد' جگ میں نامداری کا   'داؤد'

گر شور عشق بلبل نالاں اثر نکرد

پیراہن گل از چه گریبان دریده شد   ' مردمی '

گر نہیں ہے نالۂ و فریاد بلبل کو اثر

غنچۂ گل نے کیا ہے بے سبب کیوں جامہ چاک   ' داؤد '

تمام حکم شراب می خواہم

محتسب را کباب می خواہم   ' خسرو '

از ابروی کج تو دلم کی رها شود
شنیده ام که گوشت ز ناخن جدا شود 'سراج'

تیرے ابرو سے مرا دل نہ چھٹے گا ہرگز
گوشت ناخن سے کہوں کوئی جدا ہوتا ہے 'نادان'

مرا که آئینه از بهر جلوه درکار است
دلم هر آئینه مشکن، زیان سرکار است 'سراج'

نہ توڑ آئینہ اپنے دیدار کا
زیاں خوب ہیں اپنے سرکار کا 'دردمند'

در فراق تو چها ای دوست محبوب کنم ؟
صبر ایوب کنم، گریهٔ یعقوب کنم 'الاعلام'

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا 'مضمون'

از تف عشق تو آرام دل بیتاب است
قائم النار که دیدیم همین سیماب است 'افتخار'

عشق میں کیا ثابتی ہے اس دل بیتاب کو
برقرار آتش اپر دیکھا اسی سیماب کو 'مدہ'

ای دانه اشک در احصای ایام فراق
آبله افتاده است در پنجهٔ مژگان ما 'ارشد'

دانۂ اشک سے دن ہجر کے گنتے گنتے } 'شاہ
چھالے پڑگئے ہیں مرے پنجۂ مژگاں کے بیچ } نصرالدین'

از کوی تو کعبه روم یا به بتکده
ای پیر ره بگو که طریق ثواب چیست ، 'جامی'

ای بیاد صبا ادب ضرور است
این مشهد ما ست گلستان نیست 'مظهر'

یہ بلبلوں کا صدا مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ذرا یہ باغ نہیں 'یهوں'

از تو دل در گدام و ستم نقد دارے دگر
قحط آدم نیست جائے دیگر و یارے دگر 'لااعلم'

یک دگر جب جنگی آئی دو جھگڑا کیا ہے
تم کو خواہندہ بہت مجکو طرحدار بہت 'قایم'

در دل (همگین) بنا ے گل و شمشاد ماند
تا قیامت این ستم در گردن صیاد ماند 'سراج'

فصل گل کا غم دل ناشاد پر باقی رہا
حشر تک یہ مظلمہ صیاد پر باقی رہا

نباشد در کنار مادران اطفال را خوبے
چہ شیرین اصطلاح است این مادر را اماں گویند 'خسرو'

پہوں دور کسی سے اپنی ماں کے پاس جب لگ ہوں } عاشق علی
میں اسے سمجھا اماں اس واسطے کہتے ہیں سب لڑکے } خاں 'عاشق'

سرشکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن
بیا در کشتی چشمم نشین و سیر دریا کن 'لااعلم'

گر آرزو ہے تجکو تالاب کا تماشا
کشتی میں چشم کے آ دیکھ آب کا تماشا 'سراج'

زلف اُس کی میں شور مشکدل ہوو جاتی ہے رات کی آواز

نواب سالار جنگ بہادر 'کاں' دھاص۔—

سوائے حیدر کرار شاہ مرداں کیست
که ذوالفقار با و داد حق، نبی تدبیر
سوائے اُس کے کہو کون شاہ مرداں ہے
خدا نے تیغ دیا اور رسول نے تدبیر   مدد

شرم می آید ز قاصد طفل مکتوب مرا
در سر راهش نیادادار ند مکتوب مرا 'ظهوری'
شرم آتی ہے مرے قاصد سے اس مکتوب کو
راہ میں کو چے کے میرا ڈال دو مکتوب کو 'صاحب'

بروز حشر شهیدان چو خون بها طلبند
تبسمی کن و خاموش کن زبان همه 'ملا ملک قمی'
بروز حشر شہیداں جو خوں بہا مانگیں
تبسم ایک کر اور کر زباں سب کی بند 'صاحب'

گر ترا خواهش قتل است بیا بسم الله
دم شمشیر تو و گردن ما بسم الله 'ناصر جنگ ناصر'
گر تجھے قتل ہے منظور چل آ بسم الله
تیغ موجود ہے، حاضر ہے گلا بسم الله 'صاحب'

این چند اشعار آبدار که مضمون او توارد آمده تحریر می شود که خالی از فائده نیست۔—

هزار توبه بکردم، درے نکنم سرسود
سرائے بخت من اینست گداکه دریا چه هست 'خسرو'

کعبے کو سجدہ کیجیے یا رب کی پوجا کیجیے

اے طرفہ مصیبت کہ حصر ا کچھ ہم کو اب کیا کیجیے 'حاتم'

یار ما ہرگز نیازارد دل اغیار را

گل سراسر آتش است اما نسوزد خار را 'لاادری'

یار میرا یوں ستاتا ہے کبھی اغیار کو

گل سراسر آگ ہے پر یوں جلاتا خار کو 'انور'

عاشقاں را سہ علامت اے پسر

آہ سرد و رنگ زرد و دیدہ تر

رخ زرد و لب سرد و نین تر

یہی ہے عشق کی یارو علامت 'ہادی'

بسکہ دل در فرقت آں دلربا بیتاب شد

چادر مہتاب مارا بستر سیماب شد 'صاحب'

بسکہ دل ہجر سوں دلدار کے بیتاب ہوا

فرش مہتاب مجھے بستر سیماب ہوا 'داؤد'

بوسہ بے ادبم آں قدر آورد ہجوم

کہ لب لعل ترا فرصت دشنام نبود 'ملیست'

بے ادب بوسے نے میرے اس قدر ہجوم کیا

لعل لب کو تیرے کچھ فرصت نہ تھی دشنام کی 'صاحب'

میراولاد محمد 'کامیاب' —

در طرہ اش ز دل بفلک شور میرود

آواز زار نالی شب دور میرود

یہاں مجھ مست نے شرمندگی قبول نہ ہووے گا
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

یہاں تک ہوں حسرت حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہ سے بے اختیار حیف 'تاباں'

ایسی بری طرح سے موا ہوں کہ جو سنا
نکلے ہے اُس کے منہ سے بے اختیار حیف 'رنگین'

ہر قطرہ اشک میں ہے ظاہر جمال گل رو
پانی میں جوں عیاں ہے مہتاب کا اثاثا 'سراج'

صورت مہتاب وو ظاہر ہے میرے اشک سوں
جلوہ گر جوں آب دریا میں ہے عکس ماہتاب 'داؤد'

جان! تجھ پر کچھ اعتماد نہیں
کیسا بھروسا ہے زندگانی کا 'آرزو'

یک نظر خوش گذر غنیمت ہے
کیسا بھروسا ہے زندگانی کا 'کمال'

اشک گرم و آہ عاشق کے سے تو پرہیز کر
خوب ہے پرہیز جب ہو مخالف آب و ہوا 'آبرو'

دم سرد و دل سوزاں سے اے نازک طبیعت تر
ہوائیں مخالف ہیں اس سے پرہیز لازم ہے 'پروانہ'

کیا مچائی اُس نے میرے دل کے کاشانے میں دھوم
شورِ حسن کے لئے کعبے میں بت خانے میں دھوم 'سودا'

سونپ دیجے کے ہم لاتیں پا موتی کے لاگ
ساگر کو کیا دوش ہے جو ہیں ہمارے بھاگ 'الاعلم'

بار ہر سو کہ روم ، دیدہ ہماں سو گردد
چشم من جانب قبلہ نما پیدا کرد 'الاعلم'

سبھے نئیں سمجھات بھیں جلت سوں دیپ دیٹھ
وا ہے میں تہرات یہ قبلہ نما دو دیٹھ 'بہاری'

ہم عشقت رس نگداخت جسم را بوا سم را
ہماہیلک بھی را بار دیدند استخوانم را 'شوکت'

کرے ندا ایسے نا گیل سمجھاوے سوچ
دیکھی ہوں چشماں جگ چاہے لے سوچ 'بہاری'

رسکہ درد تو دردان بادوان من است
ہلاک من طلبد ہر کہ مہربان من است 'تقی اوحدی'

کیا کہوں وا کے د ساہر راہیں کے ایس
یہ احوال لکھیں مر تو بھیو اسمس 'بہاری'

این چند ابیات در توارداب شعرائے ریختہ گو کہ بنظر
راقم سطور رسیدہ است بتحریر می آید۔

ہمارے بعد ساری ولقل معدا نہ ہووے گا 'سرور'
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا 'محمد تقی میر'

تمہاری میکشی میں اب نہایت حذر ہوتا ہے
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے روتا ہے 'کہوں'

ہر جا کہ این مصرع را دیدن - طور سندید ؛ ...

یاراں اٹھاں کے سوم تھاں سے ہوں لالچی
ہائی ہو تم کہ دیکھے یہاں فکر زر کرو 'حاتم'

لالچی دیکھے ہیں ہم بے فکر و مقصود سب
وصل کی خواہش ہو گر تو زر کو پیدا کیجئے 'حاتمی'

دام الفت نے کیا مجکو اسیر کاکل
ورنہ کیا کام تھا اس جال میں پھنس جانے کا 'انور'

کیا کروں مجھکو دام الفت نے کیا مجکو اسیر
ورنہ مجھ آزاد کو کوئی گرفتاری نہ تھا 'احقر'

چوں بیت این مرحوم از دیوان ولی دست
داد این مصرع بعینہ بخاطر در آمد —

ہوا ظاہر خط روئے نگار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ 'ولی'

در دیوان عبدالہادی چنین دیدہ شد —

چلا آیا ہے میرے پاس یار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ

راقم الحروف را ہم قبل از اطلاع این مصرع توارد افتادہ —

خیال اُس کا کیا دل میں گذار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ 'صاحب'

بر غواص سخنان سخن و رمز دانان این فن مخفی نیست
کہ 'یقین' چہ راہ سلامت روی اختیار کردہ و خون از رگ
اندیشہ چکانیدہ ، یعنی در پنج بیت تا رائد ردیف را نگفتہ
و در یک زمین مکرر ردیفہا طرح کردہ اگر کسے بخاطر

ایک نظر پر جلوۂ حسن جہاں آرا نہیں

نور کعبے میں پڑا ہے اور بتخانے میں دھوم 'شرافت'

سمجھ اب شیریں کی حسرت میں مثال کوہ کن

کب تلک اے کج بے انصاف میں بسا کروں 'حاتم'

ایک دن تو وصل کے وعدے پہ مجھکو شاد کر

کب تلک اے کج بے انصاف ترسا کیجئے 'صادق'

عاشق علی خاں 'عاشق' —

دیکھ کر تیرے پانوں کی مہندی　　مجھکو تلووں سے آگ لاگے ہے

آگ لگتی ہے مجھکو تلووں سے

جب حنا پانوں کو لگاتے ہو 'داؤد'

نوازش علی خاں 'شیدا' را ہم این مضمون توارد افتادہ —

یار کی دیکھ پانوں کی مہندی　　مجھکو تلوں سے لگی ہے آگ

اُس بے وفا کے عشق میں کچھ ہم کو جس نہیں

پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں 'حزیں'

دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں

کیا خاک میں ملی ہیں مری جانفشانیاں 'سراج'

دیکھئے کس طرح ہووے یکدگر صحبت برار

وہ قیامت سخت گو ہے میں عجب نازک مزاج 'بیان'

تم قیامت تند خو اور میں عجب نازک مزاج

اس طرح کیونکر نبھے گی 'پیار'

جو کہتے ہیں وہ نکتہ چھور ارجمند نہ دیکھوں کسی نے نہیں ہے سند
اے صاحب، نور سینۂ سخن از کجا نکتہ رس، ہانی ادہ ہوش
کہ ہنر گذران است —

در تو عمر چرا نیست کہ در بزم وجود
نہ نشستی سرہ نوہم زدنی خاموش است

اشعارے کہ دردش جا دوستی است، نمودنی ابا دیدۂ نظارگیان
را نور و دل سامعان را سرور پیدا شود از دیدن، است —

آپ سے جب الگ نہ تھا واعظ کہاں تھا یہ شکوہ
دیکھتے ہی آئینے میں مثلِ سکندر ہوگیا

ناصح آج یہ نصیحت نہ تھا نہ میں سنی
مجبور رکھو مجھکو مرا دل بجا نہ تھا

مجھے پھر دکھا دیا تونے مٹا کو سبزۂ خط کو
جراحت کو مرے و مرہم زنگار پھر تھا

تری جدائی میں کیا کیا جفا اُٹھائی ہیں
مرے جو پاس تو آیا وفاسے دور بیٹھا

ارے واعظ ہمارے پاس ہے آتش محبت کی
کہ جسکو دیکھ زہرہ آب ہوجاوے جہنم کا

سنوی مرے ہیں جوش وقتی یہ اجی دیتے ہیں شادی پر
تکلف بر طرف یہ نوحہ گر باندہ * ہے ماتم کا

لذتیں ساری گرفتاری کی جاتی ہیں بھلا
جب قفس میں یاد آتی ہے گلستاں کی ہوا

---

* باندہ = بندہ بمعنی غلام، باندی بمعنی لونڈی اسی کی تانیث ہے۔

انصاف انتصاف کند که هر دینس طرز علیحده می دارد و هر یکه چرخهٔ سخن نادرے تازہ می نهاد لیکن از عدم چنداں پوچ مزاج چارهٔ نیست' زیرا که انسان را نظر بر طرف آهو گیری می باشد و غافل ازاں که " الانسان مرکب من السهو والنسیان " نیز نشاید نهفت که ملوث بشر* نیست و غافلے بنظر نیاید که نقطهٔ نقص غفلت نشمرده' هرگاه که اینها بتصور خود اعتراف نموده باشند ناپسندی گویان حقیقت امکاں را چه قدرت که خود را چه اصل را چه طاقت که خویشتن را افضل بر مخلوقات ایں همه بے عیبیها سزاوار ذات کردگارے است که سہرا ورا کمات عالم را در پسته هائے گونا گوں و مختلفه آراسته' و گلدستهٔ گلهائے آفرینش را با رنگ و بوئے بو قلموں و جدا گانه پیراسته مگر ... مگر ' بنده' مخلص که ذکرش گذشت' در بیان حرف گیران چه خوش می گوید — مثنوی

سخن نکته چینوں کا سمجھو بے بیاں — که اُن کی حقیقت هے سب پر عیاں

کسی کا اگر شعر هے خوب و صاف — و لیکن وه جانے دراز خلاف

که اس شعر میں کچھ نہیں بندش درست

هر ایک جائے پر شعر میں هے شکست

کسی کا هے مضموں اگر دل نشیں — تو کہتے هیں وه سارے از راه کیں

یه مضمون مدت کا هوگا قدیم — که انکو کہا هے اسیر و کلیم

کسی نے اگر تازه مضموں پڑھا — که جس کے معانی هیں جس بے بہا

---

* بد' شر = برائی —

دل اُس کا داغ ہے اور آہ اُس کی سرو موزوں ہے
دیکھوں جسے بوجھ کر کو داغ دیں جائے کیا ...

سمجھ دل کو نہیں اپنے سنبھالے رکھ دیکھیں
پھر کرے گا کون اُس کے چھوٹ جانے کا ملال

جانماں انکھوں کا ہوتا ہے کوئی دن میں خراب
آنسوؤں کا جوش میں آتا ہے دریا کی طرح
دولتیں ڈھونڈے سے بھی اُٹھتے نہیں جن بن جی یہیں
پھر عروج ہو چلا دن میں سمجھا کی طرح

باغباں بے رحم اور در بند دیوار بلند
بلبل بے بال و پر گلشن میں جاوے کس طرح
ہائے بیٹھی جاتی جب یار دست آئی بہار
پی کے سے بن کہا کیسی دیکھوں سمجھاوے کس طرح

اب ملک ویراں پڑا ہے نہ رندوں کا باقی نشست
پھر کسی نے بعد مجنوں کے نہ دی خاموں کی داد

کیا جراں نے کر دیا ویراں گلستاں العیاذ
کس طرح سے بلبلیں پھرتی ہیں نالاں العیاذ
لوگ اس وادی میں اب کرتے ہیں آہو کا شکار
بعد مجنوں کے ہوئے ہے کس غزالاں العیاذ

کس کا ماتم ہے کہیں جو اس طرح روتا ہے ابر
کو کتی ہیں کوئلیں اور مور بو کرتے ہیں شور
مجھ سے بہتر کو کہا ہے جنوں لگیں حرف آشنا
کیوں پہچانیے دیکھیں ہیں حضرت مظہر کی قدر

کیوں نہ ہو ہر نالہ دوں کو سیر سبزہ و شو کی آرزو
میکشاں پر آج رحمت ہے بہاراں کی ہوا

دماغ دل معطر ہوں سو بن بہار و حسن کے گردیا انفاس
جلا کر اشتہاں کو بادہ داں کے ہات کیا آیا

کیوں کر ملے ہو گل بہن جو آئی ہے ہوس دماغ
اے باغبو! چمن بیچ بکر باغباں نہ دیا

ندا مرناہ راز عشق ان چاک گریباں سے
نہ رکھا ہوئے گل کی طرح بس نے ہات من اپنا

مجھے زنجیر کر رکھا ہے ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم مجھے دشت ویرانے پہ کیا گذرا
پہنچی یک بار مجھے سوز دل کی داد کو پہنچے
کہاں ہے شمع کو پروا کہ پروانے پہ کیا گذرا

اس کم نگہی میں بس بندھی ہے عطش دل کی
ساقی! مجھے اتنی سی مے پینے سے کیا ہوے گا
مستوں کا مدار دل کچھ مے بے نہیں چھوڑا
زاہد! گذر اب تو بھی اس کہنے سے کیا ہوے گا

ہمارا سوز سن مجنوں کو بھولی طرز نالے کی
کوئی شہروں کے منہ پر لے بتا سکتا ہے کیا قدرت

پہ جیوے ہجر میں وو وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف ہر طرف بلبل کو پروانے سے کیا نسبت
ارے دل مت توقع دلبروں سوں رکھ ترحم کی
انہو پیتے ہیں خوشخص اُن کو غم کھانے سے کیا نسبت

دی ہے پھر سے ہوا ورق کی آگ رہی ہے در مقصو
جس طرح ہوتا ہے افسوس کو افسوں کا دلاس

مرے جلووں دہ نہ دیتا کیے ہے معشوقوں رقص
کرے بگولہ کی صورت دگر کے ہاتھوں رقص
یہ گرداب نہیں دشت میں کہ کرتی ہے
مرے جلووں کے نقش دیکھ روح معشوقوں رقص

گرمی اہل بزم سے مت کر کہ میں ہوتا ہوں داغ
شمع کی خدمت میں ایسی ہے پروانے کی عرض
وصل جو دی ہے یعنی اور ناعدان سے اک بار
کوئی نہیں کرتا ہماری داغ میں جانے کی عرض

ہم سے تھا وہ پرانہ ترک آباد سو ہم بھی چلے
اب خدا حافظ تمہارا اے مرالاں الوداع

بے حجابی سکھ ساں حسن کے لائق نہیں
بزم میں فانوس سے باہر نہیں آتی ہے شمع

خاکساری محو کرتا ہے سب دل کا غبار
دور خاکستر سے ہی ہوتا ہے آئینے کا داغ
ہم تو اب مرتے ہیں اور بجھتا ہے الفت کا چراغ
دیکھئے پھر کب ہووے روشن محبت کا چراغ

مرے خوں سے نہ ہوں اندیشہ نہ کرائے ہوا مطلق
کہ ہوتا نہیں ہے قتل عاشقاں میں خوں بہا مطلق

ازبس ہے خوش کمر کے وصف میں ہے گفتگو بارک
قلم میرے سخن کو چاہئے مانند مو بارک

تعجب سمجھے رہتا ہے 'یعنی' اس بات کا سمجھو
کہ ادنا بولتے ہیں تلخ یہ شیریں دہن کیونکر

عمل کر رکھتا ہے تو حسب' اِن دوانوں کو نہ چھیڑ
یا غدار، اِن بلبلوں کے آشیانوں کو نہ چھیڑ

آہ و نالہ پر نہیں موقوف شہرت عشق کی
کس قدر ہے اس خموشی ساتھ پروانوں کا شور

بلبلیں بیہم چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف
کچھ تو اُڑتی سی سنی ہے گل کے آنے کی خبر

گویا اُڑا دیا ہے کسو نے ہوا کے تئیں
ایسا ہوا ہے فیض ہوا سیں غبار سبز

پروا نہیں ہے ابر کی ' اس مست خاک پر
کر لینگے اشک سرخ ہمارا مزار سبز

موسم میں خط کے حسن سوں اُنس نہ رہ سکیں'
کرتے ہیں بر میں جامہ بوقت شکار سبز

خاک پر مجنوں نے بھی دُر جو گرائی تھی شراب
سبز ہوتا ہے اُسی سیں شجر تاک ہنوز

سبزہ اُگنے کا نہیں' مجھ پہ برس مت اے ابر
گرم ہے آتش سودا سیں مری خاک ہنوز

کچھ پر و بال میں طاقت نہ رہی جب چھوٹے
ہم ہوئے ایسے بُرے وقت میں آزاد کہ بس

آپ کو بیچ کے یوسف نے زلیخا کو لیا
کیا خریدار نے پایا ہے خریدار کہ بس

تیری آنکھوں میں نشے ہے اس قدر دارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح دل سرمست میخانے میں دھوم
ٹوٹے ہے آتی ہے منہ سے عاشق کے جوں ٹوٹے گل
کیوں، یقین، بے جان کرتے ہو مگر جانے میں دھوم

دل چاک سینہ دیکھ محبت کی جا نہیں
جس گھر کا در کھلا نہیں اُس میں ہوا نہیں
کیوں چاہتے ہو میرے دل سے عشق کا زوال
یہ درد خود دوا ہے اسے پھر دوا نہیں

کیونکہ ہوئے شاداب روئے دل محبت کا چمن
بدر اشک سرخ سے ہوتا ہے الفت کا چمن

نمودار جمال یار ہوتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آدیکھے محبت اس کو کہتے ہیں
مے گلرنگ جیوں شیشے میں چھلکے معنی سوجھی
نمایاں ہے تری صورت سے صورت اس کو کہتے ہیں
نہ کی ٹوٹے نظر اس کی محبت پر نہ ملامت پر
ارے فرہاد کے قائل امدالت اس کو کہتے ہیں

درد دل ہم کو کچھ اس لاگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

تم تو حاضر ہیں عشق یار کہاں   جاروجس جمع ہوں شرار کہاں
اعداں در نہ ہند کر کہ دگر   ہم کہاں، تو کہاں، بہار کہاں
سایۂ تاک میں بڑا ہے زور   لٹک وو شور پائیدار کہاں

مصر میں حسن کی وو گرمی بازار کہاں
جنس تو ہے پہ زلیخا سا خریدار کہاں

جلنے لگے سینے میں نہ مل اِن جلتا کپڑوں کے ساتھ
جی دھڑکتا ہے مبادا لگ اٹھے دامن کو آگ

چمن آباد ہو اور باغباں کا خانہ ویراں ہوا
چلی گلزار سیں آخر کو یہ کر کر دعا بلبل
زیارت باغ کی کرتی ہے آنسو سیں وضو کر کر
حجاب گل میں رکھی ہے عجب صدق و صفا بلبل
جفائیں ناامیدوں کی 'یقیں' کیا کیا اُٹھاتی ہے
وفا یوں چاہیے شاباش بلبل! مرحبا بلبل!

چمن میں مجھ سے دیوانے کے لے جانے کا کیا حاصل
دکھاکر گل جنوں کو شور میں لانے کا کیا حاصل
جنھیں بالوں میں پھانسی دے وہ ہرگز جی نہیں سکتے
جو زلفوں میں پھنسا دل، اس کے غم کھانے کا کیا حاصل

نگہ دوری سے جیسے آئینہ میں آب حیراں ہوں
نہ نادوں سب سمجھ کر جان شرمانے کا کیا حاصل
نہ وہ دل ہے، نہ وہ شور جنوں ہے، سیر گل مت کر
رفیقوں بن 'یقیں' گلزار میں جانے کا کیا حاصل

ہم نہ کہتے تھے کہ مت چھوڑ اِن دھواں دھاروں کے بیچ
خط کی صورت میں پڑا آخر نہ آہوں کا وبال
ناصح اُس دیوانۂ آشفتہ جو سیں مت اُلجھ
سر پہ کیوں لیتا ہے ناحق بے گناہوں کا وبال

مے ہوئی آخر، رہی تدبیر غم کی نا تمام
کس سیں دل خالی کریں اب ہوچکا مینا تمام

کم ہیں ہم پوچھیے کہیے جس سے جانے کے نہیں
سجدہ ہم کرتے ہیں جوں محراب پیمانے کے نہیں

ہجر میں جیتے ہیں، پھر ہے ہلاکت روز وصل
یہ طرح کیا خوب راس آئی ہے دیوانے کے تئیں

جو سرو کے سینہ پہ چڑھا اور بیٹھکوں میں بھرا
کچھ عاشقی نہیں یہ زور آزمائیاں ہیں

ہم تو چلے ہیں یارب آباد رکھیو ان کو
ان باغچوں میں کیا کیا دھومیں مچائیاں ہیں

لہو ' پیتیں کا جو پیتا ہے وہ میں تو رہا ہوں
خدا کرے کہ نصیبے نہ غصہ گوارا ہو

کیا ہے عشق ہم نے مجھ سے ہمدم کے پہرو سے پر
خدا کے واسطے اے آہ اس دل میں اثر کیجو

ہو رہا ہے دل مرا بے ربط منصوبے ہیں بلند
جس طرح شطرنج میں پیادوں کے گھر جاتا ہے شاہ

یہ آدمی رات ہے اور شیشہ سے کاٹے سات تیرے
خدا حافظ مرا اے دل اجاتا ہے کہاں سچ کہہ

نمک ڈالا ہے مجھ میں اے ہما دور محبت نے
کہیں کھائے ہیں تونے اس مزے کے استخواں سچ کہہ

ہوں دور، یہ جی میرا اودور، کو ہے گھر پر
پھرتا ہے بڑا جیسے فانوس پہ پروانہ

روداد محبت کی مت پوچھ 'نہیں' مجھ سے
کچھ خوب نہیں سننا افسوں ہے یہ افسانہ

نادان ہوئے وہ اگر گھر میں تو اندھیرا ہے
ہے وہ ظلمت کدہ جس بیٹے میں ناسور نہیں

تماشا کر تصور کو کہ ایک ایک سیں بہتر ہے
پری صورت نظر آتی ہے جیوں شیشے میں تصویریں
ہمیں یوں ہی بات کہہ آتی ہے لیکن دل نہیں حاضر
خدا سیں ڈریے ناصح! جھوٹوں سات بپھریں
نہیں افعال ہات آتا نہیں کچھ جی کے جانے سے
نہیں ہوویں گے ہم فرہاد، گر سو بار سر پھوڑیں

مارے ہیں نداں ٹھوکر، گر پاؤں نہ سر رکھئے
ہیں بتکدیاں ان کے آنکھوں میں تصویریں
اس عشق کے کشور میں یکساں ہے حق و باطل
پرویز کو دیں افسر، فرہاد کا سر چیریں
نادان ہیں جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جاویں
لڑکوں کو کتابوں میں منظور ہیں تصویریں

دوانہ سمجھ ساکت چھٹتا ہے، کیوں تدبیر کرتے ہیں
کوئی دن چاہئے پھرنے دیں، عبث زنجیر کرتے ہیں

کوئی ان بلبلوں سے جا کر اتنا پوچھ دے ہم کو
کہ جب آباد ہے گلزار، خوش ہے باغباں ہم سیں

اس طرح آزاد کب صیاد چھوڑے گا تمہیں
بلبلو! دھومیں مچالیو، یہ گلستاں پھر کہاں

لڑکے پھرتے ہیں سنگیں، پتھر پڑتے ہیں پے کس
دیوانہ ہائے جب سیں جانا رہا ہے بن میں

رو مرے کو جدا قیامت لگے
پشت پا سوں پرے جدا نہ کرے
ہے وو مقتول کافر نصیب
اپنے قاتل کو جو دعا نہ کرے
ناصحوا یہ نہیں کچھ نہ بہتر ہے
کہ 'یقیں' یار سوں وفا نہ کرے

بندہ مرے ستم کا کوئی تجھ سوں کیا کرے
اپنا ہی دوں فریفتہ ہووے جدا کرے
خلوت ہو، اور شراب ہوے معشوق خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے، جو تو ہو، تو کیا کرے
قاتل ہماری نعش کی تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

فتح علی خان این دو بیت که تحریر یافت بنام
میرزا رفیع 'سودا' گرفته، و میر محمد تقی 'میر' هم فقط
مطلع این ریخته را که بالا مرقوم شد، در تذکرهٔ او نوشته۔
و فقیر را در اکثر دواوین 'یقین' این سه بیت به نظر رسید،
والله اعلم لیکن از پختگی این معلوم می شود که این
ابیات لاریب از 'یقین' اند، هر که واقف طرز سخن گوئی
هر دو صاحبان است، زبان هر یک می شناسد، و تفریق اشعار
می نماید، این دو بیت که بعینه همین ریخته بود بعلم آمد۔ —

جو کوئی کہ عرض حال کرے تجھ سنی مرا
اول بیان واقعۂ کربلا کرے

مجھکو نجومی جی سیں کیا مطلب ہے جیو یا مرے
اختیار اُس کا ہے اس کے جی میں آوے سو کرے
مجھ سیں ہو جدا ہے دشمن دیکھتے ہی دوست کوں
اس طرح کے بے مروت دل کو کوئی کیا کرے

نہ رکھ اے ابر تو سر پر ہمارے بار منت کا
وو بادل اور ہیں جو آگ دل کی ہیں بجھا جاے

جدا ہو زندگی میں، مرگیا ہوں بسکہ تڑپا ہوں
مبادا حشر مجھکو خواب راحت سے جگا دیوے

بڑھاپے میں 'یقین' کی جام مے سے دستگیری کر
شراب کہنہ ہے اس درد پیری کی دوا ساقی

دیت کا نام نہ لیجے خدا کرے کہ کبھوں
دیے سیں جی کے بھی قاتل کا حق ادا ہووے
اگر بھلے سیں ہمیں یاد کر نہیں آتا
کبھی برا ہی ہمیں کہہ ترا بھلا ہووے
یہ سب تو کرتے ہیں دعوائے عشق یار، کبھوں
جو آزمانے پہ آوے بڑا مزا ہووے

مناسب نہیں ہے شکوہ جور کا ان خوبرویاں سیں
'یقین' کوئی بری باتوں کو اچھے منہ پہ کیا لاوے

یہ دل مملوک ہے خوباں کا کوں اس کو چھپا رکھے
'یقین' مت کھو کہ مال بادشاہی کو دبا رکھے

دوستی بد بلا ہے، اس میں خدا
کسو دشمن کو مبتلا نہ کرے

گلا جو بیستوں تو کیا ہوا' خسرو یہیں تلک تھا
ذرا پتھر ہے چھاتی پر دھرے' فرہاد کیا کیجے

جدا مجھ سے نہ ہے داغوں سیں لالہ زار کرے
یہ خار خشک مگر آگ سیں بہار کرے
جو نقطہ میں درد ہوئے داغ ادو میری خواری سیں
نہ ننگ و عار کرے' بلکہ افتخار کرے

گئے سب بھول شکوہ' دیکھ روئے یار کیا کہیے
وہاں حیرت سے میری' ہو گئی بیکار کیا کہیے

یار آیا' یہ مجھے ہوش نہ تھا' کیا کہیے
نہ کیا اس دل دشمن نے خبردار مجھے

نہ روئے ہجر میں' در وصل کے دن نہ چلے آنسو
اسی دن واسطے رکھے تھے گویا یہ گہر ہم نے

جس کو منظور ہے مرنا اُسے جینا ہے عذاب
ہے دم پاک مسیحا' دم شمشیر مجھے

یہ وہ آنسو ہیں جن سے زہرہ آتشناک ہو جاوے
اگر پیوے کوئی اُس کو تو جل کر خاک ہو جاوے
گنہگاروں کو ہے امید یہ اشک ندامت سے
کہ دامن شاید اس آب رواں سے پاک ہو جاوے
نہ جا گلشن میں یوں' ڈرتا ہوں بلبل کو خجل مت کر
یہ دامن دیکھ کر گل کا گریباں چاک ہو جاوے
عجب کیا ہے تری خشکی کی شامت سے ارے زاہد
نہال تاک بتلاوں تو وہ مسواک ہو جاوے

ہوتا ہوں خاک راہ وفا بے نشاں 'یقیں'
ہے دل میں یوں کہ شرط محبت ادا کرے

نہ آرزو ہے کہ اُس بے وفا سے بھی پوچھوں
کہ میرے بے مزہ رکھنے میں کچھ مزا بھی ہے

اس اشک و آہ سے سودا دگر نہ جائے کہیں
یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے کچھ جلا بھی ہے

'یقیں' کا طور جنوں سن کے یار نے بولا
کوئی قبیلۂ مجنوں میں کہاں رہا بھی ہے

نہاں اپنی جفا سے بھی نگذریں ہم وفا سے بھی
'یقیں' ہم جان و دل سے معتقد ہیں اپنی ہمت کے

'یقیں' نقاہت میں سر مت پٹک پتھر سے ہیں' آ' بس کر
یہ ممکن ہے کہیں' ہر سر جدا فرہاد کو پہنچے

کوئی میداں نہ جیتا عشق کا فرہاد کے آگے
کسو نے دم نہ مارا تیشۂ فولاد کے آگے

مجھے ہجر چمن ہے خوب یہ صیاد کہا جائے
جو گذرے سر پر مقتولوں کے' سو جلاد کیا جائے

نہیں ممکن کہ ہم کعبے کو جاویں چھوڑ بت خانہ
کرے واعظ ہمیں ارشاد جتنا اس کا جی چاہے

ارے صیاد! اس بے داد پر بے داد کیا کیجے
شکار ناتواں مجھ سے کے تئیں آزاد کیا کیجے

---

*یہ غزل ہمارے پاس کے دیوان میں نہیں ہے — † (ن) پر ایک کو —

عاشق جو رہے جیتا ، معشوق کے کام آوے
کیا لطف ہے جل جانا ، پروانے کو کیا کہئے
دل چھوڑ گیا ہمکو دلبر سنگ تو نہ گیا
اپنے نے کیا نہ کچھ ، بیگانے کو کیا کہئے
صحرا میں ، بستی میں ، آہو گیا جور سے دور یہ ہیں
فردوس نہ کہئے تو ، ویرانے کو کیا کہئے

یہ الفت حسن نے اپنے پیار میں ڈالی ہو ، سو جانے
نشے میں گالیاں کھانے کی اور پیالا دلانے کی
جھکتا ہے اس آب و تاب سے ن نشی میں پیا اس کا
ڈھلکنا جس طرح ہو رہی ہے ، بعد میں موتی کے دانے کی

مارے ہی جاتے ہیں ایسے کوہ کن سے سر چڑھے
خسرو بیچارہ اور شیریں بیچاری کیا کرے

جو لگا ہے پر بھی نسبتی حسن کی اندری نہیں
بھر رہا ہے جسے سے معشوقوں کے یہ سینا ہنوز

دلدلیں کہوں کہ گرفتار نہ ہوویں اس ستم کی
دام میں اس طرح پھیلتا ہے یہ صیاد کہ بس

دن جدوں کے آن پہنچے ہو بہاراں الوداع
وصل گل نزدیک آئی ہے گریباں الوداع
مہکنے سے وصل نکہ کا کیا ہے ، کیا کریں
دوستو ہم سے ہو گیا اے جے پر ستاں الوداع

چمن میں ساتھ ہل جاتی ہے جیسے گل کے کھلنے سے
لہک جاتا ہے دم لینے برا کمت اس کو کہتے ہیں

آنکھوں کی دمریاں محشر میں جاکسر ہماری سیں
چلیے میں ہم بہشت جاؤں سیں اس سرو خراماں کے

اگر دعویٰ نہ کرتا عیسیٰ کا بدنام کیوں ہوتا
زبانوں میں مسیحا عالم کے ڈالا ہے زباں تو نے
بگولا ہوئی ہماری خاک بیٹھی اٹھ نہیں سکتا
ہمیں یوں کردیا پامال اے سرو رواں تو نے

خطا ہے منع مت کر یار کو دیکھا دشمنوں کو
ہمارا ہم سے کیا پوچھو کوہکن کی کوہکن جانے
سراپا تو ہیں ہکلاتے ہیں اس کے اور مت پوچھو
چھپا لے * کی انکھوں کی وحشت وہ شیریں دہن جانے

مسافر ہوکے آئے ہیں جہاں میں بس یہ وحشت ہے
قیامت ہوئی اگر ہم اس جہاں میں وطن کرتے

شروع عمر سیں ہم معتقد ہیں دشت ویرانوں کے
بگولے کی طرح جاروب کش ہیں قبر مجنوں کے
ہمیں مار سیاہ زلف کے کاٹے سیں کیا ہووے
کہ ہم ایک عمر سیں مارے ہیں خال لب کی افعیوں کے

جسارت ہے ' یقیں ' سرکار کی اپنا سخن مت کر
نہ کر ان موتیوں سیں جیوں صدف اپنا دہن خالی

دلبروں کا شاد رکھنا اس کو جب منظور ہے
دل کو ان کے واسطے کیوں مفت صدقوں کیجئے

---

* (ن) چھکئے —

ہمیں دوزخ سے اتنا مت ڈرا زاہد کہ ظاہر ہے
خدا ایسا نہیں کب اپنے بندوں پر روا رکھے

بہت سونی ہیں گلیاں، خاطر طفلاں پریشاں ہے
کبھو مجنوں کو دیکھے بن خانۂ زنجیر ویراں ہے

اب تو ناصح کے کہے سیتے ہو میرا چاک جیب
بار بار اس طرح سے کر ڈالوں گریباں تو سہی
لوگ نظروں میں نہیں لاتے ہمیں ویرانوں کے تئیں
اشک خوں سے میں باغ کر ڈالوں بیاباں تو سہی

ان اشعار آبدار انتخاب نمودۂ فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' است —

ہے ترے داغ سے ہر سینۂ سوزاں میرا
آب و رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا
غم کے ہاتھوں نہ رہا کچھ بھی رفو کے قابل
بس کہ سو بار ہوا چاک گریباں میرا
رو اگر دیکھئے اُس کو بھی تو کچھ مضائقہ نہیں
اٹھنے سے بھی گیا کیا دل حیراں میرا

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا
گریبان یار کا تھا، دامان ڈھانے کے کام آتا
نشاں خوں کرکے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے
یہ کافر جیتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا
اُڑا دی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں ناحق
غبار اُس کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا

یہاں، چمن میں کچھ اس کا سبب نہیں معلوم
کہ بلبلوں کا وہ ہنگامہ اب کے سال نہیں

بہار آئی ہے ہم کو کیا کہیے کا دامان دیکھیں
چمن میں رہئے پیارے کا ہمارا آشیاں دیکھیں
اُٹھا اُس منہ سے اے بادصبا گھونگھٹ کے آنچل کو
توجہ میں پڑے ہم بھی تک اک نہ گل کی شاں دیکھیں

ہے بہشتوں میں، یقیں، سب کچھ ولیکن درد نہیں
پھر کے دل رو اٹھیگے، نہ چشم گریاں پھر کہاں

صدقے جاتا ہے مرا جی بال بال اُودھر مرے
دیکھتا ہوں جب دی زلف پریشاں کے تئیں

کوئی دن اور کرے بیہوشی مجھکو بہاراں میں
عبث سمجھے ہو اس کو کیا رکھا ہے اس گریباں میں

کوئی نہ چاند سا منہ چھوڑ کر، عاشق ہو سجلے کا
گذر اس پرستی سے یہ پروا لے سے کہدیجو

گیا ہوگا نہ دوں کیا بار دی گلیوں میں راتوں کو
رگی دلّی مرن نے بھی نہیں کی اے عسس چپ رہ

مرے رونے نے مرا خط کا دیا جلدی سے سنہ
کھپت ہو جاتے ہیں جیسے مینہ برسنے سے ہرے

ملے جس کو یوسف سا رقیب اس کا خدا حافظ
زلیخا نیند کر کری نہ یوسف کو دو کیا کرتی

محبت کا جو بانا ہے، عجب آداب ہیں اس کے
کہ چاہوں جیوں یار دیوے گالیاں، عاشق دعا دیوے

طلا اُس حسن کے سامنے کے آگے آب ہو جاتا
دھوپ کو دیکھتا روتا پھول بیتاب ہو جاتا

کسی کی حسرتِ نادل نے اس کی دنیا کے حق میں
کٹی رحم اور اگر لگے تو دل بیتاب ہو جاتا

اثر جوبانِ قدسی ریت کی گاہوں میں نہ دیکھا
کہ جو کرتا تھا اسکے جوں سو وہاں عذاب ہو جاتا

اگر مجھکو زلیخا دیکھتی سب کچھ بسر جاتی
دمانا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا

"نسیم" سوز و گداز اپنے کو گر اظہار کرتا میں
خدا شاہد کہ اس کا بھی زہرہ آب ہو جاتا

سرِ در سلطنت سے آستانِ یار بہتر تھا
ہمیں ظلِ ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا

ہموں نے ہجر سے کچھ وصل میں دھڑکے بہت دیکھے
ہمارے حق میں اس راحت سے وہ آزار بہتر تھا

نہ ہو جو سر سے میرے دور ظلِ عاطفت غم کا
نہ پڑیو داغ پر میرے الہی سایہ مرہم کا

شکوہِ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
"نسیم" سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا

ٹپک آنکھوں سے اُتر کر دل نہ کبھی شور کیا کرتا
یہ شیشہ طاق سے گر کر نہ ہوتا چور کیا کرتا

نہیں اُڑ سکتی کسو افسوں سے کالے کی لہر
کھونگھ نکلے سر سے اُس زلفِ پریشاں کی ہوا

یہ کوہ طور سرمہ ہوگیا سارا ہی، کیا کہیے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا، تو دیوانے کے کام آتا
گیا گھر اس پتنگ سے عشق کا آتش کدہ سارا
کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

ہمیشہ کھینچتا ہوں اشک جوئی دل، مژگاں پر
اگر رونے کو تیرے دیکھتا مقصود رو دیتا

مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا
بتوں کو میں ضرور اُن بے کسوں پر مہرباں کرتا
اگر مرکر نہ میں اُس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے وفا میری کے حق میں کیا گماں کرتا
خدا دیتا مجھے گر پھر سامانی خدائی کی
تو میں ان بلبلوں کو گلستاں کا باغباں کرتا

نہیں معلوم اب کے سال میخانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کرنے سے پیمانے پہ کیا گذرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا دیر کے آگے
خدا جانے تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا
جدا لڑکوں کی بر جا، پر عجب ہے اتنی ہشیاری
نہ پوچھا یہ کبھو تو نے کہ دیوانے پہ کیا گذرا

نہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا
کہتے ہیں کہ تسخیریں آئینے کو آتی ہیں
دل سے نہ ہوا جو کام، آئینے سے کیا ہوگا

لگے گا ہاتھ پھول اس طرح کی ننھی باتوں سے
پرائے دامنوں پر تو نہ چھڑائے کوہ کن اپنا
یقین ، اس کے در دنداں کی باتیں جو کہنا چاہے
صدف کی طرح ڈھولے آپ گوہر سے دہن اپنا

یہ قمریاں جو سرو کی عاشق ہوئیں ، مگر
دنیا میں اور کوئی سجیلا جواں نہ تھا

اس قدر غرق لہو میں تو دل زار نہ تھا
جب حنا کو ترے پاؤں سے سروکار نہ تھا
حسن کا عشق زلیخا سے کچھ چل نہ سکا
ورنہ وہ پاک گہر قابل بازار نہ تھا
دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوا کی ہے ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

اب جنوں سرشک خاک سے سکتا نہیں ہوں اٹھ
آ گئے میں دل کی آنکھ سے اتنا گرا نہ تھا
جو کچھ کہیں نے تجھکو ، یقین ، ہے سزا تری
بندہ جو تو زباں کا ہوا ، کیا خدا نہ تھا

کہوں میں کیونکہ نہ صبح بہار تجھکو کہ آج
چمن میں تو جو نہ تھا گل کے منہ پہ نور نہ تھا
حریف مجھ سے الجھ کر عبث ہوا واعظ
کہ میں تو مست تھا اس کو بھی کیا شعور نہ تھا

نوک دبتی سرو کی ہوتی ہے جو ہم اس سے تو جھک
عالم بالا سے آتا ہے چلا گویا ادب

نہ آب تیشۂ فرہاد اپنے خوں میں گر ملا سکتا
اس آب و رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکتا
اجل نے کوہ کن کی' جوت رکھ لی شرم خسرو کی
وگرنہ اُس کے سنگ زور کو یہ کب اُٹھا سکتا

یہ دل ایسا خراب کوچہ و بازار کیوں ہوتا
اگر ملتا نہ اپنا گل رخاں سے خوار کیوں ہوتا
ہوئی الفت سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے ورنہ
یہ ایسا کار آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا
کسو کا تو کبھو رکھا کرو دل' تم کو لازم ہے
وگرنہ دلرباؤں کا لقب دلدار کیوں ہوتا

گرا میں آنکھ سے تیری' جہاں کے ہاتھ کیا آیا
مجھے پٹکا زمیں پر' آسماں کے ہاتھ کیا آیا
مرے ان آنسوؤں نے کھودیا نور نظر میرا
یہ یوسف بیچ کر' اس کارواں کے ہاتھ کیا آیا
نہ کہتی راز دل تو اتنی رسوائی بلا سہتے
فضیحت کرکے مجھکو اُس زباں کے ہاتھ کیا آیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اُس میں سو گوہر ہوگیا
آنکھ سے نکلے یہ آنسو کا خدا حافظ 'یقیں'
گھر سے باہر جو گیا لڑکا سو ابتر ہوگیا

رنگتا ہے مہتابی کے ہو جانا د میں آنسو و لعل دو
دیکھ کے ان یاروں نہ سر کوئی اٹھا وہ کس طرح
مرے نہ چاک کر بہار نے ہے رفو گستاخ
نہ مہرے زخم نے مرہم کی آرزو گستاخ

کون سمجھے واسطے ورنا نہ تیری سر یہیں
ہر شاعر کوں دے اس مصرع موزوں کی داد
پوچھتا ہے خوب کمعمت ستارے کی نصیں
اس نگاہ مست نے لکھا ہے مہتاب کا خط
رشک تیری دل ربائی کا رسن کھاتی ہے شمع
دیکھ تیرے حسن کے شعلے کو جل جاتی ہے شمع
اس ہوا میں رسم ار ساقی کہ بے جام شراب
دیکھ کر جاتی تیری آئی ہے یاراں کی طرف
ناصح نے مجھکو تم نے کہا سر مسار حیف!
سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف
مرں کرتا ہے اپنے حسن کے شعلے کی گرمی سے
ہوا ہے گل سے وہی وہ دلبر خورشید رو بارک
رشک سے لاگی ہے پروانے کے جیسی دل کو آگ
لگیو اے فانوس ایسی تیرے پیراہن کو آگ
وصل گل آتی ہے بلبل آشیاں کا کر علاج
لگ اٹھے گی اب کوئی دن میں اس گلشن کو آگ
چل یقین پھنسھن ہے ایسی جل مرنے کی طرح
کیا ہی پھولی ہے پلاس اور لگ رہی ہے بن کو آگ

شب اُٹھتا ہے دروازہ کو ، سنوں نہ کوئی بات
دیکھ کھڑوا یے کو کرتا ہے ، سمجھوں ، صحرا ادب

کہا دوا نہی اپنے ... بتا دوہاں کی
کردیا کس گھر ... ہر جانا ، ہوس خراب
صبر کہتے کسے پاک ، ناصح ، کہہ کر دیتا ہے عشق
ہو چلے کا شہر یارب ، شیدا ، دیکھیں خراب
یادوں کو اپنے ، بندوں ، کی ہم گو ہاں پھر نہ رکھا
مت کر اے گل آپ جو ہمیں ہاں رکھیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو میخانے سے کیا نسبت
نگہ کی گردشوں کو دور پیمانے سے کیا نسبت
یہ وہ موتی ہے جس کی سیپیاں آنکھیں ہیں عاشق کی
مرے آنسو کو مروارید کے دانے سے کیا نسبت
یہ بت جن نے تراشے ہیں اسے پوچھا نہیں اس کے
کہوں یہ صورتیں کوئی بنا سکتا ہے کیا قدرت

تصور کرکے لیٹا ہوں سرا ہوں اس کے بازوں کا
مرے اس چھپ کے رہنے کا ہے وو شہرہ سخن باعث

حق کو کب پہنچے نہ یاد ہو جب تک ان زلفوں سے دل
کبھو نکتہ ہو زنجیر بن ایسے دوانے کا علاج

جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یاد
وو قسم کھا کر اُسی ساعت مکر جانے کی طرح
خار سے مژگاں کے جی توڑتا ہے میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہو کف پا بے طرح

بلبلیں باہم چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف
کچھ تو اُڑتی سی سنی ہے گل کے آنے کی خبر

تو تیغ دیکھ مت کہہ یا اُنھوں کے تئیں بس کر
جواب تلخ مت دے مجھ کو اے شیریں دہن بس کر
پھڑک کر جی نکل جاوے گا بلبل کی طرح میرا
کھلا مت گلبداں کو نہ رکھہ اے گل بدن بس کر

کیا مری مژگاں نے کے ابر نے ڈالا ہے شور
آج بادل بے طرح اُمڈے ہیں بے برسیں گے زور
حال گورے منہ کا [illegible] ہے مرے دل کو جلا
اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی دیتے ہیں چور

ونیز هم درین زمین رنجهٔ پنج بیت می دارد و از تضمین مصرع دیگران اظهار خودمی پندارد، اگرچه این قابلیت و لیاقت کو که در هر گهٔ سخن سخنان بر آورے این معنی پژوه نسبت انکس نمودیم اینکه هر که پئے نیکاں گرفت و راه است انسان گردد، یقین است که رفته رفته نمون [illegible] سرکهٔ سان اوراں ها خوا هد بود - رنجه او این است، ریخته —

اب ہنسی نے اُس کی مسّی ساتھ کیا ڈالا ہے شور
ہے اندھاری رات اور بجلی بھی چمکی ہے گی زور

بس دم اب زلفیں لٹکتو، منہ کے اُوپر سے شتاب
اس طرح کے سانپ بھی ظالم کوئی دیتا ہے چھوڑ
عاشقی نے کردیا دونوں جہاں میں نامور
مر گئے ہیں [illegible] یہ مجنوں [illegible] لاکھہ کروڑ

قد ترا از بسکہ رکھتا ہے لٹک جیوں شاخ گل
باد کے صدمے سے جاتا ہے لچک جیوں شاخ گل
ہار مت پہنا کر اے پیارے کہ نازک ہے تن ترا
بوجھ سے پھولوں کے کھاتا ہے لچک جیوں شاخ گل
مرچکا ہوں بس کہ جی میں مجھ دوانے کے ’یقیں‘!
وے جدائی ہائے جاتے ہیں کھٹکتا جیوں شاخ گل

پڑ گئی دل میں ’ ترے تشریف فرمانے میں دھوم
باغ میں سمجھی ہے جیسی فصل گل آنے میں دھوم
تیری آنکھوں کے نشے نے اس طرح مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بد مست میخانے میں دھوم
ابر جیسے مست کو شورش میں لاوے پل کے بیچ
مچ گئی یک بار اُن بالوں کے کھل جانے میں دھوم

چاک کو ڈالا ہے اتنا تونے سینا بھی ’یقیں‘
پھاڑتا ہے اس طرح کوئی گریباں العیاذ

اب جو اُڑ بیٹھیں قفس کے بام پر مقدور نہیں
حیف ہم آگے نہ بوجھے اپنے بال و پر کی قدر

شاخ گل کو سرخ جوں شمشیر کرتی ہے بہار
قتل میں بلبل کے کب تقصیر کرتی ہے بہار

یہ زمیں سیلاب سے ہوئی نہیں ہے چاک چاک
دشت کی چھاتی پھٹی ہے سن کے دیوانے کا شور

دل ہمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر
پھر نہ دی ہم کو کسو نے اُس دوانے کی خبر

جس طرح سے ٹھونکتے ہیں لوگ خاطرہائے شاں
اس طرح رہتا ہے مجھکو جان مجروں کا دھیان

ڈرے سجن سے مرا جی نہ کچھ دھڑکتا نہیں
خوشی سے بسمل کی کرتا ہے جان مجروں رقص

وصل جاتی ہے 'یقیں' اور باغباں سے ایک بار
کوئی کرتا نہیں ہمارے باغ میں جانے کی عیش

مت خدا کے واسطے کر دلبراں سے اختلاط
کفر ہے دین میں مسلماں کے بتاں سے اختلاط

کعبے بھی ہم گئے، نہ گیا پر بتاں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

بھولی اس سلسلۂ عشق کے اب کم ہیں 'یقیں'
دل آزاد بہت، جان گرفتار کہاں

وو کون دل ہے جہاں جلوہ گر وو نور نہیں
اُس آفتاب کا کس ذرے میں ظہور نہیں

کوئی شتاب خبر لو کہ پے نمک ہے بہار
جنوں کے بیچ دوانوں کا اب کے شور نہیں

مجھکو اب سیر و تماشے سے شناسائی نہیں
مجھ بن اے نور بصرا کچھ مجھ کو بھلائی نہیں

بن 'یقیں' کے باغ میں جاکر بتاں کہتے ہیں سب
سیر گل میں جی نہیں لگتا وو سودائی نہیں

گالی بھی پی گئے ہیں، ماریں بھی کھائیاں ہیں
کیا کیا تری جفائیں ہم نے اُٹھائیاں ہیں

چور اپنے یہ سبھی تصدیع رکھتے ہیں روا
وارثا ہوں ہی میں اس پر جو ہے میرے دل کا چور

اب 'یقین' کی یاد میں 'صاحب' مگر روتا ہے ابر
کوکتی ہیں کوئلیں اور شور تو کرتے ہیں مور

گریباں پھاڑتے ہیں دیکھ خوباں چمن کھو کر
نہ کھینچے خاک ناصح اس ہوا میں پھریں کھو کر (یقین)

دردمندوں کے تو لگتا ہے عبث جوں کا وبال
مر رہے ہیں آپ ہی ان ناتوانوں کو نہ چھیڑ

ہوش نہیں آتا ہے ان مجنوں ہمیں صحرا ہنوز
ان بگولوں سے ہمارا جی نہیں لگتا ہنوز

آگے لبوں کے ہو نہ سکی خط یار سبز
ہوتا ہے کب سراب کے آگے غبار سبز

بعد مرنے کے بھی ہوں گور میں ہم ناک ہنوز
گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے اپنی جا قفس
ورنہ تک پھڑکیں تو ہو جاوے تہ و بالا قفس

تو نہ تھا جیسا 'یقین'! ورنہ دیوانہ ہوا
آج اس طرح کا دیکھا ہے پریزاد کہ بس

نزع میں دیکھ مجھے یار جھمک کر بولا
کیا بری طرح سے مرتا ہے یہ بیمار کہ بس

اُس رخِ صاف کے آگے نہ رکھو آئینہ
میں مکدر ہوں مجھے اور مکدر نہ کرو

لے کے دل لیتے ہو بابت دکھ کے ماروں کا گناہ
جان و دل دینے میں کیا ہے ان بچاروں کا گناہ

کروں میں کیونکہ بیاں رات سے چھوٹنے* کی تدبیریں
ہوئی ہیں میری ہر اک بات میں جیوں شانہ زنجیریں

جب دیکھتا ہوں بلبل بیٹھی سبھی چمن میں
کس کس طرح کی یادیں آتی ہیں میرے من میں

اُٹھ گیا کیسے ہمیں دیوانا، یعنی، عالم سے ہائے
اُن نے کیا آباد کر رکھا تھا ویرانے کے بیچ

ہائے میرا ہاتھ مت پکڑو کہ جب گل کی طرح
چاک ہی کرنے میں ہے میرے گریباں کی پھبن

کرتا ہے کوئی یارو! اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ، اب کھول دو زنجیریں

عمر آخر ہے جنوں کر لوں بہاراں پھر کہاں
ہاتھ مت پکڑو مرا یارو گریباں پھر کہاں

یار کے تن کو نہ دے سرو سے تشبیہ 'یقیں'!
سرکشی میں تو مسلم ہے یہ طرّار بہت

'یقیں' مارا گیا جرمِ محبت پر رہے ظالم
شہادت اِس کو کہتے ہیں، سعادت اِس کو کہتے ہیں

---

* چھوٹنے —

شکوہ جفا سے یار کی کرنا وفا نہیں
بندوں کا اعتراض خدا پر روا نہیں
جور و جفا کی اُن سے شکایت نہ کر 'یقیں'!
بے شغل بتاں ہوں نہ، آخر خدا نہیں

قامت رعنا سے تیرے بسکہ شرماتا ہے سرو
دیکھ کر تجھکو زمیں کے بیچ گڑجاتا ہے سرو

اسیران قفس کی نا امیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت ہم کو خبر کیجو

کیا سجدہ 'یقیں' نے دیکھ اس محراب ابرو کو
برہمن تو رہا مسجد میں بتخانے سے کچھ دیجو

گرہ کھولو نہ زلف یار کی، شانے کو مت چھیڑو
چھیڑو مت دل کی زنجیر، ایسے دیوانے کو مت چھیڑو

کوئی مجھ سے نہ بولو، مستعد مرنے کا بیٹھا ہوں
حلاوت خود کشی کی دے گیا ہے کوہ کن مجھکو

کھڑا ہے سرو بہشت بن بنا کے رعنا ہو
جو یار پردے سے نکلے تو کیا تماشا ہو

خدا کرے کہ کہوں حق شتاب دارت ہو
مت امتحاں وفا میں 'یقیں' کے دیر کرو

عشق میں داد نہ چاہو کہ سنا ہم نے نہیں
عدل و انصاف کا اس ملک میں دستور کبھو

کیا دل ہے اگر بندہ کہ یار نہ ہووے
ہے طور یہ کیا کام جو دیدار نہ ہووے

اگر جاوے گلی تیری، تو بلبل گل بہار ہو لیے
ذرا بس قدم دیکھو، تو پانا اشہاں ہو لیے

چھٹیے ہم زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچیے
وہ بس ہے ہمارا خون بہا جلاد کو پہنچیے

بہار آئی، بنیا و عندلیبو! بہار عمر کے
دنوں حسرت کی وے راتیں گئے وے دن مصیبت کے
پریشاں خاک ہے آگیا ہے سنبل اس سے ظاہر ہے
کہاں ہیں موئے لیلیٰ اب بلکہ سا دم میں مجنوں کے
جہاں کی بادشاہی کے سپہ سالار عاشق ہیں
مٹھائے کوہ کن لے بے ستوں میں نقش شیریں کے

نہ نکھیے دیکھیو اس کو گرم رکھیو اِلاو نالے سے
یہ دل ہے مست جاکسمر کا بہرے احگرایہ سری

'یقین' کے واقعہ کی سن خبر وہ بدگماں بولا
یہ دیوانہ کچھ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہیے

عبث بالی تھی سینچے بیچ الا بے اثر ہم نے
نہ کہوں اس خاک میں بویا تھا نخل بے ثمر ہم نے

یہ پوچھو تو کہ کیا یہ سر زمیں مجنوں کا مدفن ہے
چلی آتی ہیں شور انگیز بادیں اس بیاباں سے

کیا فرہاد نے جو کچھ محبت اس کو کہتے ہیں
دیا ہی بات کے کہنے میں ہمت اس کو کہتے ہیں

یہ سینہ عشق سے محروم درد و داغ نہیں
ہزار شکر کہ یہ اک بے چراغ نہیں

ولا ہے عشق سے کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بجز میکدہ یار و کہیں پناہ نہیں

عاشقوں پر جبر کرتے ہیں بتیں، آہ یہ جو درد
کچھ نہیں واللہ ان پہ اختیاروں کا گلہ

بہار آئی ہے ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں سچ کہہ
چمن میں رہنے پاوے کا ہمارا آشیاں سچ کہہ

کچھ عمر نہیں باقی ساقی تو شتاب آ جا
قربان ہوں چھلک جاوے لبریز ہے پیمانہ

عشق کے بھی کار خانے کی عدالت دیکھ لی
بوالہوس جیتیں مریں ہم اے محبت واہ واہ

جب ہوا معشوق عاشق، دلربائی کیا کرے
بندگی سے جئے * جو کی، وہ خدائی کیا کرے

عشق میں ملتی نہیں راحت مگر جیوں کوہکن
جان شیریں دیجئے، تب خواب شیریں کیجئے ہے

جفائے دلبراں پر صبر کرنا ہی مناسب ہے
، یقیں، ادعویٰ وفا کا کر کے اب فریاد کیا کیجئے

---

* جن نے —

یقیں ' رنجور میں ہے' بس تو عالم میں نہیں چہلیں
تک ایک چھوٹے ' یہ دیوانہ ابھی ڈھونڈیں مچا ہووے

نہ دے برباد خار آشیاں کو مت ابھی گلستاں کے
صبا یہ بھی ہوا خواہوں میں ہیں آخر گلستاں کے

مرے آنسو بھی مارے ضعف کے اب چل نہیں سکتے
کیا ہے عشق! مجھکو ہائے ایسا ناتواں تو نے

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے باد صبا کوئی!

شب ہجراں کی وحشت کو' تو اے بیدرد کیا جانے
جو دن بیتے ہیں راتوں کو مجھے' دیری ملا جانے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے تجھکو کیا ناصح
ہمارے ہاتھ جانیں اور ہمارا پیرہن جانے

اگر دیتے ہو دل کی داد جتنا اس کا جی چاہے
تو کرنے دو اسے فریاد جتنا اس کا جی چاہے

نہیں کوئی کہ احوال اس کے ہم تک' یا خط لاوے
گیا ہے دل اب اس کو دیکھئے کب تک خدا لاوے

'نہیں' بے جا بھی میں کرتا ہوں بے صبری کہ ڈرتا ہوں
محبت بیچ لگ جاوے' کہیں ننگ شکیبائی

بہار آئی ہے کیسا چاک جیب پیرہن کرتے
جو اب ہم جیتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے

یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے
کون اس کوچے میں جز تیر گذر کرتا ہے

ترچھوں سے نہ دیکھنا اُس دن کو دیکھیں، ہرگز
وو اٹکھیلی سے چلنا کی طرح تمساد کیا جاوے

اگر دیکھو میرے نالوں میں تاثیر تو کیا ہوتا
بہار آئے تو، سبزا جاتا ہے اور یہ گلستاں ہے

گئی یہ کہہ کر آئے ہے ہجراں کے ستمگر بلبل
پھر ان آنکھوں نے کھو کر دیکھ سکتے کا چمن خالی

دعا مستوں کی کہتے ہیں، یقیں، تاثیر رکھتی ہے
الٰہی سبزہ جھکتا ہے جہاں میں تاک ہو جاوے

اس طرح رووے میں آنکھوں کا خدا حافظ، یقیں، ا
دیکھئے یہ جاناں اس رونے، تو بچا دے

یہ کون تعجب ہے ساقی! خاک میں ملانے کا
کسو کا دل کبھی پاؤں تلے ملا بھی ہے

اگر برباد جاوے خاک میری، کیا تعجب ہے
فلک جس طرح میں ادا ہے پھرے دور دامان سے

نہیں ہے جام سے بن کچھ ہمارا جوں بہا ساقی
اس آب زندگی سے اپنے یاروں کو جلا ساقی

جو سر پاؤں پہ رکھ دیجئے تو خوش ہوویں یہاں ہم سے
ولیکن ہائے ہو سکتی ہے یہ جرأت کہاں ہم سے

ان بدنہاد جوانوں نے کہا پیر مجھے
کردیا صحبت سے جوں سادہ زباں گھر بیٹھے

ناصح اس کے سوا مژگاں نے کھٹکتوں کھو دیئے ہارے
رحم کو تاریکے نہ دے اپنے دو گھایل کیا کرے

محبت کے سروں کو کب هر ایک پیر و جوان سمجھے
جو ابراهیم هو، آتش کدے کو گلستاں سمجھے

کرتے هیں اپنے بال دکھا سنبلا مجھے
اس بزم سے نہاں کے نکالے جدا مجھے

اجل نہ چھوڑے گی آخر 'یقین' کو لازم هے
کہ اپنے سر کو ترے پاؤں پر نثار کرے

'یقین'! جادا رہا گر بلبلوں کے ساتھ جانے دے
کوئی اس بے مروت دل کو اپنے پاس کیا رکھے

حیا و شرم سے کیوں کر کوئی حذر نہ کرے
ادب سے دیکھے یہ کوئی کب تلک نظر نہ کرے

حق مجھے باطل اشیا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں جدا نہ کرے

ذرا خورشید سا منہ دیکھ کر پھولوں کی جان لرزے
ذرا قد جھوکے باد آوے تو سرو گلستاں لرزے

وو بلبل کھونکہ ہووے خار و خس سے متعلق، جس کا
نسیم گل سے مارے نازکی کے آشیاں لرزے

زباں فولاد کی هو، تب جواب کوہ کن دیوے
ستم کرنا اگر پرویز کو عشق امتحاں کرنا

مقابلے میں وفا کے جو یہ جفا ہووے
کبھو کسو سے کوئی یوں کر آشنا ہووے

موا جاتا ہوں مت اتنا بھی کس کر گوندھ بالوں کو
ٹک ایک ڈھیلی تو کر دے جان زنجیر اس دوانے کی

زنجیر میں بالوں کی پھنس جانے کو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

میرزا رفیع السودا و عبدالحی تاباں مصرع آخر این بیت را که گفتست مخمس بطور ترجیع بند کرده و خوب گفته چنانچه از بند و شعر دیگر در شهر اشتهار پیدا کرده حاجت اظهار نیست —

دیکھ تو دیتا ہے کروں تجھکو بھی حیراں تو سہی
باغباں آپ کے اجارے لوں گلستاں تو سہی
اپنے بندوں کو جلا کر داغ کرتے ہیں 'یقیں'!
ان بتاں کی ضد سے ہو جاؤں مسلماں تو سہی

موئے ہم فصل گل آنے سے آگے ہی' خدا جانے
کہ کیا کیا شوخیاں ہم ساتھ یہ ظالم ہوا کرتی

دل روشن کے بیچ لگتی ہے کب طلعت نظارے کی
صفا میں آئینے کی کب خلل آتا ہے صورت سے

محبت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
جی ہی آخر لے کے چھوڑے گی یہ بیماری مجھے

خواب میں کس طرح دیکھوں میں تو بیخوابی کے ساتھ
جمع آسایش کہاں ہوتی ہے بیتابی کے ساتھ

مدت بیتی لیے وفا کو شہر خوباں میں ' ڈھونڈوں '
کس قدر بے قدر ہے یہ جنس نایابی کے ساتھ

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
ذرا ذرا نہیں یہ شغل ' کچھ بھلا بھی ہے

ایک پل بھی نہیں ٹھہرتا ہائے آنسو کی طرح
اس دل بیتاب کو کوئی تسلی کیا کرے

وصل کی گرمی سے مجھکو ضعف آتا ہے ' یقیں '
دیکھئے مجھ سا اب خوباں کی جدائی کیا کرے

اس بسنتی پوش سے آغوش رنگیں کیجئے
جی میں ہے اس مصرع موزوں کی تضمیں کیجئے

مزے سے عشق کے دوزخ بھی اس فرقہ پہ جنت ہے
خدا ہم کو کرے محشور امت میں محبت کی

نہ نکلا کام کچھ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہنچے

دوانہ ہوں میں جی دینے میں* مجنوں کے سلیقے کا
مرے لے کے مرنے کی طرح فرہاد کیا جانے

یار اگر منظور ہے دنیا اور عقبیٰ سے گذر
منزل مقصود ہے دونوں جہانوں کے پرے

---

* (ن) اپنے جیو سے —

نہ دیکھا عیش کی حسرت کو درمیاں قصر شیریں میں
جو مجنوں ہوتا اٹھاتے شعر' جوے خوں رواں کرتا

ناچار یہ دل اپنا گیا گور میں ' یقیں '
اس جنس کا جہاں میں کوئی قدر داں نہ تھا

عاشق اور معشوق عالم کی مدد کرتے ہیں سب
دھیے جو دھواری کی طرز اور سمجھے سے ہم کھانے کی طرح

ہمارے درد کی دارو اگر کچھ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی بات پی جانے کا کیا حاصل

معشوقوں کی جوش نصیحتی کرتی ہے داغ مجھکو
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دوانہ پن میں
جو ناں ' یقیں ' کو معذور اسے تو رکھو کہ اس کی
لو ہو بہیں جگر میں ' آنسو بہیں نین میں

دوبارہ زندگی کرنا مصیبت اس کو کہتے ہیں
پھر اُٹھنا بے دماغوں کا قیامت اس کو کہتے ہیں

نہ گذرا ہوگا مجھ سا کوئی رنگیں باولے پن میں
گریباں آپڑا ہے پھٹ کے گل کی طرح دامن میں
یقیں سے جاتے جاتے کی خبر کیا بوجھ کر لو گے
پڑا ہوگا دوانہ سوختہ * سا کنج گلخن † میں

وو ناخن ابروے خوباں سے خوشنما تر ہے
کسو کے کام کی جس سے کوئی گرہ وا ہوے

---

* (ن) باولا — † (ب) گلشن —

کہاں لے چلا ہے د [illegible] ہم نالدوں کے ہار
دھو جاتے رنجش [illegible] میں مہماں کے دلا
اندھیرا ہے جہاں میں کہ اد [illegible] ہوں کے ہاتھ
ہے [illegible] رنجیدہ شمع [illegible] مسماں کر دلا

رکھا نہیں ہے ماتھ کی کی درا سجن
مجھکو ذرا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

اپنا ہے مست اپنے حسن کی مے سے سجن میرا
کہ کھاتا ہے نہاں کرلے سی لغزش سجن میرا

نکر گوہر ستی ہرگز برابر اگر معلوم ہے دندہ سجن کا

مجھے مت پوچھ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہو ہے اپنی جاں کا

اگر آوے مرے گھر وہ دلارا کروں اُس ماہ کو پتلی کا تارا
مرا دشمن ہوا یکرنگ وو سوم کیا کہوں عشق میں نے آشکارا

کم نہیں کچھ دو [illegible] گل سے بھی دہان [illegible]
برگ گل سے ہوگی نازک تر زبان [illegible]

زبان شکوہ ہے مہندی کا ہونا کہ حوروں نے لگائے ہیں مجھے ہات
مسخر چشم کے شاہ و گدا ہیں رکھے ہیں جو دو طاہر کرامات
جمال چشم و ابرو کر کے پیدا کردی مسجد کیا کوئی خرابات

یاد آتی ہے تازگی بہار دیکھ ہر خشک خار کی صورت
سچ کہے جو کوئی سو مارا جائے راستی ہوگی دار کی صورت

میر تقی 'میر' دوستو کہ تا [illegible] جائے 'سچ'

مجھے خوش آتی ہے یہ بات ایک مجنوں عریاں سے
کیا کھینچے کہاں تک، ہاتھ ہم کرے گریباں سے

تک ایک انصاف کر کرتا ہے اپنی بھی جفا کوئی
کرے گا بعد میرے کس اوپر وفا کوئی

مصطفیٰ خان "یکرنگ"

تخلص از معاصران میاں 'آبرو' است سخن خوش خیال بیکران می دارد، و طبعش عالی تلاش فراوان می نہاد۔ گو نہ کہ ذہن رسا داشت، و باہر کسی طریق حسن سلوک مرعی می گذاشت۔ یکرنگی اخلاص از تخلص او پیدا، و خلق مجسمی از ذاتش ہویدا است۔ این چند گل از گلستان ہر دو یکرنگ چیدہ گلدستہ می بندد —

لب شیریں سے یہ بتاؤں کے   بولنا تلخ کام ہے تیرا
ہات اٹھا جور اور جفا سے یوں   یہی گویا سلام ہے تیرا

جب سنوے گلہ جاں سے پار ہوا   خلق کی تیغ نظروں میں خوار ہوا
خلق 'یکرنگ' کی ہوئی دشمن   جب سنی تیرا دوستدار ہوا

ترک عاشق نے ننگ و نام کیا   کام اپنا جو تھا تمام کیا

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی   ہم بھی تو دم سے کبھی تھے آشنا

خون دل کا مجھے شراب ہوا   جگر سوختہ کباب ہوا

زخمی برنگ گل ہیں شہیدان کربلا
گلزار کی نمط ہیں بیابان کربلا

از یکرنگ است ——

نہ گلے مجھ سے لگو اے یار میاں   روٹھا ہوں ان سے ہر بار میاں

کیوں کہا مجھ سے ہو بہم، ہم ہیں تم نہیں
کہاں بندہ تمہارے یہ گنتی میں کم نہیں
کہتے ہیں ہم بجا سنو کان دھر سخن
گر مہر سے ملو گے تو دیکھو گے ہم نہیں

مجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
'یکرنگ' کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لے کے جو دنیا میں دیے ہو اس نہایت
کیا سخن اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں

نارسائی اور جدائی کہو کیا ہو   ایک جا آگ و پانی کیونکہ ہو

اُس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ہے اے دل جان بوجھ

برگ حنا اُوپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھو تو جا لگے اُس دلربا کے ہات

اگرچہ این بیت کہ گذشت در مجموعہ ای 'میر' بنام 'یکرنگ' نوشتہ است، اما بنام میرزا 'مظہر' شہرۂ عوام دارد، واللہ اعلم —

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل   دل بلبل شکستہ کرتا ہے

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے   میرا صبر و قرار جاتا ہے

حرف 'حق' اولیٰ است 'صاحب' می‌گویند که این جا اصلاح 'میر' احسن است ' قبل ازین دو سال این بیت را بچندین تغییر شنیده‌ام ' خدا داند که از کیست —

"جو کوئی حق کہے سو مارا جائے   صورت دار راستی ہوگی"

پھر گیا ہم سے ہائے وہ مہرو   سرد مہری سے ہی ہوا کی طرح

ہوا نہ راحت جاں ' مہرباں حیف

مری محبت گئی سب رائگاں حیف

نظر مصلحت ہے یہ خوبوں سے   رہا ہے رو تو وہ دن دوچار ' یکرنگ '

محبت کا عجب یک رنگ ہے رنگ   دعویٰ عاشق کبھی مغرور ہیں ہم

بہ رنگ شمع دائم بیٹھے لگن میں   سحر روتے رہے ہم انجمن میں

اُس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح

مصطفیٰ خان عاشق * یکرنگ ہے

میر محمد تقی 'میر' نوشتہ که اگر شعر من می بود ' پس مصرع این قسم موزوں می کردم —

ع مت تلون اُس میں سمجھو آپ سا —

لہذا از خاطر فاتر عصر هم دو مصرع چنین سر زد —

ع کئی طرح اُس کو سجن سمجھو ولے

ع کچھ کہو یکرنگ اپنے اُس کے تئیں

---

* (ن) آشنا —   † (ن) سمجھوں —

سبب ہے کاو بیچ برا دیکھا بہم
دست سے بہوں ادا ہے دلداروں میں دل
لے گئے ہے رستم، یہ کس کسے کنہ
ایک دیا عاشق کے غم خواروں میں دل
سب طرف سے ہے بتوں کی مار مار
لوٹ ہے چوپڑ کی ان یاروں میں دل
اب دو پیکرو، جیو دیا رکھا نہیں
جا پڑا ہے سوچ خونخواروں میں دل

این ابیات را میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان در ترجمهٔ 'پیکرو' نوشته اند —

دل پر ہمیں مرے داغ تیرے عشق کے گئی
گملے میں جن کے عمر مری سب گذر گئی

میر عزت الله 'بیکدل'

شاعر عہد محمد شاہ بادشاہ بود - احوال و اشعارش تعبیر درسیده، این ابیات از 'نکات الشعرا' گرفته ثبت می نماید —

و گل باغ ادا کی قسم سرو گلزار ہل آنی کی قسم
میر میدان لا فتی کی قسم میں تو عاشق ہوں مرتضی کی قسم
شاعروں میں نہ میں خیالی ہوں واللہ و مستغنی ہوں ولا کی قسم

حکیم ''دوس''

در احوالش اطلاع نیست، و از سید عبدالولی صاحب هم انجا استفسار در حیدرآباد دست نداد این ابیات ازانست -

دل نے پکڑی ہے کوئی صفائی ہاتھ سے یہ تو سنا جاتا ہے

لگی ہے جوتھا کانوں میں نینوں کے
سخن 'یکرنگ' کا ڈوبا گُہر ہے

کیا جانئے وصال ترا ہووے کسے نصیب*
ہم تو فراق میں ترے اے یار مر گئے

جو سالک کے اب نا دل رہا ہے   نہ سمجھ کوں وو دماغ و دل رہا ہے

اب تو نمٹوں اٹھا ہے ہی ہم سے سخن سری |
ہم سب طرف میں ہار تمہارے گلے پڑے

'یکرنگ' پاس کیا ہے بجز اور کچھ بساط
رکھتا ہے تو نہیں جو کچھ تو نظر کرے

جس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں ہے وو تو ‡ میرا پیر ہے

چشم پیارے کی دیکھ مژگاں میں
گویا نشتر کے بیچ آہو ہے

عبدالوہاب 'یکرو'

شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین 'آبرو' است۔
اشعار دل آویز و سخن ہائے شور انگیز بسیار می دارد
اگرچہ مزاج عالیش ابتر است —

گرم ہے اب نالہ زاروں میں دل
آب ہو اشکا ہے مے خواروں میں دل

---

* پھر | کہ وصل ترا کس کے ہو

‡ پڑی   ‡ نہیں ہے تو

نواب نورالدولہ "بہار" تخلص

نواب نورالدولہ احمد یار خاں بہادر منصور جنگ "بہار" تخلص سلمہ اللہ تعالیٰ، خلف الصدق نواب صمصام الدولہ بہادر دل خاں بہادر ناظم حیدرآباد دکن ذہن و ذکا و طبع نقاد دارد او فراوان حسن خلق و تواضع بمردم خرچ می کند خصوصاً بر حال فقیر کمال شفقت می فرمایند، چنانچہ حالیہ می گویم

اگرچہ جسم ظاہر میں جدا ہیں
ولے معنی میں ہیں یک یار و صاحب

حق سبحانہ تعالیٰ سلامت دارد و بمدارج عالی رساند این دو سہ ابیات زادۂ طبع والائے اوست

بہار گلشن خوبی چمن میں آیا ہے
کہاں ہے جام، کہاں ہے شراب کا شیشہ

ہمارے دل کو ناحق خوبرو ہر دم جلاتے ہیں
کہیں بس دیکھنے کے ہی دشمن کو ستاتے ہیں
چمن میں رنگ اڑجاتا ہے پھولوں کا خجالت سے
رنگیلے خوبصورت جب ہنسی سے کھلکھلاتے ہیں
نتیجہ ان کی الفت کا نہیں آخر کو کیا ہوگا
عبث سنگیں دلوں سے اپنے دل کو ہم لگاتے ہیں
خراشیں دل کی سکتی کر وہیں رہ جاتی ہیں بہار،
سامنے ہوتا ہے جب اس کے تخیل کا خیال

گریباں چاک و مجنوں جہاں، بد نام عالم ہوں
پڑے خاک اس طرح کے ہائے رسوائی کے جینے میں

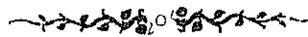
محبوب سے پوچھا کہ کہو تم میں وفا ہے کہ نہیں
میں کہا تم تو کہو تم میں جفا ہے کہ نہیں
'بہار' سے خوش ہو اور اُس سے یہ میٹھی باتیں
گر ہو آزردہ تمہارے سے بجا ہے کہ نہیں

صبح جب گلشن سے وہ گل رو گیا   باغ سے باہر نکل دل رو دیا
ہے معطر آج تک صحرا تمام   اس زمیں او جو کوئی گل بو دیا
سو گیا جب سے جگایا تھا نہ تھے   بخت میرا جاگ اُٹھا تھا سو گیا

موسم ہولی میں ہوئے ہیں شہید   آج وہ وا دل بسنتی پوش ہے

بلبل کی سن کے تلذ فغاں چین چمن نہ لا
گل نے کہا کہ کان میں میرے درب اُٹھی
کیا گل کے نام میں بھی ہے اعجاز عیسوی
بلبل موئی پڑی تھی سو سنتے پھڑک اُٹھی

باغ میں کبھی بھی بلبل ہائے رے اب تک مری
دل جلا میرا تب اس گل کے بیٹھیں ٹھنڈک پڑی



باب الکاف

میاں کھیمرن ''کھیمرن''

طالب معنی رنگین و خیالات متین است گوهر سخن آبداری فراوان میدارد، و سحاب طبعش گوهر باری مضامین می نماید - این چند ابیات ایهام ارادست -

تم بادشاہ حسن ہو ہم کھیمرن تمہارے
کے پھیر دو گے ہم کو نازک بدن ہمارے

تو خصم کس کو مشلحیں بے کہیے   تو بھی نہیں رہتی دو شاخہ بن دیے

ملا اُس مست نصرانی کو ناری   اگاڑی اصطبل کی جا پچھاڑی

یہ مقصدی نہیں ملتے، اگر ہاتھوں سے دابوں* میں
تو کیوں بوسے کھاتے ہیں یہ بھلیں کر براہوں میں
دیکھو پکوان والی کی مراحیں   خصم کے زیرو دیتی ہے شاخیں

محمد حسین "کلیم"

کلیم طور سخندانی، و بلبل هزار داستان چمنستان معانی است- عصائے کلکش سحر شکنی می نماید، و طبع نادرش در چشم ورق چندین سرمه می آراید -

---

* (ن) رانوں —

قطعہ بند

کہا میں اُس شعلہ خو کو اک دن کہ جل گیا جی بری جفا سے
غضب سے تیوری چڑھا کے مجھ کو کہا میں پھر کیا کروں بلا سے
زبان جرأت کو بند تو میں نے قرار کر کر کہا کہ بس بس
یہ دوں قسم ہے جواب دینے کا دیکھ تو وسواس کر خدا سے
یہ بات سنتے ہی کر تبسم کہا خدا سے تو تو ڈرا کو
جفا کے شکوے کو ہم سے کرنا ضرور تھا یہ نہیں وفا سے
خوشی میں پایا جب اس کو میں نے کہا کہ صاحب بھلا سنو تو
جو درد دل کو یہ کہتے دم سے تو کب تلک بیٹھیے جفا سے
تمام نے میرے سخن کو سن یوں کہا کہ اتنا نہ مضطرب ہو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا تو کیا خبر ہوگی انتہا سے
یہ راہیں مشکل ہیں ایسی راہوں میں کیوں قدم کو اٹھایئے یہیں سے
اگر تو واقف نہیں ہے جا پوچھ 'یار' جیسے تو مبتلا سے
یہ عشق کا پھندہ سب سے نیارا ہے اس میں آنے کا فائدہ کیا
خوشی میں بیٹھا رہو تو اپنی تجھے غرض کیا وفا جفا سے

موسم ہولی میں ہوئے ہیں شہید
آج وہ قاتل بسنتی پوش میں

بلبل کی سن کے ٹک فغاں چپ جیسے نہ لا
گل نے کہا کہ کان میں میرے ترک اُٹھی
کیا گل کے نام میں بھی ہے اعجاز عیسوی
بلبل موئے پڑی تھی سو سنتے پھڑک اُٹھی

باغ میں کہتی تھی بلبل ہائے رے اب ٹک پڑی
دل جلا میرا جب اس گل کے بدن تھلک پڑی

پھر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے کلثوم ؟

ہا کہوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

کیا ہوا ناخن سے گرہ کھولی   عقدے دل کا تو یہ گرہ نہ گیا

لگا جب عمر بھر بھی ہم طرح ہوئے وہ مہماں کس

وہ اپنے ہاتھ دھوتا تھا، میں اپنے ہاتھ ملتا تھا

نقاب اپنے رخ کا جو یوں تار کر دیا

جو گل ایسی ہوئی پہ کیا بار کر دیا

وفا کا ہوں پر بسمہ، نہیں توڑ پھڑکا

چلا جاتا جنگل کو پرواز کر دیا

نشان مجھ دل کا مت پوچھو، یہ مجنوں

کہیں اُس طرف ویرانے کے ہوگا

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا، نہ شیریں کا

ترے ہی سر پر اپنے فرہاد جو ہوا سو ہوا

کیا رقیب پردہ در کے آج میں ماری ہے منج

حلقۂ در کی نمط گھر سے اسے باہر کیا

میں نکلیں سے ٹھہرے نہیں ترے کا روپ

گر دل میں ہے تو مجھکو بھی للکار دیکھنا

ہر بار پیچ زلف کے عالم کی جان ہے

گویا نہ اژدہا تھا کہ سب کو نگل گیا

قربان اُس اکبر کے عجب یہ مزوز ہے

آشفتہ ہو گئیں، پہ نہ زلفوں میں بل گیا

نیچے بن خار سے کام کیا جو جیا ہے جی کو نذر بکو
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کہیں یار اللہ دار کا

چھپا ہے اے مرے چشم تر آب میں دریا
کبھوں نے دیکھا ہے اب تک حباب میں دریا

وو نازک تن لطافت سے کسی کو یوں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے یہ، کیا جانے کہاں ہوگا

یوں نہ آیا باغ میں سمساد غم سے خم ہوا
طوق قمری کا فغاں سے حلقۂ ماتم ہوا
کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جیوں زلف کج برہم ہوا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے 'کلیم'
آپ کو جیوں شمع میں ہر انجمن میں گم کیا

اے شمع تیری ماری ہے شب کو کہ شام تک
اپنے دنوں کو جلتا میں روتا تھا رو چکا

زبان موج سے یوں تشنہ کہتا تھا حبابوں سے
کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا

نہ صبح تجھ بغیر عجب میرا رنگ تھا
روشن تھی شمع آہ دل اس پر پتنگ تھا

سو یہی ہے، بیچ نہیں ہے، لگانا ہے تو لگا
کہو نہ جان! بھر کے کہ یہ جی چھپا گیا

وہی اک ہے جو ان دونوں گھروں میں خلق ہوتی ہے
وہیں اپنے زاہد اگر مسجد پہ بت خانہ ہوا تو کیا

سو زخم کھا چکا ہے دل اس پر جگر جلا
کہتا ہے مجھکو رحم ہے ایک آرزو ہنوز

جو صدا آتی ہے اس وادی سے ہے سینہ خراش
یہ کوئی دل رو رہا جاتا ہے یہاں بانگ جرس

ہم گم ہوئے جس صحرا میں جنوں تو وہاں باغ
پھرتا ہے رنگ گل کہ ہمارا کرے سراغ

جنوں کے دنوں گھر میں نہ تھا گل ہی ہے بساط
ایک مست استخواں ہوں اور بس جہت سے داغ

پوچھ مت غم کی داستان اے دل
کہ پڑا ٹوٹ آسمان اے دل

جو دیکھا تھا مانگے بعد از دیا ہے
کہئے وو زباں جو کہ اس پر ہو سائل

ہم سے پوچھو جو پیتے ہو شراب
ایسے کیا سمجھے پارسا ہیں ہم

نم جام تو پیارے، کبھو نہ کبھو کہیں پہنچیں ہم
جوں جگر تھا سو تو پی ہی گئے ووہیں ہم

تو یار ملکے ہم سے جب ایک ہو گیا ہو
کس کو رقیب جانیں، کس کو کہیں جدیں ہم

تم ہو تو ہم کہاں ہیں، ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم ہوں، یا ہم ہی سب ہیں ہم

ہو چکا حشر، کٹی دوزخ و جنت میں خلق
دیکھتا ہوں ترے کوچے میں گرفتار حضور

درازی شبِ ہجراں زلفِ یار، کلیم،
مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

آتی ہے دل پہ ولولہ پیدا سے اب شکست
وہ دن گئے، کلیم، جو یہ شیشہ سنگ تھا

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے از بس، کلیم،
داغ میں جاؤں نہ مر کر پے رضائے عدو لیک

دنیا! نکل جوانوں سے یہ بوڑھا جو چلا
مدت سے ہم تو چھوڑے پڑے ہیں تجھے بہت

ہمیں تو پاؤں پر بھی سر کے رکھنے کو نہ فرمایا
ملے ہم خاک میں، اور بے ترا دامان پاقسمت

رکھتا ہے زلفِ یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو، ہے راہ مار پیچ

ہوں نظارہ سے از بسکہ جلا ہوں، نکلے
نگہ گرم جو کوئی تو ہووے مرا جا کسدر

لالہ و گل سے مجھے کام کیا میری وحشت
مجھ اوپر لائے ہے ایک رنگ سے رنگ دیگر

زلف کو خواب میں دیکھا تھا، جنوں سے شب کو
صبح بیدار ہوا، پائی گلے میں زنجیر

بوسہ تو کچھ نہ تھا اے مری جان اس قدر
تسپر رہے ہو ہم سے برا مان اس قدر

درد جگر [illegible] آہ کو پہنچیے
عرض ہم سے کیجے احوال ہم فرہاد کو پہنچیے

ادا [illegible] کار و بار ہے
ہر دم [illegible] ادا [illegible] دور شمار ہے

جہاں میں نہ میں [illegible] کہاں تو ہے
پر اپنا جانوں میں [illegible] رہی ہے جہاں تو ہے

یوں اے یاراں رخصت اوج میں [illegible] سیں اپنے
کہ ایک قطرہ میں میری کشت کا بھی کام ہو جائے

اُس کی ابرو کی اگر تصویر کھینچنا چاہئے
اول اپنے دل پہ شمشیر کھینچنا چاہئے

دل کو تو ہوا ہے آرائش [illegible] کلام
[illegible] ہم خوار کون ہے

میں کہتا تھا [illegible] ایام اب کہاں ہے
بہت دیر کی یوں دماغ اب کہاں ہے

ہر چند اگایے ہنر بہار گل مہندی (رباعی)
تو سرے ہی قدم [illegible] گل مہندی
ہیہات [illegible] کا وہ ہات
جس ہات [illegible] داغ ہوئی گل مہندی

گل رو تو چمن میں [illegible] سے رہ گیا (رباعی)
یہ دل بھی کلی [illegible] کلی سے رہ گیا

طرفین عشق میں [illegible] و کوہکن کو نہ کہہ
ہزاروں ہر کسے بارے ہو ایک تو معلوم

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

جب اصل مدعا کو واعظ ستی ہم پوچھا
تب ہم سے لگا کہنے قصہ و حکایاتیں

رنگ اڑ مرجھا گیا اور پھر بڑا شرمندہ ہو
مجھ ستی گُل پر ہوئی کیا کیا حیرانی باغ میں

جمعہ کو کہتا تھا واعظ سے کھڑا رند مست
کچھ نظر میں تری بھی سود و زیاں ہے کہ نہیں
یہ سخن ہے کہ نہ پی مے، سو وہاں پاوے گا
یہاں تو پی لیجئے کیا جانئے وہاں ہے کہ نہیں

نے و طنبور میں ہے شور تو معلوم اے مطرب
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردے میں آ نالاں

کسی سے بھی نہ ملئے ایک گوشے میں پڑے رہئے
یہ فرصت یہاں تو نہیں، بادی ہے سرہانے میں ہووے تو ہو

تیر ہے، یا سناں ہے، مری   ہو گئی پار مجھ جگر کے آہ

مری حساب میں آیا ہوں یا الٰہ نہ پوچھ
یہی کہ بخشدے اور مجھ سے کچھ گناہ نہ پوچھ

کوئی گل کا میں عاشق نہیں، یہ داغ مجھے بس ہیں
جاتا ہوں میں گلشن سے، بلبل نہ ہو آزردہ

کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ بگڑے
«کافر» ان انکھڑیوں نے دیکھے ہیں کیا جھمکڑے

میر «گھاسی»

از معمورهٔ شاه جہان آباد است اشعار او بجز این یک بیت که در تذکرین مذکور است بنظر نرسید —

تو ہو اور باغ ہو اور زمزمہ کرتا بلبل
تیری آواز سے جیتا ہو نہ مرتا بلبل

میر اولاد محمد «کامیاب»

تخلص برادر زادهٔ حقیقی حضرت میر صاحب و قبله میر غلام علی «آزاد» مد ظله العالی نکته دان است، و معنی یاب شاعریست عالی جناب سلیقهٔ صحیحهٔ ادراک جمالی، گل سرسبد سخن معانی بینش فلک مضامین رنگین، دیباچهٔ کتاب معانی - بیرون - بدون عبارت وداد، بسیے دیوار انتخاب - سراج وهاج محفل روشن بیانی، بهادر دلاور میدان سخندانی بدست سخن خوب می رسد، و به ترصیع الفاظ و آراستگی زبان بسیار می کوشد آبے است که در هر رنگ می آمیزد، و جنسے است که در هر دل جا می دارد و فقیر را صرف بتوسط احسان رسوخیست * اخلاص است ، احسان یادش فقیر مخصوص شفقت دارد - (فقیر چنین) شخصے رنگین مزاج و سخن فہم ندیده، حق سبحانه تعالی آن عزیز دلها را با دوم الایام خرم و سلامت دارد

---

* مصحح لفظ رسوخ *

نہ کوئی کہ کہا، چھوڑ گیا دل کو یہاں
کوئی دل سے دور گائی نہ رہ کہا

میرزا 'گرامی'

گرامی تخلص خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی کشمیری 'قبول' تخلص - از شعرای نامی عصر است، در سخن تلاش معنی تازه می نماید، و ناخن فکر رسا گره خیال نازک می کشاید - در شاه‌جهان آباد بسر می برد - اشعار فارسی او عالم گیر است - در سنه سبع و خمسین و مائه و الف حرفهٔ هستی نگذاشت، مورخی تاریخ رحلتش این مصراع یافت ع

رفتے عجمے ازین جہان رفت

اشعار ریختهٔ او بسیج نرسیده، میر تقی 'میر' می نویسد که "چون 'گرامی' دید که هنگامهٔ ریخته شد، خودش هم ریخته گفت - بطورے که بایسته و آن اینست" —

حاضری بن مجلس، نہیں کھاتا   نرگسی ہے پیغمبر مسلم کا

میر علی نقی 'کافر'

از بس که آخر سخنهای تو آتش است، کافر تخلص می گردید و اگرچه سر دیوان بیستن چار دانگ سیادت است، اما از فروتنی در صف آخر می نشیند - از نکات الشعراء معلوم شد که "در شعرے که تخلص می آرد 'کافر' تنکه می نامد" این دو شعر از اوست —

حسرت سے ان بتوں کے دل پر کدورتیں ہیں
مٹی کی مورتیں ہیں 'کافر' یہ صورتیں ہیں

منعکس ہو نہ جا دل ہر کسو کے — کہ ہیں وہ اقدا تنگ، روبرو

رہا بیرنگا یکسر، ویسا نام میں ناتی
جہاں میں کیا ہوا عنقا اگر یہاں سے گیا

ہم اب بیزار ہے دل چھوڑ دیوے جو لے جاوے
نہ اپنا جانتا ہوں پھر نہ اپنے منہ کو دکھلاوے
ضرور پہنچے گا اس کو ہر طرح کا نالہ بلبل سے
کبھو جا گل کو اب اپنے گلے سے دار آجاوے

نام ہو جاوے گا آخر ابروؤں کی پیچ و تاب
تیر کی آنکھ سے ہر دم ان کمانوں کو نہ چھیڑ
کام آویں گے کسی دن صدقے جانے کے برے
جانۂ دولت سے اپنے ہم جانوں کو نہ چھیڑ

"کہاں"

شاعریست ادا بند، و موجد خیالات دل پسند. دیوان اشعارش بمطالعه در آمد، لیکن فرصت انتخاب دست نداد. اقسام اقسام سخن میدارد، و در زمینهائے عجیب طرح ریخته می نماید. اگرچه سابقه احوال او بے حجاب پرده از رخ نکشود، و عروس سخن بمعانی ماهیتش جلوه گاه شهود رو ننمود، لیکن مرتبهٔ 'کہاں' از احوال او هویدا است و رتبهٔ کلام متینش از سخن او پیدا —

کان تلک کاکل کی نہری ہے سیاہی اے سخن!
گم ہوا ظلمت میں جس کے دل شب دیجور کا

و از مکروهات زمانهٔ فتنه ساز در کران دانسته، بمراتب اعلیٰ
نرساند، اگر طوامیرے* در وصف انسان شرح دهم قطره از دریاے
توصیف اوست، اگر دفتری دیگر در بیانم نقطهٔ از کتاب تعریف
او هرچه گویم در مقام کوتاهی، و هرچه نویسم عین نارسائی
سپردن قلم را در وصف او جولان دادن مهمات مکر(؟) بیهودن
و طوطی زبان را در تعریف او گویا کردن گره بر باد زدن است
مستی زمینه به نقش می کوشد، معنی نازک بداهت فکر رسا
می کشاید الحال فکر سخن فارسی میکند، و ازین غزلان
سنگون را رام می آرد اکنون بخاص «نکات» را که در اندر
تصویر نمی گنجد، تحریر کرده «نکا» قرار داده این نتائج طبع
والاے اوست —

جہاں کے میکدے میں رات دن ہم بزم ساقی ہو
زباں پر اس کے نکلیں آبلے جس نے کہ می پی ہو

ترے یاقوت لب سے ہر گھڑی موج تبسم میں
نمایاں بسملوں کا خوں ہے یا رنگ پان سچ کہہ

کبھو آہستہ صدا جاکے تو اب کان کے بیچ
بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ

نہ کچھ بے طاقتی پر دل کے ظالم صبح و شام آتا
جدا جانے اُسے منظور کیا تھا جو جدا آیا

وہاں سے ایک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتی تو کیا، دور آیا ہے خزاں کا

* جمع طومار

یہی ساماں ہے ساقی مری خانہ خرابی کا
چھٹا لٹتا ہلال کا پٹکا بندھا گلابی کا
گلابی پاؤں تک بھی ہوی ہر یک قدم جام کے چھلکا چھلک
تو کیا ہوتا ہے باقی وہ سدا یا بے حجابی کا
مجھے اس بات پر 'گہر' تعجب سخت آتا ہے
ترے رو پے نہ جھمکا دیکھا کر کر گلابی کا

میر بدرالدین ''گہر''

خلف شاہ عبدالہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ و برادر حقیقی میر قاسم 'فقیر' تخلص مشق شعر (   )می کند و یاقوت گراں بہائے سخن از کان طبع رسا می بر آورد و اصلاح سخن از شاہ 'شاہی' می گیرد و نسخہ اصداد قمر و مہتاب تخلص 'گہر' اختیار نمود، کسب خوب می گوید، عمر کسیے است حق تعالیٰ سلامت دارد - ازوست —

ارے اے باغباں بلبل کے حق لگنے سے مت ( ) رکھ
کہ وہ خود عشق گل میں جوں دل سے ہات دھوتا ہے
بنا ہے سبز بخت سرخ رو ہوئے جو گل مہندی
نہال اس کا قدم کے پاؤں پر سر دھر کے سوتا ہے
کہوں کیا جوہری میں اپنے دل کو تو عجب نہیں ہے
پلک کے تار میں آنسو کے موتی کو پروتا ہے
جہاں فانی ہے یاد حق ستی ہشیار رہ دائم
'گہر' یوں عمر کو اپنی عبث غفلت میں کھوتا ہے

میر ''کلاں''

در سلک شاگرداں حاجی میر اکبر رمال منسلک است،

کیوں نہ ہووے کام ہم سے تو سکیں وہ منہ ہے عالم جوانی کا

دل دکھا کر یہ نہ دینا گلہ ایسی باتوں سے کیا بھلا ہووے گا

برے گھر بار کر یک دست نہ ہونا تو کیا ہونا

تو باتیں ہم سے کر سمجھیں ہنسا ہونا تو کیا ہونا

'کمال' اب بے قراری ہے دکھا اے یار منہ اپنا

کہو کیا گزرے گا جانا ہے میرے پاس آنے سے

پھرتا ہے جال لے کر صیاد گلشنوں میں

شاید کہ ان پہنچا ہے دن قفس کا وعدا

عاشقاں بن چمن میں روتی ہیں باغباں بلبلوں کو آنے دو

مے کشی ہے 'کمال' میرا کام میکدے میں ذرا تو جانے دو

ابھی سے پاؤں رکھا سرکشی میں دلبر نے

نہ جانوں آگے قیامت اٹھائے گا کیوں کر

صبا نے غنچۂ سربستہ کو نہ کھولی ہے

کوئی تو باغ میں دھومیں مچائے گا کیوں کر

میرزا مغل ''کمتر''

تخلص اشعار رنگین بسیار دارد، و خود را یکے از تلامذۂ شاہ سراج الدین می شمارد۔ شعرش رنگین و سخنش شیرین است این چند ابیات بوقت تحریر این حروفات فراہم رسیدہ تسطیر یافت :-

نہ بھولیو کبھی ساقی یہ عالم ہے جدائی کا

ہو کالا (۰) منہ پیالے کا کلی پر گلابی کا

باب اللام

میر کلیم اللہ "لساںؔ"

جوانے بود نیکو منظر شیریں گفتار چنانچہ ناصح علی خاں صاحب تذکرۂ ریختہ گویاں سر بر آوردہ و ریختہ بہ نہایت خوب می گفت، و گوہر سخن را چنیں سلک نظم می سفت —

۹ اپنا چاک جیب بھی پھاڑا ہے دوا لے کے نہیں
آگ میں جلنا بھلا لگتا ہے پروا لے کے نہیں

جدا ہو مجھ سے مرا یار یہ خدا نہ کرے
جدا کسو کے تئیں یار سے خدا نہ کرے
تو جب تلک کرے انکار وعدہ مجھ سے سجن!
عجب ہے عمر اگر تب تلک وفا نہ کرے
سجن! جو تجھ سے ہوا آشنا سو جی سے گیا
جدا کسو کے تئیں تجھ سے آشنا نہ کرے
گناہ ہر لے میں 'لساں' کے چارہ گر کا نہیں
طبیب کیا کرے، ناچیز جو دوا نہ کرے

"لطفی"

در احوالش اطلاع نیست، لیکن کلامش لطفے دارد، از وست —

مشق ریخته نزد نهادش غرار کسبیده است، خوش حال و خوش مقال، و از لطافت صوری و وجاهت معنوی بهرهٔ وافی می دارد، و گاه گاه بجزیت خاطر تشریف می آرد، این اشعار از طبع زاد اوست —

ابتدا کیسی محبت تھی تمہاری ہم سے
ہو گئے ہو آج تم ہم کس خطا کے واسطے
ظلم اور سختی روا کیوں ہے 'کلاں' پر اے سجن
کیا کیا حق نے تجھے پیدا خدا کے واسطے

باب المیم

• محمد شاه بادشاه

جمله رنگین مزاج و لطیفه سنج بود، شعر و شست او مشهور از آفتاب است، احوال او مفصلاً اگر نوشتم آید، تواریخ ضخیم پیدا شود. مخفی نماند که، بادشاه بتاریخ بار دهم ذی قعده سنه تسع و عشرین و مائه و الف بر تخت شاهی جلوس فرموده، و بتاریخ بست و ششم شهر ربیع الآخر سنه یک هزار و یکصد و شصت و یک این جهان فانی را وداع نموده، پائین مرقد حضرت سلطان المشایخ نظام الدین دهلوی قدس الله العزیز درون حریم مبارک مدفون گردید. چون محمد شاه بادشاه و وزیر او نواب آصف جاه در همان سنه رخت جهان فانی کشیدند حضرت مبارک و قبله مدظله العالی شاه تاریخ را چنین در کرسی نظم بحسن وجه نشانیدند "تاریخ"

گشت تاریخ چون کشیدم آه فوت شاه و وزیر آصف جاه

این ابیات بنام او نسبت رسید لهذا تحریر یافت —

خوف سے مار کے یاراں اُسے آزار نہ کرو
زلف کا نام نہ لیو دل کو پریشان نہ کرو
سرخ چہرا نہیں ہے خون کسی کا یارو
پاندو پاندان کے اس (　) دھیان نہ کرو

تڑپہ عشق کی اگ سے شعلہ ہو جل اٹھا جو
دل موم کے ہوے دل گل پگھل گیا ہے
میں عشق کی گلی میں گھایل پڑا تھا بے پر
جوبن کا ماتا آ کر مجھکو کچل گیا ہے

لالہ سرودھی راے "لالہ"

تخلص طبع موزوں میدارد، و در غزل گفتن اوقات میگذارد فکر رسیدہ هم بدنهان می کند، از چندے با وقار طرح دوستی پیدا کردہ است، این دو گل از لالہ زار او داغے بنظار گیان میدهد —

'لالہ' کے داغ دل کی بیتابی کو جوش دے
پھولا پھلو پھلا کہ بن میں بہار ہے

اگر ٹک یار سے ابرو چڑھا چین پر چین کھینچے
مہ نو جیوں کماں گوشے میں جا کر چٹکیں کھینچے

در خاطر فاتر پیش مصراع چنین میگذرد —
(ع) مہ نو تیغ مغرب ساں دم ابدا واپسیں کھینچے —

پانصد سال پیش ازین در دفتر سخن معنوی از یاد فرموده و
گرامی نیاکان نثار انجمن استقبال وا نموده' نعلی -
جانِ اول «مظهر» در ۱۱۵۸ شد   جان جان خود مظهر الله بد
لیکن نام او در السنه میرزا جانجانان جاری شده این اسم هم
معنی بلند دارد فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه
بسته' اما غائبانه اخلاص کامل است و همیشه به آمد و رفت
مراسلات خط هم کلامی حاصل . میرزا جامع فقر و فضیلت و
سخن گستری است' و در فقرهٔ اسم خود روح الروح معنی پروری
دو عروس معانی را بمشاطگی فهمش طرز تازه' و تصویر خیال
را بپرده سنجی فکرش حسن بی اندازه شعلهٔ آوازش آتش زن
خرمنها' و شوخی اندازش شور افگن انجمنها' فقیر در اثناے
تحریر این کتاب تکلیف ترجمه کرده' میرزا ترجمهٔ خود و
اشعار آبدار به تحریر در آورده و متاع نفیسی از انفاس
مضامین هدیهٔ دوستان ساخت - نسخهٔ ترجمه این است
«فقیر جانجانان متخلص بمظهر' پسر میرزا جانجانی خاص علوی
نسب' حنفی مولد' جعفری مذهب' نقشبندی مشرب است
و در عشرهٔ اولیٰ مائه ثانیه بعد الف ولادتش اتفاق افتاد
نشو و نماے ظاهری در بلدهٔ اکبرآباد یافته تربیت باطنیش
در محروسهٔ شاهجهان آباد' از جناب حضرت سید محمد بداؤنی
نقشبندی مجددی واقع شد - سلسلهٔ نسبش به بیست و هشت
واسطه بتوسط محمد بن حنفیه به شیر بیشهٔ کبریا علی مرتضی
کرم الله وجهه منتهی می‌شود جد اعلاے او امیر کمال الدین در
اوائل مائه تاسعه از خطهٔ طائف به هند قسمت نمود

اچھی پھبتی ہے یہی دور کرنے کی طرح ہم کو
جہاں میں ہوا دانا

میں میں دل کی چکری جز کے بوجھتا ہوں تیری خاطر
اگر پہنچے تمہارے ہات لکھ بھیجو کہ پہنچی ہے

اُکھڑی ہے چوٹ غم کی موہن سے نا کہنا
تم کو نہ چاہنا ہے ہم سے بہتک کے چلنا

ملاحت ہے تمہارے حسن میں جاوید روز افزوں
اگر شوخی کی جو جاوے ہووے ہر روز عاشق کا

دھوبن کی چھوکری نے کیا ہے قران آج
کپڑوں میں لے گئی ہے مرے تن بہان آج

کھول کر بند قبا دل کے تئیں غارت کیا
کیا حصار قلب دلبر نے کھلے بندوں لیا

میرزا جان جان "مظہر"

سلمہ اللہ تعالیٰ بادۂ نوش جہانۂ معانی، و جرعہ چش ساغر سخندانی است۔ تقریر ترجمۂ احوال آں علامۂ سخن پرداز مفصلاً از تذکرۂ جملۂ ترجمی حضرت غلام علی 'آزاد' مدظلہ العالی می طرازد، و این گل سبد رنگین را حسن افتخار جون تشاجمہ رتب افتخار میسازد کہ "میرزا مظہر جان سلمہ اللہ تعالیٰ مظہر فیض الہی است، و مشرق صبح آگاہی، شاہ مسند فقر و فنا، مقیم آستان توکل و استغنا۔ نام والد ماجد او میرزا جان است، ازیں جا وجہ تسمیۂ او توان دریافت اما نام و تخلص او گویا عبارت در جہان اسرار فیوض مولانائے رومی است کہ

به خطه ایست که خنگ ببر گام بحر بر طی نماید کمال فضل او
از کلام 'بعض' که یکی از تلامذهٔ چون شهنشاه جهان پناهی
است' پیدا می شود والا رتبهٔ استفادش از حضرتش 'نور محمد'
که جا بگی خوار مائدهٔ آن ماه آسمان سخندانی است' هویدا
می گردد - آزادیء منظومات فارسیش از آزادیء (به نهایت)
غلطانی و ذوقیت طبع زاد اشعارش در غایت درخشانی است
این چند ابیات نتائج طبع غالبش تیمناً به نظر رسید -
کبھی اس دل نے آزادی نہ جانی نہ بلبل تھا قفس کا آشیانی

کیوں ( ) زاہد سجدہ کا تو کام لے
وہ صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے

بھولے ہیں گل چمن میں صنم کا جمال دیکھ
لالہ نہال ہے داغ ترے مکھ کا خال دیکھ
بلبل فدا ہوئی ہے ترے رخ پر اے صنم
سنبل ہے پیچ پیچ تری زلف و بال دیکھ

گذر گئے دیں اور دنیا سے بس پر ترا گھر اور گئی منزل رہا ہے
علیمت خان قادر آزاد خان مطہر' یہ سخنوار میں نکتہ مسلسل رہا ہے

اُس گل کو بھیجتا ہے مجھے خط صبا کے ہات
اس واسطے لگا ہوں چمن کی ہوا کے ہات
آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سیں
میرا لگا ہے جب سیں مجھ پہ دوا کے ہات

ترکستان رخت اقامت انداخت، و بفرمان روائی بعضی ازان ممالک
عمر گرانمایه، اولاد کثیره بهم رسانیده ازانها امیر سعدون و
امیر بابا در حین فتح هندوستان که بدست همایون پادشاه
انجام یافت، درین مملکت وارد شدند ازان باز خدمت و رفاقت
سلاطین گورکانیه شعار مردم این خاندان بود میرزا جان مذکور
که در ششم مرتبه از امیر بابا و در درجهٔ دوازدهم از امیر
کمال الدین مسطور واقع است، بعهد عالمگیر پادشاه علیه الرحمه
بنا بر منصب ترک دنیا سرفراز گردید - و این خاکسار از بدو
طفلی هوای مال و خواهش زر در سر نه پیچیده بعد تحصیل
ضروریات این سبب عار خود را بدامن قناعت از خود رفتگان
بسته باینکه آنکه چشمی در عالم دیگر باز کند چون بعض قدم
بر در استان نشسته است از بس قناعت صفت خوبی دارد و باب
بندو اسباب نمی آرد - و تجرید و تفریدے اختیار کرده، نان
درخوان دونان نخورد و چون گل عمر خود را بیک خرقه بسر
برده به تحریک شور عشقی که بیک خبر اوست گاه لبی
بفریاد وا می کند - و چون نالهٔ اش موزون واقع می شود،
احباب از راه جوهر شناسی به شعران اشعارش می شمارند وگرنه
او را از عادت انتصاب بنظر نه بے سرسامانگی خود دکانے بر سخن
نچیده بنهاده برین نیست که نظر بزرگان نامه حسن قبولے بهم
رسانیده است او سعادت حسن خاتمه هم نصیب کند، —

راقم سطور یعنی صاحب می گوید که ذات میرزا مغتنم
است - حق جل جلاله دیر گاه سلامت دارد نهالے نوعمریں نه
سرچے است که بچنگ عاشقین نقرد اند، و صحرای تعریفش

١

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو اے ظالم
یہ دولت خواہ اپنا، مظہر اپنا، جان جاں اپنا

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں، کیا مفت جاتی ہے بہار
لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہے موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار
نرگس و گل کی دکھو کلیاں کھلی جاتی ہیں سب
پھر ان خوابیدہ فتنوں کو جگاتی ہے بہار
ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن میں لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار
شاخ گل ہلتی نہیں، یہ بلبلوں کو باغ میں
ہاتھ اپنے کی اشارت سے بلاتی ہے بہار

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہوویں اے صیاد ہم
مدتوں اس باغ کے سایے میں تھے آباد ہم

الٰہی مت کسو کے پیش بیخ انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

زخمی تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں تک دم لیا تو پھر کیا

نہیں کچھ غم کہ کیوں ملتا نہیں پیماں گسل میرا
میں روتا ہوں گا دل کی، بیکسی پر، ہائے دل میرا

---

* (یا) مستوں —

'مظہر' چھپا کے رکھہ دل پارسا کے ٹکڑیں مرے
یہ شیشہ پہنچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ*

ان چند اشعار آبدار' محمد علی خان و میر تقی 'میر' می نویسند —

بہار آنے سے بلبل نے نکالا ہے مزاج اپنا
سمائی سبھوں ہے پھولوں میں مکرمائی ہے راج اپنا
بہار آئی' کھلاے باغ' بلبل بھول کر بیٹھی
دوانوں کو کہو اس وقت کرلیویں علاج اپنا
گلوں کے فرش پر مست بیٹھہ چونچ سے کو بھلا بلبل
خزاں کے آؤ لے کی ہے خبر' رکھہ سر سے تاج اپنا

گئی آخر جلا کر گل کے جا بہوں آشیان اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھہ نشان اپنا
ہمارے ساتھ سے یہ دل بھی بھاگا لیکے جان اپنا
ہم اُس کو جانتے تھے دوست اپنا مہربان اپنا
یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا' گل * اپنا' باغبان اپنا
مرا جل جائے دل اُس بلبل بےکس کی غربت پر
کہ گل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیان اپنا

---

* برگ حنا اوپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا کے لگے دلربا کے ہاتھ
(تذکرة الشعراء)

◆ گل اپنا گلچین —

کسی کے جھوٹ کا بننا ناگہری کی جان کا دشمن
نہایت مدت لگاتا ہے بتوں نے توڑا پان کو

آنسو کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اس ستارہ سوختے کو دل کہا کرو

خدا کو اب مجھے سونپا ارے دل نہیں تک تھی ہماری زندگانی *

شیخ سراج الدین "مفتوں"

شاہجہانپور رئیس، و ساکن شہر ورانسہ محلی رس - مفتوں

---

* جنوں سوں اس قدر روئیں کہ رسوا ہوگئیں آخر
ڈبایا ہائے ان آنکھوں نیں آخر خاندان اپنا
قفس کے بیچ کیا حسرت سے بلبل یہ کہتی تھی
کہ پھر بھی دیکھنا قسمت ہوئیگا بوستان اپنا
اری شیریں خدا سوں ڈر، خبر لے عاشق اپنے کی
کیا فرہاد نے تیشے سوں سر لوہو لہان اپنا
یہ بلبل بے اجازت باغبان کی گل سے ملتی ہے
مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جی دیگی بدھان اپنا
کہیں دینے سیں جی کے، وصل ہوتا ہات لگتا ہے
دیا برباد پروانے نے ناحق دو دمان اپنا
یہ کہہ کے باغ سے رخصت ہوی بلبل کہ یا قسمت
لکھایوں تھا کہ چھوڑے فصل گل میں آشیاں اپنا

خداوندا اُٹھا لے حشر کے درمیاں سوں پردے
ہمیں صیاد کے اس دام میں ڈالا ہمیں پر دے

(باقی در صفحۂ آئندہ)

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے — کہاں ہم کو دماغ دل رہا ہے

نہیں آتا کسی تکیے اُپر خواب — وہ سر پاؤوں سے تیرے ہل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو — یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے

گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں

دو نوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

تجلی گر تری یوسف و بلقیس ان کو نہ دکھلا دی

ملک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی

حنا تیرے کف پا گر نہ اس شوخی سے سہلا دی

یہ آنکھیں کیوں لہو روتیں انہوں کی نیند کیوں جاتی

اگر یہ سرد مہری تجھ کو آسائش نہ سکھلاتی

تو کیوں کر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی

الٰہی درد و غم کی سر زمیں کا حال کیا ہوتا

محبت گر ہماری چشم تر سے مینہ نہ برساتی

توفیق دے کہ شور سے ایک دم تو چپ رہے

آخر مرا یہ دل ہے، الٰہی جرس نہیں

جواں مارا گیا خوبوں کے اوپر مرزا، مظہر،

بھلا تھا، یا برا تھا، زور کچھ تھا، خوب کام آیا

مرتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر

سورج کے ہاتھ چوڑی و پنکھا صبا کے ہاتھ

اصحاب، فرہنگ مصنفہ صاحب بواسطہ نور امام، از سند معلوم میشود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ است، چنانچہ خود می گوید -

اس شعروں سے تیرے 'مضموں' کو سمجھتا
کہنا ہے فرزند وہ گنج شکر کا

وہ در جائے می نویسد —

کرتے کیوں نہ شکر لبوں کو مرید
کہ بابا ہمارا ہے بابا فرید

این چند ابیات از دیوان 'مضموں' درآوردہ، بساحل قرطاس می نگارد —

بہت گل رخوں کا ہوا رنگ زرد   سخن جب سے تم لال چہرا اٹھا

اُس گلبدن کو جب سے ہم سوں کیا (   )
(   ) ہوا مسیرا ... رقیبوں سا لا
خوبوں کو جاننا تھا گرمی کریں گے مجھ سے
دل سرد ہوگیا ہے جب سے پڑا ہے پالا

آیا نہ ہو وہ شہر کے گھر سے بسا ہوا
نو لاکھہ   تھا جامہ جیسا ہوا

ہوا مطلوب مجھ کو معلوم اس کا   کہ وو کامل بہت ہے دل سوں حق کا
دراز اس زلف کی ہوئے عمر یارب   کبھی ہووے نہ اُس کا بال بیکا
پڑا ہے جب سے اُس کے لبوں کا شور   ہوا ہے رنگ یوسف سب سوں پھیکا
کہا طفلاں کی خاطر ریختہ کو   وگرنہ سحر کہتا فارسی کا

صفا کر دل کے تئیں اپنے تو 'مضموں'   کہ ہے معشوق عاشق . . . ..

سخنش نیز در ثبات نمی دارد، و کلام سخنوران هندوستان
را بطرز خاص می بندد. اصلاح سخن از میرزا 'مظهر'
و سراج الدین علی خان 'آرزو' می گرفت، و گاهے بعض
گوهر سخن بسلک نظم می کشد. چنانچه غالب کم گوئی خود
می گوید —

درد دل سے جس طرح بیمار اُٹھتا ہے کراہ
اِس طرح ایک شعر 'مضمون' بھی کہے ہے گاہ گاہ

قیام علی خان در تذکرهٔ او می طراود که " با وصف ثروت
پیری و فرط ضعف و ناتوانی ها، مردے بود با تکلف گرم جوش
و چسپاں اختلاط. هر گاه تکرارش از برادر رحمت خان 'آرزو'
از سراج " شاعر بیداد " می گفت " اندهی دیوانش ندیدیم

(بقیهٔ حاشیهٔ صفحه ۲۵۳)

رات کو یوں گھر بسا مشتری پر مندوں وو گلبدن
ماہ جس کے باغ میں یک چاندنی کا پھول ہے

چمکتے دانت دیکھے یار کے مسی لگانے میں
جڑی ہیں قطعیاں الماس کی نیلم کے خانے میں

دھرے سیپارۂ گل آج آگے عندلیبوں کے
چمن کے بیچ گویا کھول ہیں بیٹھے شہیدوں کے

علی کے ناؤں کی تسبیح ورد کر ساقیا ہزار شکر کہ دانا امام پایا ہے
علی کے نام اوپر وار جانا اسی بارہ پلی میں پار جانا

(تذکرة الشعراء)

نہ دانا ہے نہ پانی وہاں بجز اشک

عجب دیکھا ہوں میں یہ شہر رمضاں

اس گدا کا دل لیا دلی میں چھین   کوئی کہیو جاکرہ محمد شاہ سوں

شرم سے سب پانی ہو جاویں زنخ   گر مرا یوسف ملے آ چاہ سوں

کھڑا ہوں ریختہ میں مانند شمع' ایکن

لغزش زباں کرے ہے صاحب سخن کے آگو

اس جہاں بیچ سخن رکھتا ہوں   جب کہ اس بات کو اثبات کرو

چلا کشتی میں آگے سے جو وو محبوب جاتا ہے

کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں' کبھی جی ڈوب جاتا ہے

یہ میرا اشک قاصد کی طرح یکدم نہیں تھمتا

کسی بیتاب کا گویا لئے مکتوب جاتا ہے

سجن نہ خودرو تجھہ سیں چھپاویں کیوں نہ پھر آنکھیں

جو کوئی خورشید کو دیکھے سو ہو محجوب جاتا ہے

کہو کیوں کر زلیخا کی نہ ہووے آنکھوں کا گھر روشن

جہاں یوسف سا نور دیدۂ یعقوب جاتا ہے

گدا ہوکر کہا مت کر ادی تعریف لڑکوں کی

کہ ان باتوں سیتی مضموں' ترا اسلوب جاتا ہے

لگے ہے اس قدر واعظ شب و روز   لگا ہے عیب گویا اُس کو رو کا

کرو یا مت کرو اب باغباں! گلزار کا در وا
دھنسے ہم دام میں صیاد کے رکھتے نہیں پروا

نہیں چلتا افسوس کسی کا جن اُپر   ریختہ اُس کو ہوا جادو برا

کہا جو مجھ سے نہیں پکارا اُس کو   رقیبوں کا مگر لگتا ہے

نہ دیکھا میر کو نزدیک آئے   اگر ہوتا وہ لڑکا دور اندیش

یہ شوخی دل نہ سمجھا جو ترا چاہو سو کہو
اے پری رو! یاں نہیں نیں ہرگز اب اُس کا کھیل

کبھی ہو کر جو مجھ سے رہا ہے وہ شوخ روٹھ
جب پوچھتا ہوں بات تو کہتا ہے چل نکل

(   ) جنس ہے 'مضمون' کا ہے بازار گرم
جو کوئی شاعر کہاتا ہے سو اب کھولے دکان

وہ ہے سودا جو ہووے جوش کس میں
وہ ہے دلبر جو ہووے اپنے بس میں

کوئی اس جنس کا دنیا میں خریدار نہیں
دل تو حاضر ہے ولیکن کہیں دلدار نہیں
وہی دلدار خوش آتا ہے جو ہووے یاری
جوش لگتی نہیں وہ ایسی جو جمدار نہیں

دیکھا زاہد تو ان سے دین و ایمان
نہ رکھیں گے دین یہ لڑکے ہیں شیطان

نہ کر طفلاں سے الفت اے شاری   کہ یہ دیں گے تجھے شہرت بازاری

جب سے چاہا ہے ترا چاہ ذقن   آب چشموں سے مرے جاری ہے
سحر جادو سے بھرے نین کو ترا   دل کی ہرنی کا وہ شکاری ہے
یار کے قول کو نہیں ہے قرار   اس سبب دل کو بے قراری ہے

ایں چند ابیات بمردمی 'سحر' و محمد علی خان بقلم می آرند -

ایک تو تھا ہی وہ مہ رو خود پسند
ہو گیا دیکھ آرسی کے تئیں دو چند

ہنسی تیری پیارے پھلجھڑی ہے
یہی عاشقوں کے دل میں گلجھڑی ہے

گرفتاری سے اس سرکش کو آزادی نہیں ہرگز
موئے سے بھی نہ نکلے گا یہ طوق گردن اے قمری

کہا ہے یاد مجھ کو بعد مدت   مگر اُن طفل نے اب سدھ سنبھالی
نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کیوں   گذرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

کرے ہے دار ہی کامل کو سرتاج   ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

گر حرف حق زباں سے ہماری کبھو سنے
احوال اپنا دیکھ کے حلاج سر دھنے
سبزی یہ خط کی دیکھ کے پیارے عجب نہیں
ہو کر کے مست بھنگ بھی نکلے اگر چلے

مہ رو نے توجہ پکڑا مشکل ہوا ہے جینا
یارو خدا کرے خیر بھاری ہے یہ مہینا

این ریخته بعینه در دیوان 'یقین' بنظر در آمد، اما مطلع چنین بود —

'یقین' ہوکر کہا سب کرا دی تعریف لڑکوں کی
کہ ان باتوں سیتی مضمون سا محبوب جاتا ہے

این ریخته از روی موقع 'یقین' نبود، بنا براں در اشعار 'مضمون' بحریر گردید و بعد ملاحظہ بعضی 'سخن' هم همین ریخته را بنام 'مضمون' می نویسد، خالی از تصرف کاتب نیست —

جس دن سے تو چمن در آ ہنس کہا ہے لڑکے
اس دن سے دل کلی کا دھڑکے
دل کے دھوئیں سے میرے انکھیاں ہماری جوبکیں
اس سوختے کی بو سے جنسے غزال بھڑکے
رسوائی ہووے، جاویں ہوش و حواس اس کے
زاہد آکر جو بیٹھے یک پہر پاس اُس کے

وہ شوخ طفل دل کو جو کر گیا ہے لٹو
شاید کبھی پھر آوے رکھتا ہوں آس اس کی

نہ تھے خورشید رو کرتے ہیں سجدہ
اگر ثانی ہے یوسف کا تو یوں ہے
بہ جا موری زلفوں کے تو گھر شب
کہتے ہیں ماہ عقرب میں زبوں ہے
[illegible]
[illegible]

میر محمد تقی ' میر ' می‌نویسد که "شاعر ما کوره نساء"
اسم " نام " موزون کرده بود ' اسم اصلاح خان صاحب است' وجه
اصلاح - زیرا که اهل دعوت اسم می خوانند نه نام ما فهم راقم
سطور گوید که هر کسے اسماء بغیر اصلاح دادن و بعض کردن
تغیر می کند' و این خود معلوم که سخن صاف و بستہ بے اصلاح
استاد از زبان سرزند ' پس دریں صورت تغییر این امر خالی
از خورده چیزی نیست - چنانچه حضرت شیخ سعدی شیرازی
قدس سره درباب هشتم گلستان می‌فرماید " متکلم را تا کسے
عیب نگیرد سخنش اصلاح نه پذیرد —

بلبلو شور چمن میں نہ کرو کون سنتا ہے تمہاری فریاد

میر محمد تقی " میر "

اکبر آبادی ' میر میدان سخنوری ' و شہنشاه اقلیم معنی
پروری است - اشعهٔ آفتاب کمالش در سپہر الفاظ بنہایت
درخشانی پیدا ' و لمعهٔ ماهتاب معنیش بست عبارت بکمال
تابانی هویدا سپہر کلکش به تسخیر می پردازد و '
وشهبار طبعش بچنگ فکر رسا به نخچیر ( ) مضامین رنگین
می‌سازد - هزاران معنی بیگانه علام حماسن( ) پر فرحت میدهد
کمانش نقطهٔ طبع زادش چون در رخ عذرا و محروم ' و حرف
رقم زد قلمش مثال زرسعد راتم عالم- حماکه ( ) و نازک خیالی

---

* (ن) مسطور —

جو تو دکھلائے سحر کو پھر کے اور تو شام کو لے گا
وہ دیکھتا اپنے میں جیوں خورشید چاروں جام کو لے گا

میرا پیغام وصل اے قاصد کہو سب سے اسے جدا کر کے

اگر پاؤں تو مضموں کو رکھوں باندھ
کروں کیا جو نہیں لگتا مرے ہاتھ

خط آ گیا ہے اس کے ، مری ہوئی سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام و صبح

کیا سمجھ باندھا ہے بلبل نے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا ہے تس پہ جور باغباں

میکدے میں گر سراسر فعل نامعقول ہے
مدرسہ دیکھو تو وہاں بھی فاعل و مفعول ہے

ناحق ستم کسی پر وہ شوخ کب کرے ہے
دیتا ہے تانگ اس کو جو فعل بد کرے ہے

جھوٹے سیدوں سے یوں ہوا معلوم
تیری آنکھوں کے رنگ تو پتلی ہیں

نہیں ہیں ہونٹھ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا آ کے لبریز

مضمون شکر کر کہ ترا اسم بن رقیب
قصے سے بہوت ہو گیا لیکن جلا تو ہے

نظارگیاں نہد، لیکن چون التزام نمودہ کہ اشعار مذکورش
ہم در طرازم ناچار است، لاچار از کل را نقل نمودہ می شود
بعضے اشعار خوب یادہ اَزوست —

صید کے بسمل ہے دل، صد پارہ اُس نخچیر کا
جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوستہ پیکاں تیر کا
جو ترے کوچے میں آیا پھر نہیں گاڑا اُسے
تشنۂ خوں میں تو ہوں اس خاک دامن گیر کا
کس طرح سے مانیے یارو کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اُڑا جاتا ہے ٹک چہرہ تو دیکھو 'میر' کا

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی' یا روز جنگ تھا
مت کر عجب جو 'میر' ترے غم میں مر گیا
جینے کا اُس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

جو اس شور سے 'میر' روتا رہے گا   تو ہم سایہ کوئی کیونکہ سوتا رہے گا

میں آئندہ تک رہے تا گلا   جو جھگڑی عبث' تو گلے نہ ملا

آنکھوں میں جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا
عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

ہوتا نہ جو چشم داں اس ظلم پیشہ سے
ہشیار' زینہار' خبردار دیکھنا!

تجھ سے ہر آن میرے پاس کا آنا ہی گیا
کیا گلا کیجئے پھر جی ہی اُمید و دنیا ہی گیا

سر تاج شاعران این عصر و گل سر سبد حرف گیران می نهد؛ و بدین گمان غریب او تذکرهٔ نکات الشعراء من تصنیف میر گواهی می‌دهد. بار چون اشعار اندازش چنین همانش دارد —

کب تلک داغ دکھاوے گی اسیری مجھکو
مر گئے ساتھ کے میرے تو گرفتار کئی
وہی چالاکیاں ہاتھوں کی ہیں جو اول تھیں
اور گریباں میں نہیں رہ گئی ہیں تار کئی
اضطراب و قلق و ضعف سے میں کیوں کہ جیوں
جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی
کیوں نہ ہوں خستہ جگر میں کہ نگاہوں سے تری
تیر ہیں پار کئی وار ہیں سوفار کئی

صحرا میں سیل اشک مرا جاتا پھرا
مجنوں بھی اس کی موج میں مدت بہا پھرا
طالع سعید دیکھ کے دولت ہوئی نصیب
سر پر مرے کئی روز برس تک ہما پھرا
آنکھیں برنگ نقش قدم ہوگئیں سفید
نامے کے انتظار میں قاصد بھلا پھرا

فتح علی خان این یک بیت هم از وی نوشته —

بھلا تم نقد دل لے کر ہمیں دشمن گنواتے ہو
کبھو کچھ ہم بھی کر لیں گے حساب دوستاں در دل

این قدر اشعار خود میر متخلص به 'میر' در اختتام تذکرهٔ 'نکات الشعراء' (من تصنیف خود) می‌نویسد، اگرچه دل نخواست که این همه را بقید قلم آرد، و این قدر درد سر بیجا

کہاں آتے میسر تجھ کو، مجھ سے بے خود دنیا اٹھے
یہ حسن ایماں، اٹھنے نہ دے رو برو ٹوٹا
طراوت تھی چمن میں سرو کو یہ اشک قمری سے
ادھر آنکھیں مندیں اُس کی کہ اودھر آب جو کھوٹا(؟)

شب رحم سینہ اور چھڑ کا تھا میں نمک کو
ناسور تو کہاں تھا ظالم برا مرا تھا
آنکھیں مری کھلیں جب جیو ’میر‘ کا گیا تب
دیکھے سے تجھکو ورنہ میرا بھی جیو چلا تھا

ہم تو کہا تھا تیرے نہیں آؤ سمجھ نہ ظلم کر
آخر کار بے وفا جیو گیا نہ ’میر‘ کا

پاتو خزاں سے صحن کا گلشن میں بن گیا
دوش ہوا نہ رنگ گل دامن گیا
برگشتہ بخت دیکھ کہ قاصد، سفر میں سے
پھرتا تھا اس کے پاس سو میرے وطن گیا

مرگیا تیشہ سنگسار کیا   نخل ماتم مرا یہ پھل لایا

دیر و حرم میں کیونکہ قدم رکھ سکوں میں ’میر‘
ایدھر تو مجھ سے بت پھرے اودھر خدا پھرا

جب کہ تابوت مرا لائے شہادت سے اٹھا
شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا
عمر گذری مجھے بیمار ہی رہتے، ہے بجا
دل عزیزوں کا اگر میری، عیادت سے اُٹھا

ہم اسیروں کو بھلا کیا، جو بہار آئی نسیم
عمر گذری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا

جی گیا 'میر' کا اس لیت و لعل میں لیکن
نہ گیا ظلم ہی تجھ سے، نہ بہانا ہی گیا

پوری ہوئی اک تیرے درد دل میں 'میر' ایسی تو
کہ کہتے ہی سخن کے روبرو قاصد کا منہ آیا

کب جاناں سے ممکن تھیں رہائی 'میر' کوئی ہووے
اچنبھا ہے جو اُس کے ہات سے رنگ حنا چھوٹا

اب وہ جگر طپش سے ٹوٹا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو 'میر' کا لوہو پیا کیا

دل میں بھرا زبسکہ خیال شراب تھا
مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا

ٹک دیکھ آنکھیں کھول کے اُس دم کی حسرتیں
جس دم یہ سوجھے گی کہ یہ عالم بھی خواب تھا

ہوا ہے قاصد وہ پوچھے 'میر' بھی ادھر کو چلتا تھا
دو کہیو 'جب چلا ہوں میں' تب اُس کا دم نکلتا تھا

نہ گئی تسبیح اُس کی نزع میں بھی 'میر' سے ہرگز
اُسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا ڈھلکتا تھا

اب تو جانا ہی ہے کعبے کو بتخانے سے
جلد پھریو 'تجھے اے 'میر' خدا کو سونپا

ترے عشق سے آگے سودا ہوا تھا پر اتنا بھی ظالم نہ رسوا ہوا تھا
[illegible] ہوا تھا

آنکھوں میں جی مرا ہے اِدھر دیکھتا نہیں
مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا

یک قطرہ خون ہوکے مژہ سے ٹپک پڑا
قصہ یہ کچھ ہوا دل غفراں پناہ کا

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھال کے چل
ہوگا کمیں میں ہاتھ کسی داد خواہ کا

کیا طرح ہے آشنا گاہے گہے نا آشنا
یا تو بیگانہ ہی رہیے ہوجیے یا آشنا

پائمال صد جفا ناحق نہ ہو اے عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا

بلبلیں رو رو کے یوں کہتی تھیں ہوتا کاشکے
یک مژہ رنگ فراری اس چمن کا آشنا

گُو گل و لالہ، کہاں سنبل، سمن، اور نسترن
خاک سے یکساں ہوئے ہیں ہائے کیا کیا آشنا

کیا دن تھے وے کہ یاں بھی دل آرمیدہ تھا
رو آشیان طائر رنگ پریدہ تھا

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
بیچارہ گریہ ناک و گریباں دریدہ تھا

حاصل نہ پوچھ باغ شہادت کا بوالہوس
یاں پھل ہر ایک درخت کا حلق بریدہ تھا

مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات ہجر کی
ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا

یک پارہ جگر کا بھی بچا میں نہیں سیتا
وحشت میں کوئی سیتا سو کہیں کا کہیں سیتا

دل پہنچا ہلاکت کو بہت کھینچ کسالا
اے یار مرے سلمہ اللہ تعالیٰ

جس گھر میں ترے جلوے سے ہو چاندنی کا فرش
واں چادر مہتاب ہے مکڑی کا سا جالا

کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث
برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالا

پل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفاں رو چکا

افسوس میرے مردے پر اتنا نہ کر کہ اب
پچھتاوا مفت ہے جو ہونا تھا ہو چکا

اک چشمک پیالہ ہے ساقی بہار عمر
جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسماں
دے جام خوں کا 'میر' کو گر منہ وہ دھو چکا

میں بھی دنیا میں ہوں یک نالۂ پریشاں یک جا
دل کے سو ٹکڑے مرے اور سبھی نالاں یک جا

سر سے باندھا ہے کفن عشق میں تیرے' یعنی
جمع ہم نے بھی کیا ہے سر و ساماں یک جا

گذرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا
خانہ خراب ہو جیو اس جی کی چاہ کا

حال گلزار زمانہ کا ہے مانا شفق
رنگ کچھ اور ہی ہو جائے ہر ایک آن کے بیچ
خاک کے چھانوں میں جو ہوں، سست پڑے سوتے ہیں
ایک تو ہیں نرگس سایۂ مژگاں کے بیچ

نکلے گی میری قبر سے آواز میرے بعد
اُبھریں گے دل سے عشق کے آزار میرے بعد
بن گل ہوا یہ آہ میں دو جا کے لوٹیو
صحن چمن میں اے پر پرواز میرے بعد

میرے سنگ مزار پر فرہاد رکھ کے تیشہ کہے ہے "یا استاد"

اودھر فلک ہے عرش کے مشکل سے تک گذر
اے آہ پھر اثر تو ہے برچھی کی چوٹ پر
ہم تو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے
اے اشتیاق سیر چمن ! تیری کیا خبر

پاس رہنے کا نہیں ایک بھی تار آخر کار
ہاتھ سے جائے گا سررشتۂ کار آخر کار

نہ ہو ہر رہ ذرا اتنا خموشی اے جرس پھر
نہیں اس قافلے میں اہل دل، فقط نفس پھر
نہ ہوتا ہی بھلا تھا سامنے مجھ چشم گریاں کے
نظر اے ابر اب آ بھی نہ آوے گا، برس پھر

دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے آوے مجھے قرار
اے انتظار تجھ کو کسی کا ہو انتظار

جوا وہ مجھ سے لڑ گیا اب جوا وہ اُس سے مل گیا
کیا کہوں اے ہمنشیں میں بخت، حاصل دل گیا

اے نکیلے یہ بھی کہاں کی ادا کھپ گئی جو میں تیری بانکی ادا
خاک میں مل کے مٹ، اب سمجھے یہ ادائی بھی آسماں کی ادا

سنو ہو اجل ہی نہ جیوں گا کہ ہو رہا ہوں میں
چراغ مضطرب انتقال صبح گاہی کا

گرچہ بردار نیروں کا ہے امیری کا مزا
چھوڑ لذات کو اور لے تو فقیری کا مزا
اے کہ آزاد ہے تک چکھ نمک مرغ کباب
تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

موند رکھنا چشم کا ہستی میں عین دید ہے
کچھ نہیں آتا نظر جب آنکھ کھولے ہے حباب
مت ڈھلک مژگاں سے میرے اے سرشک آبدار
مفت ہی جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب

دیکھ خورشید تجھ کو اے محبوب[1] عرق شرم میں گیا ہے ڈوب
مہر شاعر بھی زور کوئی تھا دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

ایں بیت کہ بالا مذکور شد گویا از زبان ما است —

دست صیاد تلک بھی میں نہ پہنچا جیتا
بے قراری نے لیا مجھ کو تہ دام بہت

سہل سوجھیں تجھے دشواریاں عاشق کی آہ
حسرتیں کتنی گرہ ہیں رمق ایک جان کے بیچ

ہرچند توڑ کے، پھول بکھیرے نے بھی گل صبا
ایک برگ گل گرا نہ، جہاں تھا مرا نشیمن

مر گیا میں ملا نہ یار افسوس　　آہ افسوس صد ہزار افسوس
یوں گنواتا ہے دل کوئی، مجھکو　　یہی آتا ہے بار بار افسوس

آج کل کیا ہم کو * بتلایے ہو گستاخی معاف
راستی یہ ہے کہ سب وعدے تمہارے ہیں خلاف
پاؤں پر سے اپنے میرا سر اُٹھایے مت مجھکو
تیغ باندھی ہے میاں تم نے کمر سے خوش غلاف

سب پہ روشن ہے کہ شب مجلس میں جب آتی ہے شمع
تجھ دھوکے سے جو ڈھونڈھا دیکھ بجھ جاتی ہے شمع

نالوں پہ میرے گھر سے جو آوے گا جب فلک
کر جاؤں گا سفر ہی میں دنیا سے تب تلک
اپنا دین اور دل سے نقش، کرلے کاوشیں
یہ مجھلہ تمام ہی ہے آج شب تلک
نقاش ! کہوں کہ کھینچ چکا جو شبیہ یار
ڈھونڈھتی ہوں ایک بار ہی اُس کا میں اب تلک

وصل جاں میں سیر کی ہم نے بھی جائے گل
چھاتی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل
اڑ نہ بھی ! غنچہ ایسی کی آواز دل خراش
جو ہی نکل گیا جو کہا اُن نے ہائے گل

گل کی جفا بھی دیکھی، دیکھی وفائے بلبل
یک مشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل

---

* (پ) کاہے کو　　† (پ) اندھیری

ساقی تو ایک بار تو توبہ تڑا مری

توبہ کروں جو پھر میں تو توبہ ہزار بار

کر رحم ٹک، کب لگ ستم مجھ پر جفا کار اس قدر

ایک سینہ، خنجر سیکڑوں، ایک جان و آزار اس قدر

بھاگے مری صورت سے وہ، میں عاشق اُس کی شکل پر

میں اُس کا خواہاں یہاں تلک وہ مجھ سے بیزار اس قدر

دل دماغ اور جگر یہ سب ایک بار کام آئے فراق میں اے یار

کیوں نہ ہو غلبہ ضعف اعضا پر مر گئے اس قشون کے سردار

مجھ کو پوچھا تھی نہ، یہ کون ہے غم ناک ہنوز

ہو چکی حسرت، میں روتا ہوں تہ خاک ہنوز

اشک کی لغزش مستانہ پہ مت کیجو نظر

دامن دیدۂ گریاں ہے مرا پاک ہنوز

باقی نہیں ہے دل میں، پہ غم ہے بجا ہنوز

ٹپکے ہے خون دمبدم آنکھوں سے تا ہنوز

احوال نامہ بر سے مرا سن کے کہہ اٹھا

جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کیا ہنوز

بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ سوچ

تو نہیں چھوڑتا اس چال کی رفتار ہنوز

منتظر قتل کے وعدہ کا ہوں، اپنے یعنی

جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہ گار ہنوز

اے ابر تر تو اور کسی سمت کو برس

اس ملک میں ہماری ہیں یہ چشم تر ہی بس

سن گوش دل سے اب تو سمجھ بے خبر کہیں
مذکور ہو چکا ہے مرا حال ہر کہیں
کیا فائدہ فراغ سے بلبل کے باغباں!
اطراف باغ ہوں گے پڑے مشت پر کہیں

کیا میں نے رو کر فشار گریباں　　رگ ابر تھا تار تار گریباں

دیکھیں تو تری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں
اب ہم نے بھی کسی سے آنکھیں لڑائیاں ہیں
ٹک سن کے سو برس کی ناموس خامشی کھو
دو چار دن کی باتیں اب منہ پر آئیاں ہیں

مرے آگو نہ شاعر نام پاویں　　قیامت کو مگر عرصے میں آویں

نہ ایک یعقوب رویا اس الم میں
کنواں اندھا ہوا یوسف کے غم میں

تری زلف سیہ کی یاد میں آنسو ٹپکتے ہیں
اندھیری رات ہے، برسات ہے، جگنو چمکتے ہیں

جام حکم شراب کرتا ہوں　　محتسب کو کباب کرتا ہوں
ٹک تو رہ اے بنائے ہستی تو　　تجھکو کیسا خراب کرتا ہوں

ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھئے کیا ہے کیا نہیں
تم تو کرو ہو صاحبی بندے میں کچھ رہا نہیں
بوے گل اور رنگ گل، الدہ ہی الدہ ہے نسیم!
لیک بقدر یک نگاہ دیکھئے تو وفا نہیں

کیا بلبل اسیر ہے بے بال و پر کہ ہم
گل کب رکھے ہے ٹکڑے جگر اس قدر کہ ہم
جیتے ہیں تو دکھاویں گے دعوائے عندلیب
گل بن خزاں میں اب کی وہ رہتی ہے مر کہ ہم

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم لیک لگ چلنے کو بلا ہیں ہم
آستاں پر ترے گزر گئی سب اسی دروازے کے گدا ہیں ہم
تیرے کوچے میں بادسرگ رکھا کشتۂ منت وفا ہیں ہم

ہم چشم ہے ہر آبلہ پا کا مرا اشک ازبسکہ تری راہ کو آنکھوں سے چلا ہوں
دامن نہ جھٹک ہاتھ سے میرے کہ ستم گر
ہوں خاک سر راہ کوئی دم میں ہوا ہوں
آتے ہیں مجھے خوب یہ دونوں ہنر عشق
رونے کے تئیں آندھی ہوں کڑھنے کو بلا ہوں

گر ٹک ہو درد آئینے کو جرح زشت میں
اِن صورتوں کو صرف کرے خاک و خشت میں

تو گلی میں اُس کی جا آ ولے اے صبا نہ چنداں
کہ گڑے ہوئے پھر اکھڑیں دل چاک دردمنداں
مرے تیر بار کے جو یہ ہدف ہوئے ہیں ظالم
مگر آہنی ہوئے ہیں جگر نیازمنداں

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اس غم کدے میں آہ دل خوش کہیں نہیں
آگو تو لعل تو خط خوباں کے دم شمار
ہر چند اب مسیح وہ باتیں رہیں نہیں

نسیم مصر گر آئی سواد شہر کنعاں تک
کہ پھر جھولی یہاں سے لے گئی گلہائے حرماں کو

کوئی کانٹا سر رہ کا ہماری خاک پر بس ہے
گل و گلزار کیا درکار ہے گور غریباں کو

یہاں پوچھو گر ہوں میں' فنا نے کیا ملایا تھا
مری طینت میں یارب سودۂ دلہائے نالاں کو

گل و سنبل ہیں پھر ایک دفعہ' مت سرسری گذرے
کہ بگڑے زلف و رخ کیا کیا بنائے اس گلستاں کو

کریں پامال ملک فرس رہ اُس ساعت کے* محشر میں
لہو تونا کہیں لاویں شہید یار خوباں کو

صدائے آہ جیو کے پار ہوتی ہے جگر سے شاید
کسی بے درد نے کھینچا' کسی کے دل سے پیکاں کو

کیا سیر اس جرائے کی ا مہت اب چل کے سو رہئے
کسی دیوار کے سائے میں منہ پر لے کے داماں کو

کیا ہے گر بد نامی و حالت تباہی بھی نہ ہو
عشق کیسا جس میں اتنی روسیاہی بھی نہ ہو

جی‡ سے جہاں میں ہر$ سحر پیری کروں ہوں جستجو
جا بجا بجانب' در بدر' کوچہ بکوچہ' کو بکو

آنکھوں سے دل تلک ہیں چلے جواں آرزو
تو مندیاں ہیں دنی ہی مہماں آرزو

---

* (ن) کہ ا (ن) کا
‡ (ن) جس $ (ن) ہے

ایسے محروم گئے ہم تو گرفتار چمن

کہ ہوئے بند میں دیوار بدیوار چمن

سمجھے ہر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم

نہ ہوی نکہت کبھی ہونے کا سزاوار چمن

جوں نگیں ہے جدا نوک سے ہر ایک کے سطر

کس قدر دیدہ کے مژگاں ہیں یہ خار چمن

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے

پاتا ہوں زرد روز بہت اس جواں کو میں

میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہوکر خاک سے سبز

یکایک آگیا اس آسماں کی پائمالی میں

مرے اُستاد کو فردوس اعلیٰ میں ملے جاگہ

نہ سکھلایا بجز ار عشق مجکو خرد سالی میں

اور اشک ہی سدا ہے یہاں روز برسات کی ہوا ہے یہاں

اس جگہ ہو رہیں نہ یہ سمجھو کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہاں

یہ غلط کہ میں پیا ہوں قدح شراب تجھ بن

نہ گلے سے میرے اُترا کبھی قطرہ آب تجھ بن

یہ ہے بستی عاشقوں کی کبھی سیر کرلے چل تو

کہ محلے کے محلے پڑے ہیں خراب تجھ بن

میں لہو پیوں ہوں ہم میں عوض شراب ساقی!

سب بہم ہوگئی ہے شب ماہتاب تجھ بن

کٹی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ

مجھے رونا، جلنا، گھلنا بھی اضطراب تجھ بن

بزم عدما کی تو ناسوری سی ہوگی 'میرا'
کس طرح شام یہاں ہو سحر پروانہ

اس اسیری کے نہ کوئی اے صبا پالے پڑے
یک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے

حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش
رفتہ رفتہ دلبروں کے کان میں بالے پڑے

اس واسطے کانپوں ہوں کہ ہے آہ بہت سرد
یہ داغ کلیجے کے کبھی دار نہ ہووے

کرے ہے خندۂ دنداں نما تو میں بھی روؤں گا
چمکتی دور ہے بجلی، مقرر آج باراں ہے

چمن پر نوحۂ و زاری سے ہے کس گل کا یہ ماتم
جو شبنم ہے تو گریاں ہے جو بلبل ہے تو نالاں ہے

الم سے یہاں نہیں میں مشق ناتوانی کی
کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولیکن نہ دیکھا ہائے
جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی

سمجھے ہے نہ پروانہ، نہ تھامے ہے زباں شمع
وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے

لیتا ہی نکلتا ہے مرا لخت جگر اشک
آنسو نہیں گویا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

اے 'میر' جگر ٹکڑے ہوا دل کی تپش سے
شاید کہ مرے جیو پہ اب آن بنی ہے

اس محملے کی سیر کروں کس ملک کہ ہے
دست ہزار حسرت و داماں آرزو

دل پر جوں ہے یہاں مجھکو گماں ہے شیشہ
شیخ کیوں مست ہوا ہے تو کہاں ہے شیشہ
شیشہ باری تو ٹک اک دیکھئے آ آنکھوں کی
ہر مژہ پر مرے اشکوں سے رواں ہے شیشہ
جا کے پوچھا جو میں دل کارگہ مینا میں
دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہے شیشہ؟
کہنے لاگے کہ کدھر بہکا پھرے ہے اے مست
ہر طرح کا جو تو دیکھے کہ یہاں ہے شیشہ
دل ہی سارے تھے یہ اک وقت میں جو کر کے گداز
شکل شیشے کی بنائے ہیں کہاں ہے شیشہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ
زمین میکدہ یکدست ہیگی آب زدہ
بنے یہ کیونکہ ملے تو ہی ناہمیں سمجھیں
ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ ،

کبھے ہیں اُڑ بھی گئے جل کے پر پروانہ
کچھ سنے * سو جگاں دم † جدہر پروا نہ
سعی اپنی تو ضروری ہے اُٹھے نرم سلگ
اے جگر تفنگی بے اثر پروا نہ

---

* (ن) سنی —　　　† (ن) لے —

وہاں تو چھوڑ دیتے کر کے خاک راہ کے تئیں

مجھے محفوظ رکھا ، اپنے میں اللہ کے تئیں

کیا خط لکھوں مہر کرنے کی فرصت نہیں رہی

لکھتا ہوں تو پھرے ہے کتابت نہیں رہی

ملوں کیونکہ ہم رنگ ہو تجھ سے ظالم !

ترا رنگ شعلہ ، مرا رنگ کاہی

اب خدا مغفرت کرے اُس ،   میر مرحوم تھا عجب کوئی

سبھوں کے خط لئے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہے

چلا ہے یار کے کوچے کو اور مجھ سے چھپاتا ہے

ہو گئی شہر شہر رسوائی   اے مری موت تو بھلی * آئی

میر ، جب سے گیا ہے دل تب سے   میں تو کچھ ہو گیا ہوں سودائی

پارے نسیم ! صحبت سے ل ہم اسیر تھے

سناتے میں جیو ! کے گلستاں تاک گئے

صد کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں

گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

تمام اُس کے قد میں سناں کی طرح ہے   رنگیلی نہایت اُس جواں کی طرح ہے

اڑے خاک گاہے ، رہے گاہ ویراں   خراب اور پریشاں یہاں کی طرح ہے

تعلق کرو ، میر ، اُس پر جو چاہو   مری جاں ! یہ کچھ جہاں کی طرح ہے

آتش کے شعلے سر سے ہمارے گذر گئے   بس اے تپ فراق کہ گرمی سے مر گئے

---

* (ن) بھلی   ! (ن) جھونپڑا

گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی
رشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی
اپنے کوچے میں نکلیو نہ اٹھائے دامن
یادگار مژہ 'میر' ہیں وہاں خار کئی

صبح سے ہی علاج تو خوش ہے — میرا بیمار آج تو خوش ہے
'میر' پھر کچھو سرگذشت اپنی — بارے یہ کچھ مزاج تو خوش ہے

مرہی جاویں گے، بہت ہجر میں ناشاد رہے
بھول تو گئے ہو ہمیں پر یہ تمہیں یاد رہے
ہم سے دیوانے پھریں شہر میں سبحان اللہ
دشت میں قیس پھرے، کوہ میں فرہاد رہے

میرے درد دل کا تو یہ جوش ہے
کہ عالم جہاں سنہ دوش ہے
کیا * رو برو اُس کے کیوں اٹھئے
کہ بیہوش † اُس کا دم اور ہوش ہے

اچھا ہے اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے
و گر قصہ کہوں اپنا تو سنیے اُس کو خواب آوے
لپٹتا ہے دل سوزاں کو اپنے 'میر' بے خط میں
الٰہی نامہ بر کو اس کے لیے جانے کی تاب آوے

اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ
ہر سمت کو یاں دفن مری تشنہ لبی ہے

---

* (ن) گیا —
† (ن) بیہوش —

نہ جاں اگر بتا ہوائے کہیں ٹپکے
رہ گئی ہے کہیں موئے پریشاں کی نشانی
بہاتی ہے مجھے اشک طلب بوسہ میں نہ آں
لکنت سے اُلجھ جا کے مجھے بات نہ آئی

دیکھے ہے گردوں دوں پر وردی   ہوئے نبوت رہیں یہ کسمدی *

بزم میں ہے اب تو چل اے رشک صنم !
شمع کے منہ پر تو پھر گئی مُردنی

اس چشم ٹپکتی کی مصیبت سے جگر لوہو ہے
آب ہو جائے کہ یہ دل جامۂ پہلو ہے

دھر بھی 'مہر' طرفہ مقبل ہے   جو ہے سو کوئی دم کو فیصل ہے
روز کہتے ہیں ملنے کو جو ہاں   لیکن اب تک تو روز اول ہے

ن

مختصر بات ہے بدگمانی کا   مذہب عشق ہے توکل ہے
مرگیا کوہکن اسی غم سے   آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

جنگل بکسا رو جب سے سواک ہوگیا ہے
ملک ان سیم رخوں کا سب پاک ہوگیا ہے
دیوار کہنہ ہے یہ 'مت بیٹھ اِس کے سائے
اُٹھ چل کہ آسماں سب کاواک ہوگیا ہے
رہ کر واک بھلا تو رووے ہے آپ کو 'مہر'
کس کس طرح کا عالم یہاں خاک ہوگیا ہے

ساقی گھر چاروں اور آیا ہے   دے بھی مے ابر زور آیا ہے

---

* (ن) رمدی

ناصح نہ روؤں کیونکہ محبت کے جیو کو ہم
اے خانماں خراب ہمارے تو گھر گئے

ہنگامہ میری نعش پہ تیری گلی میں ہے
لے جائیں گے جنازہ کشاں یہاں سے کس مجھے

کافر ! کہاں دماغ جواب شکوہ دانیے
بس ہے یہ ایک حرف کہ مشتاق جائیے
شب خواب کا لباس ہے عریاں تنی میں یہ
جب سوئیے تو چادر مہتاب تانیے

کب فلک جور سے جفا ہووے   آہ کریئے کہ تک ہوا ہووے
یہ کلی سارے قافلے ہے نسیم   دیکھئے اب کے سال کیا ہووے

ہے یہ بازار جنوں، منڈی ہے دیوانوں کی
یہاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی
خانقہ کا تو نہ کر قصد تک اے خانہ خراب !
یہی ایک رہ گئی ہے بستی مسلمانوں کی
کیونکہ کہئے کہ اثر گریۂ مجنوں میں نہ تھا
گرد نم ناک ہے اب تک بھی بیابانوں کی

نہیں وسواس جیو گنوانے کے   ہائے رے ذوق دل لگانے کے
میرے تغیر حال پر مت جا   اتفاقات ہیں زمانے کے

غافل میں رہا تجھ سے بہت نا بحواسی
اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی
مدت سے ہوں یک مشت پر آوارہ چمن میں
نکلی ہے یہ کس کی ہوس بال فشانی

ایک گوشۂ عافیت جہاں میں ہم نے
ڈھونڈا تو مصاحبۂ خوباں دیکھا

کاہے کو کوئی خراب خواری ہوتا کاہے کو کسی پہ جان بھاری ہوتا
دل خواہ طلب ہوتا تو دونو ملتے اے کاش کہ عشق اختیاری ہوتا

جگ میں جنوں شمع پاؤں جل کر رکھنا تا دن کے نکولا ہات مل کر رکھنا
آیا ہے وہ بار خانۂ عشق میں تو ہشیاری ہے یہاں قدم سنبھل کر رکھنا

کیا کریئے بیاں مصیبت اپنی پیارے دن عمر کے ہجر کے غم میں گذرے سارے
رنج و ضعف و بلا' مصیبت' محنت کیا ہی نہ میں دوا دکھوں کے مارے

دیکھنے جو نہ جی دکھایا اُس کا معراج ہے کمترین پایا اُس کا
سایہ جو نہ تھا آپ' یہ باعث تھا کل حشر کو ہوگا سب پہ سایا اُس کا

دل مجھ پہ چلے نہ کیونکہ میرا بیتاب
یہاں مجھکو توقع ہے کہ لاتا ہے جواب
وہاں اُن نے شراب پی کے مستی میں 'مہر'
کر کھائے تھی نامہ بر کبوتر کے کباب

محمد میر ''مہر''

تخلص از قاعدہ سنجان شیرین گفتار است' سخن را
بخوبی می گوید' این شعر در هر دو تذکرہ مسطور است —

شہرۂ حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا
اپنے چہرے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

میرزا معزالدین ''مہر''

تخلص مخاطب بموسوی خان' شاعر مضبوط فارسی است-

دون بھرے وصال کا مژدے   تا کہے سر دادہ گستور آتا ہے

کل اُس سے ہم سے بارے ملاقات ہو گئی
دو دو بچن کے ہونے میں اک بات ہو گئی
کن کن مصیبتوں سے ہوئی صبح شام ہجر
سو زلفیں ہی دکھائے اُسے رات ہو گئی
گردش نگاہ مست کی موقوف ساقیا
مسجد تو شیخ جی کی خرابات ہو گئی
کیا خلاف وعدہ ہوا ہوگا وہ کہ یہاں
نومیدی اور امید مساوات ہو گئی
اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اُس کے روبرو
رنجش کی وجہ 'مہر' وہ کیا بات ہو گئی

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

قصد اگر امتحان ہے پیارے   اب تلک نیم جان ہے پیارے
سجدہ کرتے ہی سر کٹتے ہیں جہاں   سو ترا آستان ہے پیارے
'مہر' اعداً بھی کوئی مرتا ہے   جان ہے تو جہان ہے پیارے

رباعیات

مجھ رہ سے محال ہے اُٹھانا مجھکو   خبطی کہے کوئی یا سیانا مجھکو
سر میرا لگا ہے نقش پا سے تیرے   سجدے کو خدا کے بھی ہٹانا مجھکو
مسجد میں تو شیخ کو خروشاں دیکھا
مے خانہ میں جوش بادہ نوشاں دیکھا

راقم الحروف صاحب می گوید (تاریخ)

موسوی خان یگانهٔ عالم رخصت هستی بسوے عقبیٰ برد
سال فوتش ز ہاتف غیبی شد ندا "آن سخن فطرت مرد"

اول 'فطرت' تخلص می کرد آخر 'موسوی' قرار داد' و خطاب 'خانی' هم درین تخلص گردید دیوان فارسیش متداول است این بیت زبده سخن معنی بندی 'سخن' تمام او گوشهٔ خالی از لطافت نیست —

از زلف سیاہ تو بدل دهوم پڑی هے
در گلشن آئینه گهٹا جهوم پڑی هے

راے آنند رام 'مخلص'

مخلص - مخلص شاهجهان سخن بود' و این هزالان سیه مست را بمصاحبت کلام رام می نمود مدتے بوکالت نواب اعتمادالدوله مرحوم امتیاز می داشت' و اصلاح سخن بخدمت میرزا 'بیدل' و خان 'آرزو' می گرفت شعر فارسیش که جملے عذوبت می دارد' بر السنهٔ عوام و خواص جاری است فقیر را هم چند اوراق اشعار فارسیش بهم رسیده بود' حقا که معنی بلاسی فراوان نمود' و لآلی گران‌بہاے الفاظ بسمه بسلک نظم کشیده—

یوں پکارے هے کهڑا گلشن میں سرو از بیکسی
پهنچیو جلدی که کیا آزاد جانی هے بہار
پهول پر نرگس کے گویا دانۂ شبنم نهیں
عاشقوں کے حال پر انکهیاں بهراتی هے بہار

فقیر ترجمه اش را از تذکرهٔ «روآواد» بعینه نقل می نماید که «موسوی خان میرزا معزالدین محمد از اجلهٔ سادات قم و چراغ دودمان امام هشتم است - وجدهٔ والدهٔ میر محمد زمان مشهدی که سرآمد علمای مشهد مقدس بود - موسوی خان از عنفوان شعور تا سن شباب اکتساب علوم نموده، و اوائل کسب در وطن خود تحصیل کرده و در زمان شباب با پدر خود میرزا فخرا بوهم راه دارالسلطنه، صفاهان، شتافت و ده سال در حلقهٔ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نموده، و جادهٔ تعلقات و تعلقات دور نموده، خود را بفضل و کمال رسانیده، و در سنه اثنتین و ثمانین و الف تشریف به هندوستان آورد و چند مکان بواسطهٔ جوهر ذاتی و نسبتی مورد الطاف صاحب و تزویج صبیهٔ شاه نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرق عزتش برافراخت اول بدیوانی صوبهٔ عظیم آباد پتنه مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پتنه پس امیرالامرا شایسته خان بر نیامد چه بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میرزا رتبهٔ سلطنت بادشاه و علاوهٔ فضل و کمال سر به خدمت ناظم فرود نمی آورد، آخر ناچاری صحبت ایشان بسمع بادشاه رسید میر بحضور طلب شد، و در سنه تسع و تسعین و الف بخطاب «موسوی خان» و بدیوانی دکن سرفرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت - سال تولد میر سنه خمسین و الف است و سال انتقال که در ولایت دکن اتفاق افتاد، سنه احدی و مائه و الف» - انتهی -

بتوں کا عاشقی میں یہاں کال ہوگیا ہے
اے دل ابھی سے تیرا یہ حال ہوگیا ہے
ٹک راہ پر تو آؤ اب عمر کو 'محسن'
مانند نقش پا کے پامال ہوگیا ہے

تعزیت دار حسرت دل ہے   یہ جو گریہ کا جامہ آبی ہے
دل پر آبلہ مرا 'محسن'   رشک آئینۂ حبابی ہے

ٹک ابرو ہلے، عاشق اُلٹ گئے   تجھے تلوار سے اے شوخ جس ہے

کیا جانیے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں
ہم کو تو بس بدن کی بھی اپنے خبر نہیں
اُس دشت پر خطر کا میں باشندہ ہوں جہاں
آدم کا ذکر کیا ہے، ملک کا گزر نہیں
دل دیجیے پر ہو جنوں، تو کرو خانماں خراب
یہ عاشقی ہے شیخ جی خالہ کا گھر نہیں

مرگیا پوچھی نہ پر تم نے مری زحمت دل
جی کی جی ہی میں رہی ہائے مری حسرت دل
مجھ تہی دست کنے کیا تھا کوئی دن آگے
داغ پیسے سے جو ہاروں یہ ہیں سب دولت دل
کیا حساب اپنے گناہوں کا جو میں کھینچوں ہوں
میں گرفتار بلا میں جو ہوا باعث دل

دل مرا وابستۂ زنجیر زلف یار ہے
ہے تو دیوانہ، پہ اپنے کام میں ہشیار ہے

میر محمد تقی 'میر' آں بیت او می نویسد –

دھوم آنے کی کس کے گلزار میں پڑی ہے
ہار ارگچے کا یا کہ نرگس لیے کھڑی ہے

میر محمد محسن، 'محسن'

تخلص برادرزادۂ میر محمد تقی میر و دله در وصل آں معنی پژوہ بے نظیر است ابیات او از ہر دو تذکرہ می طرازد –

مرا رنگ زرد اس قدر زرد ہے — کہ یہاں زعفراں زار بھی گرد ہے
طپش! سمجھ اب نہیں ہے غالباً — دھڑکے کا دل میں مرے درد ہے
اگر شمع طرح میں گرمی ہے دور — مرے پاس بھی یک دم سرد ہے

یوسف مصر! پوچھتا ہے کوئی — مجھ سے بہتر عزیز دولہا کو
حرف تیرے عزیز لب کا شوخ — زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کو

دورے گئے وہ کوہکن و مجنوں کے جو تھے
میرے جنوں کا اب تو زمانے میں شور ہے
'محسن' تمام عمر مری رونے ہی کٹی
اس میکدے میں آہ کہیں بھی سرور ہے

اس کے کوچے میں ہے کچھ نالۂ شب کا چرچا
دیکھیو کوئی میاں میرا تو مذکور نہیں
طبع نازک کو مرے ہات میں رکھیو کہ میں
قیس و فرہاد سا دہقانی و مزدور نہیں

میر "حیران"

تخلص- خلف الصدق ، نواب قلی مردان ' است خطاب نمی
نوازش خان می داشت ، و اکثر گاه طبع معنی رس خود را
بتسخیر مضامین می گماشت میر محمد تقی ' میر ' می نویسد
که ' نهند ' تخلص اوست و فتح علی خان او را بتخلص ' حیران '
معروف هم تحریر نموده ، ظاهرا میرزا فرموده سعادت‌الولی
صاحب سلمه‌الله تعالی با میر نوازش خان ' نهند ' تخلص
که باشد تحریر این سرخوات در اورنگ آباد قیام می دارد
و احوالش تعریف‌الما گذشت ، طی امداد بادی هم همین تخلص
قرار داده باشد والله اعلم احوالش کما ینبغی تشخیص نعیر
نرسیده ، و این اشعار طبع زادش از تذکرهٔ ' میر ' و فتح‌علی‌خان
تحریر می گردد —

آه اگر باغ میں وه سرو خراماں گذرے
اشک قمری کا گلستاں میں طوفاں گذرے
بسکہ ہے آتش غم تیز و رولے میں مرے
ناوک یار ترا دل سمی * سوراں گذرے

نواب * ذوالفقارالدوله خواجم قلی خان " موزون "
طبع موزون داشت ، و چندے به نظامت برهانپور می پرداخت

---

* (ن) سے نہ

† خواجم قلی خان بهادر ثابت جنگ ' موزون ' تخلص-
پسر بذر بن ترکمان دیوان بیگی سلطان قلی خان بهادر
بتقریب ایلچی‌گری سلطان قلی خان به هندوستان آمده ، بنوازشات

(بقیه حاشیه بر صفحهٔ ۲۹۰)

اور نہ خاطر تمہارا کچھ نہیں رکھتا مگر
جان در لب آمدہ حاضر ہے گر درکار ہے

اے دیدۂ جانداں تو اپنا تو رو چکا
اب رونا تو ہے کیا، جو کچھ ہونا تھا ہو چکا
'محسن' نہ روؤں میں، تو بھلا کہہ، کہ کیا کروں
ایک دل بساط میں تھا سو اس کو بھی کھو چکا

ٹک آکے دیکھ، نہیں کچھ بھی حال آنکھوں میں
بھرے ہے اس نے بھی تیرا خیال آنکھوں میں
نہ پوچھ نشتر رز کی تو مجھ سے کھٹکت
لگے ہی جاتی ہے دل پہ چھنال آنکھوں میں

جاں بہ لب ہوں میں، نکل جائے نہ یہ جان کہیں
دل میں حسرت ہی رہی جاتی ہے آجان کہیں!
کس بلکسوع کی حالت میں رہوں میں بچھدن
ہو بھی اے مردن دشوار! اب آساں کہیں

جس دن تری گلی سے میں عزم سفر کیا
ہر یک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا
بت خانے کی شکست و درستی کعبہ ہائے!
یہ سب کیا، پہ سبحہ نے دل میں نہ گھر کیا

(رباعی)

جب تخم محبت ہم نے دل میں بویا
دین و دنیا سے ہاتھ اپنا دھویا
اس عشق کا ہووے خانہ ویراں یارب!
دونوں عالم سے اِن نے ہم کو کھویا

میر رحیم علی "نوروز"

از شعرای هند است ظرفی زبانه خوش بیان —

زرد ہوئے ہیں نہ دیکھا ہم نے کبھی یہ روتے تھے

پھول بھی دانا جہاں میں سمجھے رنج کو بو کر

اگرچہ خوش کمر 'نوروز' بہت ہیں فدا ہے جیو مرا اُس میاں پر

رام نرائن "موزون"

تخلص از شاه جهان آباد است، احوال و اشعارش بفقیر نرسیده، گر این یک بیت بزبانی شیخ عبدالولی صاحب سلمه الله تعالی در حیدرآباد شنیده، بمرادهٔ حافظه موجود بود، نوشته شد —

دیکھ کرانی بھی سمجھ کو وو ستم گار کے ساتھ

دل پگھل جو ہے بہا اشک سبکبار کے ساتھ

محبوب مرمل "مرل"

تخلص شاعریست ممتاز، و عیسی نفسی است سحر پرداز فتح علی خان در احوالش می طرازد که "معاصر میان 'آبرو' بود، در سخن تلاش معنی تازه می نمود" گویند در اواخر عمر جنون در سرایش طاری شد، و اختلالے در حواسش ساری - آخر باستعفائے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداخته در شاه جهان آباد زاویهٔ خمول ساخت، بعد چندے ندائے "ارجعی" شنید، و رخت سفر اے خاموشان کشید انتہی این اشعار آبدار از 'مرمل' است —

جوانی انکھوں سے نکل کو وو گئی — جاگے نہ ہی ساتھ جی کے سو گئی

شعر فارسی خوب می گفت فرامات‌ش که در جواب فرامات نظام‌الدوله 'شهید' طرح نموده نظر در آید، خوش محاوره است و اشعار او از قبیل زمینه تسویج فقیر نظر این بیت به رسید —

ادا ہے رشک حور نہ جانوں کرونگا کیا
دریا کہا قصور نہ جانوں کرونگا کیسا

این یک بیت صاحبان هر دو تذکره نوشته اند —

موزوں ہے کہ عشق میں نہ اب قدم رکھا
ہے مصلحت یہ دور نہ جانوں کرونگا کیا

(بقیه حاشیه در صفحهٔ گذشته)

بادشاهی خوش دل شد نوبت بیک پسر خود را که بخطاب مبارز خان سرافراز گردید، در حضور [illegible] بولایت توران مراجعت کرد و از نشستن بیستر تحمل کارهای سلطنت گشت امرایان از راه حسد و عداوت متفق شده او را بقتل آوردند دران هنگام یکساله عمر داشت، والده اش در هندوستان آورد۔ چون به سن تمیز رسید، در زمان بادشاه محمد فرخ سیر بمنصب سربلندی یافته با برادر [illegible] خان خود که قلعه دار قلعه 'دهار' شده بود آمد بعد از چند سال که برادرش از قلعه داری تغیر شد، برفاقت رکن السلطنت آصف جاه بدکن رسید۔ درین جا بمعارضهٔ جلو بے در گذشت بعد فوتش رکن السلطنت آصف جاه از روی قدردانی بمنصب بلند و خدمات عمده سرافراز فرمود بصفت شجاعت موصوف است طبع عالی دارد۔ از طبع رسا فکر شعر می‌نماید و دیوانی ترتیب داده این غزلیات از وست (ہندی اشعار درج نہیں ہیں؛ تحفة الشعراء) —

جب سے بدرِ حسن نے کاہش میں پہنادی کیا
دل نے اپنا اب فلک چاک گریباں یہاں سیا
چار داغوں سے جلا ہے لالہ ایسا آگ میں
ہیں ہزاروں داغ مجھ دل پر، سرا ہیں یہ ہما
مجھ رنگیلے لب کے یک بوسے کی خواہش میں دل
رات دن جلتا ہی رہتا، لعل کا جیسا دیا
داں داغ دل ہمارا اب آنکھوں کا سرشک
عشق کی دولت سے ہم نے خوب کچھ کھایا پیا
پوچھتے ہیں جسم کو فرش محمل خاکسار
نقش قالی سے یہاں کمتر ہے موج بوریا
چار دن بچھڑا سجن، ہم پر قیامت آگئی
'مہدی' حیرت ہے کہ تنہا حشر تک کیوں جیا

هر کسی مکھ کا تماشہ دیدہ ہوا   یوں جو آئینہ آب دیدہ ہوا

گرم جوشی سیں خورشید اٹھا گھر سے نکل
ہوگئی صبح دم سرد کے بھر تے بھر تے

کرے ہے آج چشم عندلیباں روشن آئینہ
ہوا ہے اس کے عکس روسے رنگ گلشن آئینہ
گذر جاوے گا وہ تیر نگہ سینہ سیں اس کے
پھر آیا ہے اگر جوہ جوہروں سے جوشن آئینہ
ان گلرخوں سے یارو ہم نہ کیوں نبھائیں
بانکی بھواں چھرا گر، برچھی کریں نگا ہیں

قرص خسنده لیے کہ شبنم سے اٹھو　　پھول کلیاں چار پر رو دھو گئی
میں ہوں مہتاب "مرسل" رم کیا　　دشمنوں کے من کی حد سی ہوگئی

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا　　ہو گیا وہ کام جو ہونا نہ تھا

این رتبہ شہرۂ عوام میدارد، اما نکتہ چنداں خوردہ بین حرف در بیت اول کہ مذکور شد می بیند —

دل میں تھے اس شکوہ لب کے تمام　　رہو تھا بن صرف مدعا نہ ہوا
کیوں کماں ابرو سے مل رسوا ہوا　　چلہ اکس کو کیا مگر گوشہ نہ تھا
میں کہا تھا تو "مرسل" دل نہ دے　　دیکھ نہ دل را لگاں کھونا نہ تھا

طبیب عشق سے پوچھا رابطہ نے علاج اپنا
کہا پھر ہے دم پر سورۂ نو سعد کا دم کرنا
نظر میں ہیں تمہاری داؤ گھاتیں من ہرن سارے
شکار اوروں سے جا جا کھیلنا اور ہم سے رم کرنا
نہیں اشراف زادوں کا طریقہ ان جوانوں میں
لٹا کر مال، پوچھ کر وادیعہ، اخلاص کم کرنا

فتح علی خان در تذکرۂ خود این بیت بنام او می نویسد —

زار دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا　　ہائے کیسا رونا رونا نہ تھا

میر مرتضی "مہدی"

از شاگردان سید عبدالولی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بود، و تلاش مضامین تازہ می نمود برائے مہر دولت بقوم پیوست کہ در سنہ اربع و سبعین و مائہ والف در جنگ مرہٹہ شربت شہادت چشید مصرع الحروف "محمد مہدی شہید شد" (۱۱۷۴) تاریخ یافت این فقیر ساعتی اشعارش بد نسخہ خط او پردہ از رخ می کشاید. سه

اپنا دامن اشک پر خوں سے بھی افشاں کیجئے

بیٹھے صحرا میں اور سیر گلستاں کیجئے

خوب ہیں دیوانگی میں شہرت کا بود و باش

مصلحت یوں ہے کہ اب مسکن بیاباں کیجئے

کیجئے پیدا اگر رتبہ نسیم صبح کا

بے تکلف سیر باغ کوئے جاناں کیجئے

آخرش ملک عدم کو یہاں سے جانا ہے ضرور

بے فکر کیا بیٹھے ، چلنے کا ساماں کیجئے

میر عبد القادر "مہربان"

تخلص صاحب غزلان سخن و جامع غرائب هر فن است - رنگین خیالی ، فصیح زبان ، حاوی کمالات ، در صغرسن همهای این معنی رس بجسم درسیده ، و سیرش مقابله عقب العنان را بخوبی بهن از بدو شعور فقیر بعالم شهود سر نکشیده این با آشنا مزاج طرح ارتباط بصحبت او گرم می دارد ، و آن شهنشاه اقلیم نازک خیالی اکثر گاه به غربت جاده نظر به تخلص خود کرده و زعادت هم مکتبی منظور داشته ، تشریف شریف می آرد - فردوولا بتذکرهٔ شعرای کمپسران با استصواب فقیر می طرازد ، و بجهة تنقیح احوال ایشان یکدمی پردازد نسبش به هشت و دو واسطه به حضرت امام علی موسی رضا علیه التحیة والثنا می رسد - اصلش از نیشاپور و بعدازان اجدادش در کنتور که قصبه ایست از مضافات صوبهٔ اوده

میر مہدی "متین"

تخلص - ولدش برهان پور است ، و والدش میر محمد "امین" معروف دربار شاهی است صاحب سخن و ساگرد میرزا "بیدل" بود "متین" هم طالب علم جید و خلق و کم سخن وخوش فکر و متلاشی مضامین رنگین است ، اصلاح سخن از شاه "سراج" می کرد این چند ابیات از طبع زاد اوست —

روز اول سے مجھے ورد زباں ہے شیشہ
باب شکستہ ہے ، سخن سینہ ، فغاں ہے شیشہ

اس شکستی پوش قاتل پر چھڑک لو ہو کا رنگ
عاشقو لازم ہے اب بھکوے کا سر وا کیجئے
عرش کو مجنوں کے ہر بن نے کیا ہے اتفاق
وحشیو لازم ہے دم بھی اپنے ساماں سے چلو
جان جاتا ہے مرا افسوس کوئی کہتا نہیں
آنسوو دیکھے ہو کیا ، آنکھوں کے ایواں سے چلو

گل ساخ پر صبا سے ہلتے نہیں چمن میں
گلرو کے بیم بسمل سب تلملا رہے ہیں

میر منو "مراد"

تخلص - برهان پوری است - والدش محمد صدرالدین قاضی نصیرآباد بود - از چندے برحمت حق پیوست - "مراد" مذکور الحال برفاقت نجف علی خان بسر می برد - اگرچہ در کتب فارسی دستگاہ ہے ندست ؛ اما فکر صاف می دارد - از وست —.

اما زبان فارسی و کمی بیشتر ورزیده و بسی سخن فارسی السنهٔ بلاغه خوب رسانیده . بزبان ترکی هم اشعار است ، و در فن رمل هم گاهی موزون می کند اوّل تخلص خود 'رنگین' می نمود روزی در مجلس غزلی خواند که مطلعش اینست —

بهارم بی نیاز منت صبا کشودن ها
ز فیض چشم یارم سرخوش بی خود طپیدن ها

بعضی یاران که غزل مذکور را از زبان میر صفاء الدین حسین خان که او هم 'رنگین' تخلص می کرد ، و احوالش انشاء الله تعالی می آید ، شنیده بود ، ابیات سرقه در 'مهر ان' گردیدند 'مهوران' با آن مجمع یاران نجابت خان 'رنگین' رفته برای دفع سرقه مباحثه پیش آمد ، خان 'رنگین' گفت که من این غزل بنام خود نخوانده‌ام ، منشاء این همه شبه اشتراک تخلص است بعد از انقضای این مجلس خان 'رنگین' رقعهٔ بوی نوشته درخواست ترک تخلص 'رنگین' نمودند آن رقعه اینست (رقعهٔ منظوم)

برادرا ز تو چشم عنایتی دارم   زبارگاه تو امید رأفتی دارم

که یک تخلص رنگین مرا ز من بگذار
ز اشتراک تخلص دل من است فگار
ترا که قدرت چندین هزار مضمون است
ز آب و تاب کلام تو جمله مشحون است
اگر تو خواسته باشی تخلص بسیار
که لفظها بجناب تو می دوند هزار

توطن گردیده، قاضی محمود کنتوری از اجلهٔ سادات آن دیار
و اعاظم خلفای حضرت شاه بدیع‌الدین مدار بود، و احوالش
در «اخبار الاخیار» و لطائف اشرفی وغیره کتب معتبره
مندرج است از اجداد اوست - والد «مهربان» سید شریف‌الدین خان
بدامادی حضرت شاه نظام‌الدین نگرامی قدس سره که از
مشاهیر مشایخ دکن بود و عروس حقیقت در آغوش کشید
قبل ازین گاه گاهی بمقتضای موزونیت طبع یک دو بیت در
سلک نظم می کشید، و «شرافت» تخلص دارد و احوالش
انشاءالله تعالی می آید. ولادت «مهربان» در سنه هشتین و
مائه و الف در اورنگ‌آباد واقع شده، کتب درسیه را درست
تحصیل نموده کلام‌الله را در اندک مدت یاد گرفت، و فن شعر
و انشا از جناب آفتاب روشن کلامی میر غلام علی «آزاد» بلگرامی
اقتباس می نماید و تلمذ میر صاحب «آزاد» بر افتخار
اوج می رساند چنانچه در مطلع غزلی که مطلع دیوان
اوست می گوید —

سایه گستر باد یارب بر دل ناشاد ما
قبلهٔ ما، پیر ما، استاد ما، آزاد ما

در اکثر علوم عربیه چنانچه نجوم، و جفر، و تکسیر
وغیره مناسبتی دارد. از مریدان حضرت سید الکاملین میر
فخرالدین است، و از جناب مبارک ایشان بهرها اندوخت
قرین ولا بفضاء روضهٔ شاه غریب برهان‌الدین معتکف است و
سوال قطعه مذکوره، ازین فقیر صادرست که نام والد فقیر
مغرور است به سقط شده اگرچه شعر ریخته بسیار کم گفته،

جان کنی سے نہ ہووے کیوں کو اُسے حاصل نجات
جس کے حق میں " بہرباں " فرماوے وو قاتل نہیں

خدا محشر میں لیوے داد قاتل سے مرے لیکن
سبب جن دل کے میں مارا گیا اُس سے جدا سمجھے

اشارے تو کہاں سینوں کے فہم (صرف ؟) میں آوے
کہاں فریاد خاموشاں تو چشم سرمہ سا سمجھے

ہوے پر بال و پر بھی دام میں رکھے ہیں تو بتا
خدا جانے عداوت کیا ہے تجھ کو باغباں ہم سے

برس رو کو یہیں ہے راز خاک بھی جائے ثواب
تخم املی (املی) کا نکلتا ہے زمیں سے جھاڑ سا ب

آہ کیوں کر کریں شکستہ دلاں   ٹوٹی اُنگلی بھی کہیں چٹکتی ہے

محمد ماہ " محرم "

تخلص - المخاطب محمد معظم خاں، خلف الصدق نواب شجاعت خان بہادر شہید، نبیرہ حضرت شاہ نظام الدین نگرامی قدس سرہ که از مشاہیر مشائخ دکن بودند - والدش در عہد نواب آصف جاہ بمنصب پنج ہزاری و خطاب شجاعت خان بہادر و صوبہ داری زار (؟) علم امتیاز افراشت، و بکمال تہور و شجاعت و عرب مدارات نظامت آں دیار تا مدت بسیار پرداخت - آخر در جنگ " راکھو " که عمدہ صوبۂ مرقومہ بود، بدرجۂ شہادت رسیدہ، فوز در دو جہانے حاصل ساخت - الحال برادر کلاں خان محرم بخطاب پدری مخاطب

شنیده ام که در ایام سابق استادان
نبوده اند بلاغت نمای دیوان
عجب نیست از اسمای نام آن مخدوم
که از تخلص من بر کسی دو دست کروم
همین بس است مرا از توجهات و الطاف
دل مرا کن ازین دغدغه سراپا صاف

ازان روز تخلص خود اختیار گردد، و در نثر و نظم دل
مقاطع غزلہا که دران 'رنگین' تخلص داشت نیز فراوان کشیده
بعد ازان مہر صاحب 'آزاد' از راه مہربانیہا 'مہربان' تخلص
عنایت کرده که بالفعل مروج است و در بعض نثور که تخلص
'مہربان' نمی گنجد، تخلص 'ازہر' بجای داشته - کلیات
در نظم و نثر قریب سی هزار بیت بلکه بیش تفصیل - دیوان
غزل قریب پنج هزار بیت، وقائع کربلا که درو 'غمگین'
تخلص می کند، قریب ده هزار بیت قصائد قریب دو
هزار بیت - مثنوی مرتضوی مسمی به "خلاصة الهدایت" قریب
سیزده هزار بیت در کتب تخلص 'سپاهی' می کند، و
اکثر کتب کتب از اساتذه خوانده است، و رنگ سخن
چنین می نهاند —

دل جوں ہی کوئی سنگیں دلوں کے پاس آتا ہے
کوئی کافر بھی شیشہ ور بت خانے میں جاتا ہے

شعلہ رویوں کی نگہیں ہر وقت رہتی ہیں سیدھی
کیا کمانیں ہیں کہ آتش میں بھی نہیں چھوڑتی کجی

جو عرض حال کرتا ہوں، جواب ملتا ہے جب تب
سمجھ نا رو کہیں اس بات کا کچھ اب پاتا ہے

محمد خان ''مخلص'

ساکن روضۂ منورۂ حضرت شاہ برہان الدین غریب، و صاحب تلاشہائے عجیب است. شاعر خوش سخن ریختہ و فارسی باصلاح میر 'مہربان' وحدت طبع گوے سبقت از ہم وطنان می ربود، خداے تعالیٰ او را توفیق مشق تصانیف سازد، از وست —

دل میں، عزلت میں ہی وحدت کو پیدا کیجئے
جم میں رکھ یہ دانۂ انگور صہبا کیجئے
تجھ قدم کی خاک ہو دل میں یہی ہے آرزو
دیدۂ عالم میں سرمے کی طرح جا کیجئے

میرزا محمد بیگ ''میرزا

تخلص سحر پرداز است معنی یاب، و سخن طراز است دراکت مآب. با حالت تحریر نامہ ہمیں گل رنگین چشمہ آئین تشریف می دارد، و گل دستۂ سخنہائے رنگین نزد اصحاب بلاغت بایں رنگ می آرد —

مرا ہم نامہ اے قاصد سجن کے ہات رو دیجو
یہی مضمون ہے اس کا کہ ابتدا سوں لکھو دیجو
میں نقد دل کو اپنے سر بسر داغ دیتا ہوں
تو اتنا کرکے لے جا یار کے کوچے میں کھو دیجو
'میرزا' کو آج حاجت قاصد نہیں رہی
پیغام بھیجتا ہے نگاہ رسا کے ہات

سعی نغز و امداد و سر انجام خدمات حضور می گذارند ۔ جان مرحوم خواجه بست بسلامت سلیقه و ذکای ذهن موصوف، و رنگینی و ممارست و فراست و ذکاوت معروف در اندک مدت مشق شعر بجائے رسانیده، اگرچه کم گفته، اما هرچه گفته خوب گفته مشق شعر ریخته بسیار کم می کند، اکثر متوجه شعر فارسی است این فقیر احوال بموجب گفتهٔ میر 'مهربان' بقلم آمد، این چند بیت طبع زاد اوست ۔

ساتھ کی مینا کو کس شوخی سے لاتی ہے بہار
گل پہ شبنم، نہیں ہے اس کو مے پلاتی ہے بہار

نزاکت نسبت رکھتا ہے وہ دلدار جہاں آرا
صفائے آئینہ ہے بار اس کے عکس عالی کا
بچھا ہے گا جو کوئی فرش راہ گلرخاں ہووے
ملے جیوں خار اس کو ہر گل نازک نہالی کا

بہار آوے تو بلبل کو قفس میں قید مت کرنا
تو ایسا ظلم اس بیکس پہ اے صیاد مت کیجو

شیخ احمد "مضطر"

تخلص - شاعریست رنگین بیان، و سخنوریست شیرین زبان - در همین زمین خجسته آئین نشو و نما کرده، به تجارت مشغول است و به عبور کتب فارسیه و تحصیل استعداد و مشق شعر مصروف - این دو سه بیت از اوست ۔

عبث ہم کو سجن وعدہ قیامت کا بتاتا ہے
اسی دنیا میں ہر کوئی کسی کے کام آتا ہے

و الفاظ نو آئین پیراستگی گرفته. غزلی و لا با مضمون را که
«تصویر» بواسطهٔ غلام محمد خان «انور» رابطهٔ اخلاص پیدا کرده
گاه گاهی بعزت خانه قدم رنجه می فرمایند، غزل کسی است،
خوب تعالی سلامت دارد، از وست —

تن بدن کیوں زرد رو اور نا تواں ہوتی ہے یہ
کچھ دوا کر باغباں اس نرگس بیمار کی

لب پتا جاتی ہے اس کے وصف میں میری زبان
شوخ جب آتا ہے سرپر سچ کے چہرہ لب پتا

ظاہر میں عشق و حسن میں اتفاقی دوری ہے
تم نے جفا و جور کیے، میں وفا کیا

دیں آرام ہم نہ ہم سری کے دل شکستوں کو
کبھو تو یاد کر نا شوخ اپنے خوار و خستوں کو

گہ پیار، گہ عتاب، کبھی جنگ، گہ غضب
دلبر ہے ان دنوں میں دل آزار بے طرح

دل کو خوش آئیں یہ دلبر کی ادائیں بھولیاں
غیر کو دشنام دے، کہتا ہے ہم پر بولیاں
غنچہ و گل جوں میں آشفتہ ہوئے گلشن میں صبح
فندقیں مہندی کی انگشتوں سے جب تم کھولیاں
داغ دل دے کر نہ بلبل کی نہ عرضیں مانیاں
شوخ لالہ کن سے سیکھے ہو یہ نا فرمانیاں

کوئی اگر پر درد میرے پاس آ زاری کرے
مجھ سے ہم خواری نہ ہوئے پر اور آزاری کرے

پھر ہو دل میں مرے ہونے لگی چاون کی
سانس ہی ایک لگی آس پیا آون کی
جان جاتا ہے چلا جان دکھا جا دیدار
کوئی اس وقت خبر دو مرے من بھاون کی

مہر علی ''مہر''

تخلص شاعریست رنگین خیال و خوش فکریست شیرین مقال - از صغر سن مشق شعر می کند و اصلاح سخن از مرزا محمدی بیگ 'مہر را' تخلص می کرد - روزے ادعا فیہ بفقیر خانہ تشریف آوردہ' و اشعار خود بسیار خواندہ و دو سہ بیت طبع زاد خود از دست خود بہ بیاض فقیر ثبت نمود معلوم شد کہ سودائے سرشار دارد و عنایت کلکش چنین ترانہ سر می کند -

خسروی میں عشق کی بے داد ہے جان شیریں جو دیا فرہاد ہے
قید میں کیا کم ہے پابند چمن سرو کو کیونکر کہوں آزاد ہے
حشر تک ہرگز نہ بھولیں گے کبھو ظلم تیرا ہم کو ظالم یاد ہے

چاک ہونا کیمیائے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بے تابی دل مارنا اکسیر ہے
آبرو پائی شجاعت میں عطائے قدر سے
موج نقش بوریائے جوہر شمشیر ہے
(.) کہ نقطہ بن داغ میں
ہے گریباں چاک گل، غنچہ بہت دل گیر ہے



پارۂ دل کر گوک، پڑے ہیں ہم خون جگر
منھ بھر اور کون اس بے سخنی سے میہمانداری کرے

میر منصور "منصور"

تخلص - در اوائل سن به قلعه داری اسیر ماسور بود - الحال لباس فقر اختیار کرده در برهان پور بسر می برد شعر ارفع می سرود، این دو شعر از است —

ہم نہ جانے تھے کہ دلدار ہمارا ہوے گا
یہ نہ جانے تھے کہ وہ عمر کا پیارا ہوے گا
رمز کرتے ہیں رقیباں مجھے معلوم ہوا
ان کی قدرت نہیں دلبر کا اشارا ہوے گا

سید شاہ میر "میر"

تخلص - باشندۂ دارالسرور برہان پور، در غزل و رباعی وقطعه شد و مرثیه و دوهره وکبت و علم موسیقی مهارت تمام می دارد - بزبان سلطان الدین ' سوربده ' تخلص که احوالش هم انشاالله تعالی می آید ' معلوم شد که در دن ولا "برہ بہار" نام کتابے تصنیف کرده است و عالی تلاشی فراوان نموده، از وست —

درخت اس پر کویل پکاری   میں یوں جانا کہ بپے نے بانگ ماری

شکل مضراب میں ہواں پی کی   سر نگوں ہوئے دل دوگانہ کر

پنگھٹ پہ چل کے دیکھ بہار ہجوم حسن
چنچل چلی ہے مکھ کھولے، سر پر گھڑا اٹھا

دیکھ چشم مہر سے اے باغباں وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں

سوز دل سے آہ کی بھڑکی اُٹھاؤں تو سہی
خرقۂ پشمینۂ زاہد جلاؤں تو سہی

ریش واعظ افسر ' مینا ہے جیوں بال ہما
ریش زاہد دست طاؤسی بناؤں تو سہی
ترش روئی سے ہوئی زاہد کو کھانسی آ خوش
اس بہانے اس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

پیرہ سار بارہا ہر وقت رندوں کو نہ چھیڑ
نت کو اے زاہد برائی کیا پڑی اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ اے زاہد نہ جا ' جائے خراب
رند داڑھی کو نہ دے دیویں گے لاتی سے اکھیڑ

یہ دل دیوانہ آہوں کے برابے جب چڑھے
ہوئے زمیں کا شق جگر اور آسماں آڑا پڑے
قید میں جو کوئی سو ہیں آزاد اور آزاد بند
قمریاں پرواز میں او سرو کیچڑ میں گڑے

الف خاں " معلا "

جوا نے است صالح ' سپاہی وضع ' فصیح زباں ' بلند کوشی می کند و نقش معانی را بناوک فکر رسا می زند آثار سعادت از جبینش ہویدا ' و نور نجابت از ایماں اطوار او پیدا است گویا رسام قدر نقش ہستیش را از آب و رنگ عزت و انکسار آراستگی بخشیدہ ' و شاہد زیبائے سخنش از زیور معانی تازہ

''مستانی''

ذرا حواس اطلاع نیست بدان —

عجب دلبر چھبیلا ہے مرا وہ   ہر ایک رنگ میں رنگیلا ہے مرا وہ
دو جگ کے جملہ خوباں کا ہے سالار   سبھوں میں وہ نکیلا ہے مرا وہ

محمود مدعم ''ملدم''

تخلص مشوطن برہان پور، خوش نویس هست وقم است، و در فارسی مهارت خوب دارد، و اکثر اوصاف تعریف جاده تسوید می آرد و این چند ابیات از و نوشته می شود —

تجھ حسن کے ہیں قرباں یوسف جمال والے
مہتاب گال والے، ابرو ہلال والے
گردش سے تجھ نین کی سادوں فلک ہیں حیراں
خورشید ڈھال والے جاہ و جلال والے

''محمود''

جب آج کل نہیں پریم پیا کا ہمارے من میں کہا ہے تہارا
سکھی ازل سوں رہے ہوں لکھا لوح میں پیا کے بنا ہمارا

لوگاں کہیں پتھر سے کچھ سخت نہیں و لیکن
جو کوئی پیا سے بچھڑا وہ سخت ہے پتھر سے
'محمود' تجھ میں نسدا پورا ہنر وفا کا
ہے کیا عجب جو بھاوے نوں پیو کو اس مہر سے

لاله موہن لعل "مہتاب"

بخاطر - فکر سخن خوب می کند، و اکثر گاه طبع را به طرف ریختہ مصروف می دارد، این ابیات از مزاج اوست —

آب آنکھوں سے کم ہوا رو رو　　چشمۂ آفتاب کی سوگند
دل سے وسواس دور کر، آ مل　　مجھکو تیرے حجاب کی سوگند

غیر هم در زمین ریختۂ بارده دست می دارد، این دو سه ابیات از اوست —

تشنه لب ہوں شراب کی سوگند　　دل کہا جی کباب کی سوگند
ہر گھڑی دو قسم نہ کھا جھوٹی　　مجھکو دل کی کتاب کی سوگند
کیا جھلک ہے سخن کے چہرے پر　　'زرزری' کے حجاب (؟) کی سوگند
بے سخن ہوں ترا دہن دیکھے　　یار حاضر جواب کی سوگند
دور کر اب حجاب کو اپنے　　چادر ماہتاب کی سوگند
دل 'صاحب' ہے کیا پریشاں آج　　زلف کے پیچ وتاب کی سوگند

"مشہور"

از شعرائے نا مشہور است، و گلدستہ بند چمن گلہائے سرور —

کرتے ہیں ہمیں اشک کے دریا کی سدا سیر
کیا کام مجھے موتی سے گوہر کی قسم ہے
'مشہور' مجھے یاد ہیں اس غنچہ دہن کے
دل خون ہوا لالۂ احمر کی قسم ہے

باب الدون

محمد باقر "باقی"

تخلص از شعرائے شاہ جہاں آباد است شورش آب و رنگ دارد و معنیش در اکثر بے اندازہ می دارد شعر او کلکس چنین است -

لگا کر عطر شب کو چاندنی میں گر نکل بیٹھے
عجب نہیں ماہ سے باقی اک عالم سدھی بہکے

نور نے پایا ہے جن کے مہ رو کی خوبی کا کمال
آسماں اوپر نہ لایا تاب آخر کہہ گیا
ملک دل کی لوٹ میں سلطاں نہیں ہے حرف غیر
شرح تھا اپنی غرض کو سب کی باتیں سہہ گیا

گل کا پھولنا بس نہ تھا جس پر ہوا تھا دل تمام
آج یہ خونخوار بے سبب اور نکالی اکھوٹ

این ابیات کہ بنظر می آید از ابیات میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان است -

روا کب ہے جن کے اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا
مری تقصیر بھی کچھ ہی ہے قامت پہ ستم کرنا

"ملک"

دل میں فدا کروں اُس ہشیار ساقی اوپر
یک قطرہ مے چکھا کر جن بے خبر، کیا ہے

میر معصوم علی "معصوم"

تخلص مولوی، با فقیر ربط تمام می دارد، و اکثر اوقات بغریب خانه می آید - بسی شعر تازه می کند، از وست -

دیکھے سے چشم یار میں یوں کھٹ کی بہار
رہتا نہیں ہے ہوش کسی ہوشیار کا

کیا فردا کا وعدہ سرو قد ہے
قیامت کا جو دن سمجھے یہی کل ہے

ہوا جب آئینے میں جلوہ گر تب میں ادا ہو کر
جو آیا اپنے وا تو میں ، ہو پھر سوجھ دیکھتا کئے

سوجی ہے اپنے دل کا سچی بتاتے کہیں نہ
اور اب سخنوروں نے وہ بات ہی ڈبو دی *

نہ جانا یہ کہ آپ نہ کئی سوئے ہیں
عبث کرتے گیا میں گور پر گور (؟)

ہر کس کے نینوں میں ہو گر لا دیا نہیں نظر میں
دیکھے ہیں ہم نے دن آخر پیارے تمہاری آنکھیں

دیکھ دلبر ! تیری کمر کی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
حشر میں پا کدار ہے 'ناجی'
نہ عمل جائیں گے سقر کی طرف

مجھ کو یادوں میں لگا معلوم نہیں کیا کچھ گیا
لے چلا جب دل کے نینوں سونپ دیکھتا میں رہ گیا
توڑ گئے کئی ملک جب کھولی اس دریا پہ زلف
حیف 'ناجی' کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

اغنیا کے در پہ تو مقدور جب تک ہو نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا ' لاچارگی ہے جا ضرور

---

* (ن) سے ڈبوئی —

بلبل آواز سے گھڑیال کہتا ہے کہ اے غافل
گئی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اور تو نہیں چیتا

سکھیں حسن دیکھ کر تجھ ری کا رنگ گل کا لگا مجھے پھیکا

دیکھ ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
اس صدف کے بر میں بھی ہر چند ہے گوہر میں آب

گر سلیماں کا تخت نہیں، مت لے نہ سب آخر کو جائے گا برباد

تری نگاہ کی کثرت سے اے کماں ابرو
ہمارے سینے میں پیدا ہوا ہے تیروں کا

پیالہ بھرے ہے سو بھونروں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

کرے کرم اے مہرباں تو ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں تو ہم کہاں اور تم کہاں

نکالیے کھیلتے حد سے نہ رکھے جو قدم
گو دام کو ہما ہے نہ کھاوے کیا اپنے ہار

ملنے کو تو خطاں کے واعظ برا کہے ہے
معقول ہیں یہ باتیں ہم خوب جانتے ہیں

عید ہوتی ہے جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتا دیں طے کا روزہ دیکھ در مہماں کو

آج تو ناجی سخن سے کر دوں اپنا عرض حال
مرے جینے کا نہ کہ وسواس ہوتی ہو سو ہو

ہم نہیں گر دلبری سے دل کو لے جاتا ہے وہ
پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ

جوہے نعمت اے دوست دیکھنا جاوے انکھوں سے
تو ایسا پھوٹ کر مت رو کہ جاوے نور آنکھوں سے

ٹک دیکھہ تو حسن کا کیسا ہے رنگ دیکھہ بن
مونہہ سے اُڑا ہے گل کے گلشن میں رنگ دیکھہ بن
ہر سمت صف بندھا دونوں میں جنگ و خون ماں
ہے صحن خانہ میرا میدان جنگ دیکھہ بن
یہاں گل رکھے پھرے ہے دستار پر تو اُدھی
وہاں عاشقوں کے سر پر پڑے ہیں سنگ دیکھہ بن

اکثر ہیں دل فگار ولیکن نہ اس قدر
کتنے ہیں بیقرار ولیکن نہ اس قدر
میں وو ہوں حسن کے رشک سے گل نے کیا جگر
ٹکڑے جگر ہزار ولیکن نہ اس قدر

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ہم
یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلا دیں گے ہم

یہ جرم کس مریض پہ نہ چشم کس پہ شوخ
ایک میں ہوں مضطرب سو تو نبض طپیدہ ہوں
قاصد تو مقتضا نہیں غیرت کا خط لئے
مشتاق پر فشانی رنگ پریدہ ہوں
طوفان خلق ہووے گا اشک ستم رسیدہ
ایسا نہ ہووے یار کہ میں آبدیدہ ہوں

چاہئے اشراف کو مجلس ہو مجالس میں نہ جا
گو کہ وہ بیلا نہ ہو پر بوجھئے ہیں سب حقیر

جہاں دل بند ہو ناجی کا وہاں اوسے حلال کرے
رقیب لاولد ناصح گویا لڑکوں کا باوا ہے

ہر جگہ ظالم کی نہیں بنتے سے خالی الحفیظ
کیا بیابان ہے یہ بیچ برنگالی الحفیظ
داغ میں مجنوں کے دل پڑتے ہیں اور جھڑتے ہیں گل
دیکھ تیری رنگ و بو کیا ہے سالی الحفیظ
خون کا پیاسا تھا میرا جن کھلائے مجکو پان
کیا بلا لاوینگی قبرے اس کی لالی الحفیظ

صبح دم جب باغ میں دم بے رنگیں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں
جامہ زیبوں سے ڈرو صیاد ہیں اس دور کے
لے گئے دل گھیر پیچے دامن اوچی چولیاں

کیوں ستاتا ہے رانجھ کو پیارے
دیکھ تجکو کہیں گے سب مورکھ

میر عبدالرسول "نثار"

تخلص - مطرح مضامین رنگین ، و موجد خیالات شیرین است - نخل ہستی او در چمنستان اکبرآباد زینت طراوت پذیرفته ، و شمع استعدادش فروغ از تجلی انوار تربیت میر محمد تقی 'میر' گرفته —

گالی نہ کہو کوئی سرِ دلبر کو جتا دے
مجھ کو دل کی بھلی سچ دعا کی پڑی ہے

چشم بد دور خوش ہیں سارے
اپنے 'ناصر' کو پیار کرتے ہیں

میرزا محمد خان "ناصر"

المخاطب نوازش خان بن عنایت خان بن امانت خان مرحوم شیراز آرائے ظاہر و معانی و انجمن پیرائے محافل سخندانی است نکتہ سنجے در امرائے زمان بادشاہ خوب ذہن و رسائے طبع بنظر امعان برسند، و معنی تلاشے ذی شان باین حسن خلق و خاکوئی مشہور شد ذاتش از ارکان عمدۂ اورنگ آباد است و مزاجش در سخن فہمی دستے بادہ می دارد۔ بیشتر مجالس مراختہ در دولت خانۂ او بحضور بادہ بود، الحال از چندے برہم خوردہ اصلاح سخن بخدمت شاہ 'سراج' می کرد، چنانچہ در مثنوی خود کہ جملہ سی صد و ہفتاد بیت مشتمل بر شور و گداز خود خواہد بود، اکثر جا دو سہ ابیات مثنوی بو بیان جمال تصنیف شاہ 'سراج' آوردہ است، و صریح حرف استادیش بیان نمودہ، جائے می گوید —

مجھے بیت استاد کی یاد تھی — نہ یہ بیت تھی بلکہ فریاد تھی
مرے پر عجب طرح کے درد ہیں — کہ سب درد اسی درد کے گرد ہیں

فقیر را با خان موصوف یک ملاقات دست داد، بتواضع تمام پیش آمد غرض فردِ خوش محاورہ و خوش خلق است

نواب نظام الدوله بهادر ناصر جنگ شهید "ناصر"

بخلاف طبع موزون می داشت، دیوان اشعار فارسیش سیر ضخامت قریب سی هزار بیت از دستخط خاص بنظر رسید، معنی بلاغتی عالی نبوده است. می گویند که تصویر را خوب می کشید و کتب را بعبارت استواری می گفت، و در علم موسیقی و سنگیت علم استادی می افراخت، و زبان سنسکرت به نیکو وجه می شناخت. احوالش مستغنی از توصیف قلم قطع اللسان است و گاهی فکر ریخته هم می کرد، اما کمتر گفته.

شهادت نواب قریب قلعه چنچی بفاصلهٔ بیست کروه از پهلچری بتاریخ هفدهم محرم آخر سن سنه اربع و ستین و مائه و الف رو داد، واقعهٔ جان گسل او مشهور آفاق است. حضرت میر صاحب قبله مدظله العالی در "سرو آزاد" مفصلاً نوشته‌اند و تاریخ شهادت چنین یافته اند. (تاریخ)

نواب عدل گستر عالی جناب رفت
فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در هفدهم ز ماه محرم شهید شد
تاریخ گفت - نوحه گری آفتاب رفت

نمونهٔ مزاحش اینست —

یار خورشید جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
ذرے ذرے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
مجھے پیاری گلے والا گوّیا جوش نہیں آتا
کھٹکتا ہے کلیجے میں وو ہی باریک سُر والا

این شعر بنام دیگرے هم شنیده شد والله اعلم —

مانند گل چمن میں گریباں دریدہ ہوں
جوں عندلیب درد جدائی کشیدہ ہوں

دکھایا چشم ساقی نے کرشمہ جب نئی مے کو
نہیں ہوں معتقد ان زاہدوں کی میں کرامت کا

تیرے زلفوں کے سائے میں ہوا یہ کردیا سب کو
گریباں چاک کرتا ہاتھ میں ہر شانہ آتا ہے

ظلم ہے اس لالہ رو بن جلیں داغ ستم
اس جلے دل کو مرے بھڑکے لگاتی ہے بہار

غم کی قمری سر و پر ہر آہ کی کرتی ہے شور
آنسو لہو کی میری چشم سوں جاری ہے زور

رات تو دیکھا تھا میں نے خواب میں مار سیاہ
صبح تیری زلف دیکھا اس کی یہ تعبیر ہے

مصحف رخ پر نہیں ہے خط کی سبزی کا نمود
متن اوپر حسن کے یہ حاشیہ تفسیر ہے

مسکرا خنجر کو لے چھاتی چڑھا ہے پر جفا
عاشقوں کے ذبح کرنے کی یہی تدبیر ہے

بلبل دل ساتھ میرے رات وو گلفام تھا
سرو مینا، ساقی لے، مجلس چمن، گل جام تھا
ہم موئے گلرو کے ہاتھوں، ہم موئے گلشن کے ہات
روح بلبل سے ہماری روح کا پیغام تھا

رام نہیں ہوتا مرا آہو نہیں دن بدن افزود وو کرتا ہے رم

حق سبحانہ تعالیٰ سے دیوانہ، این چند ابیات از بیاض مشارالیہ
بعلم آمد —

کیا آئینہ چڑھا کر آتا ہے سوچ ہم پر
یہ بانکپن کی طرزیں کس نے سکھائیاں ہیں
حیراں ہوا ہے پیدا نرگس کو ہر چمن میں
انکھوں میں جب سے تیری آنکھوں ملائیاں ہیں
حق کا نثار کرنا دن کام ہر کسی کا
یہ کوہ کن کی کی دشمن ہم نے دکھائیاں ہیں

ہے حق میں وصف اُس کا کس کس مزے سے کہئے
حسن لب کا نام لیتے شیریں دہن ہوا ہے
جانوں اُپر کیا ہوں اُن کے نثار حق کو
اُس واسطے خدائی پیدا کیں ہوا ہے

اگر شہرہ تمہارے حسن کا جا مصر میں پہنچے
زلیخا چاہ میں یوسف کی شاید بار آجاوے
شب تاریک میں گر عزم ہووے سیر کا تم کو
تعجب نہیں ہے لے کر چاند مشعل ہات میں آوے

کیا ہے مجکو محبت نے دلربا کی اسیر
بنی ہے دل کے لئے پیچ زلف کی زنجیر

اگر اول نہ آدم دانۂ گندم کے تئیں کھاتا
تو دل اس گندمی رنگت کی الفت میں نہ لے جاتا
نہ ہوتے شور و نالے میں مرے آنسو اگر جاری
نہ صحرا سبز ہو جاتا نہ دریا جوش میں آتا

نہ چھوٹے دل کو جہاں کی، نگہ بھٹکتی میں وو سمت ہے
کہ جمال چشم صنم اسے قزح سراسر الست ہے

نثار، اس عشق میں جو جلا ہے فرشتوں کو ہے التجا اُس کے غم میں

کروں نالۂ درد جب میں زمیں پر تو ساتوں فلک سوز غم سے جلاؤں

قفس سے ہم اسیروں کو جدا صیاد مت کیجو
ہوئے ہیں ان دنوں بے بال و پر آزاد مت کیجو
نہ بھولیو دوا احساں اس طرح کے خواب شیریں کا
گلہ ہمسر میں خسرو کا ارے فرہاد مت کیجو
خجالت ہمکو ہووے گی نہ نکلا گر کبھی لوہو
مجھے ہے ناتوانی، تیغ اے جلّاد مت کیجو
جلا کر خانماں اپنا رہے ہیں آکے گلشن میں
ہمارے حال پر اے باغباں بیداد مت کیجو
وصیت ہے گذر کیجو مزار جاں نثاراں پر
ارے قاتل ہماری روح کو ناشاد مت کیجو

دام میں کر تیغ جلدی یا نہ ہوئیں آزاد ہم
آرزو رکھتے ہیں گلشن میں مریں صیّاد ہم
ہم اگر ہوتے تو لے آنکھوں میں آتے جوئے شیر
اس طرح تیشہ نہ لیتے ہاتھ میں فرہاد ہم

کیا سیہ بختوں کو قسمت سحر بختوں میں نثار
ہم رہے محروم اور پاؤں فلک پہنچی حنا

حضرت مجنوں سے مت تمثیل دو فرہاد کو
قیس سا بہوں، کوہکن پھرتے ہیں ایسے سرچڑے

بغیر جام و ساقی اس ہوا میں کیا قباحت ہے
ترشح ابر کا ہووے، سبزہ ہووے، اور بجلیاں کوندیں

جان جاناں آملا ہم سے جدا ہو آن میں
جان آیا پھر ہمارے اس دل بے جان میں
اشک دریا سے ہمارے ناخدا ڈرتا رہے
ہے تباہی نوح کی کشتی کو اس طوفان میں
دل کہیں اور پھرے ہیں دانۂ تسبیح کو
ہے خلل ان زاہدوں کے سر بسر ایمان میں
قوت جاں مے ہے، غذائے روح ہمکو راگ ہے
اے نثار، اب آرزو ہے ہم رہیں ملتان میں

موسم ہجر میں یہ بارہ بہار آئی ہے
دل مرا داغ کے گلشن کا تماشائی ہے
بسکہ روتا ہوں ترے ہجر میں اے گوہر حسن
مردم چشم مرا مردم دریائی ہے

ہماری جان کا دفتر ہوا سارق سے ابتر تر
نہ کر نامے کو آنسو سے دوبارہ اے کبوتر تر
میں پوچھا شوخ کو کس قسم کا پتھر ہے دل تیرا
کہا اس سنگدل نے سخت رو ہو کر مجھے مر مر

بہار آنے سے گلشن میں کیا مچی ہے دھوم
کیا ہے قمری و بلبل نے سرو و گل پہ ہجوم

گھٹا غم ہے، بجلی ہے ہر آہ میری برستا ہے آنکھوں ستی ابر نیساں

غفلت دشمن سے ہوکر مست ہو غافل یک گھڑی
جس قدر ہے خواب، رم ہے اس قدر خرگوش میں

میرا دل ہجر سے صد چاک ہوکر
تمھاری زلف کا شانہ ہوا ہے

اگر وہ شوخ اپنے ہات کی مہندی نہ دکھلاتا
نہ گل کا رنگ خوں ہوتا، نہ مرجاں سرخ ہوجاتا

باغ میں جب مست آوے خوشخرام اے عندلیب
گل پیالہ، بادہ شبنم، سرو مینا کہیے
کیا ہوا گر مہر خاموشی لگی ہیں لب پہ ہم
گر فغاں کیجے تو یک دم حشر برپا کیجیے

فقیر ہم در زمین ریختہ نسبت می دارد، این دو سہ ابیات از اوست

اب چمن میں جاکے بلبل طور سودا کیجئے
یاد کر قد گل بدن کا حشر برپا کیجئے
یاد آوے گا چھٹی کا دودھ شیریں لب کو دیکھ
کوہ سا دل ہو تو فرہاد عشق پیدا کیجئے
اے برادر! کیا نفع ہے تم کو ایسے حال میں
ہات لڑکوں کے بکا اپنے کو رسوا کیجئے

میر نجف علی "نجف"

تخلص، ولد میر جمال الدین علی بن قدوت خان بن امانت خان مرحوم۔ بجودت ذہن و رسائی طبع علم نکتہ دانی می افرازد، و مشق سخن ریختہ بجناب عارف الدین خان 'عاجز'

ہمنشیں ہو طفل[1] دیکھ عبث تو سعی نہ کر
گر پیر میں ہوا تو مرا عشق ہے جواں

غافل تو اس کی یاد میں ایک دل نہ چھوڑیو
آنکھیں اگرچہ سوئیں، تو اے دل نہ سوئیو
محشر میں اس نشاں سے پاویں گے ہم تمھیں
دامن میں اپنے خوں ہمارا نہ دھوئیو

نثار محمد خاں ’’نثار‘‘

تخلص، ولد میر قمرالدین خاں است، طبع موزوں می‌دارد، و دم از شاگردی مرزا محمدی بیگ ’’مرزا‘‘ تخلص می زند این چند ابیات آبدار از طبع وقاد اوست -

سراپا جل گیا گلشن میں نافرماں کی فرقت میں
مرے سینے کے داغوں کو گل لالہ سے کیا نسبت

رنگ آنسو، خامۂ مژگاں سیتی دل کے صفحہ پر
کھینچ کر تصویر دوری ہو گئے برباد ہم
یک نگہ بھی آسماں پر نا کیا اے سنگ دل
جوں بگولا اڑ گئے تختۂ باد میں برباد ہم

پھول کو مت توڑ گلچیں رحم کر بہر خدا
فرقت گل کا الم تو بلبل مضطروں سے پوچھ

مست چشم دلربا کس طرح آوے ہوش میں
کیا خبر ہے ناصحوں کو بزم نوشا نوش میں

'نصرتی' تخلص نموده و از دهر را تا به زور نه جاه آویخت این چند بیت بوقت تحریر این تذکره دست آمد،
نوشته شد —

ناداں سمجھ نقش ہست کے بچن دل کو
پانی میں کھاری دو سکے گھول کو
ڈھونڈھ عشق کے دریا میں جن دُر گدا ہے
وہ گوہر مقصود کماں کر، بر لیا ہے

میر محمد ماہ" ناطق'

تخلص از اولاد حضرت غوث الاعظم دی سمنون سلطانی قدس سره العزیز عندلیب رنگین گفتار، و طوطی 'ناطق' شکر بار است اشعار رنگین و مضامین شیرین دارد، این چند ابیات رقم زده کلکش دست افتاد، درین جا التقاط یافت —

آیا تھا مست رات کو وہ مے پیا ہوا
آنچل زری کا دار سیں منکھ پر لیا ہوا
رات ساری محنت درد و غم کا سب اسباب تھا
ھجر تھا، عشق تھا، الم تھا، اور دل بیتاب تھا
ناطق اس حسرت سے افلاطوں ہوا یونان کے بیچ
قدر داں اہل ہنر کا دہر میں نایاب تھا
بس اے مشاطہ کہاں لگ سخن شرط و شروط
عیش و عشرت کی گھڑی قول و قسم میں گذری
کچھ سر مو نہ ہوا ہیچ کمر کا معلوم
خوب تھا خوب کہ یہ بات بھرم میں گذری

تخلص می نماید و زارت خان 'بیدار' مصرع طبع زادش را تضمین می کند و می گوید -

کئے ہم گوہرِ غلطاں 'نثار' مصرع 'بیدار'
خجل ہے ابر نیسانی ہمارے چشم گریاں سے

این چند ابیات اوست -

جلایا برق کا سینہ ہماری آہ سوزاں نے
خجل کی ابر نیسانی کو ہماری چشم گریاں نے

اشک کے پانی سے اپنے موہد کے دھبوں دھو کر اٹھے
ہم ڈکھاروں پاس جو بیٹھے سو وہ رو کر اٹھے

"نصرتی"

شاعرے بود فصیح البیان، و از زمرۂ دکن زادان شیرین زبان- با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت، و ہرچہ پیدا می کرد، نصف آن برائے شرح فقرا می گماشت. اشعار او اکثر مضامین تازہ دارد، و معانی بیگانہ را بالفاظ آشنا می سازد. اگرچہ الفاظش بطور دکھنیان بر زبانہا گران می آید، اما خالی از لطفے و ادائے نیست. نقلست کہ روزے شاہ مبر نام فقیرے نزد 'نصرتی' آمدہ سوال کرد، 'نصرتی' چیزے باو داد - فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود بعنوان 'نصرتی' این بیت را کہ ہمان روز بفکر آوردہ بود، خواند -

نہ تولا ہے نہ تولے گا کدی کو   زمین کی زلف میں تولا ندی کو

فقیر بداہۃً بجواب او خواند -

نہیں طاہر کئے چھوٹی موئے کو   زمین کی ( ) تولا ہوں کرنے کو

(تاریخ) شعر و شاعر خوش میرزا عمدی الله

که بود مسکن او در دکن به خلد آباد

نمود رحلت جان کاه از جهان وفا

به گلستان ارم چشم خویش را بکشاد

به حسن نغمه نه مهر چنین سخن سنجی

که شد سیاه ز فرط غمش جهان بداد

شکست کلک دل خویش ورد رقم تاریخ

نقاب یافت زدام رها زه صیاد
(۱۱۷۵)

راقم الحروف گوید تاریخ —

قانون شناس شعر و سخن سنج بی بدل

از دار بی بقا شده در گلشن جنان

تاریخ فوت او به صد آه و فغان تمام

گمنا نقاب یافته زین بی وفا جهان

نقش سخن چنین می بندد —

سب زرا لیے ہوئے عدو تک لے چرخ اپنوں کو مال دیتا ہے

پر پیکاں نہر آہ کرے دل بے تاب تشنہ آب ہوا

گھر بسے تیرے ہاتھ سے میں گیا خانۂ آئینہ خراب ہوا

ملغم آخر چکھا و نہ دیا پر بے جرو مائل شراب ہوا

شیخ نورالدین "نادر"

تخلص. در علم بھاکا و محاورۂ فرس مہار، مان است، و با راقم سطور گرم جوشیهای فراوان می دارد - از آن جا که طبع موزون افتاده، فکر شعر هم می کند. اشعارش بطرف

نہ پوچھو حال کو کچھ اور بجز یک اس زمنداں کے
وہ سلطان 'حسن' پیاسا ہو آیا چاہ زمزم پر
جناب حشر کی 'ناطق' جو ہم اُمید رکھتے ہیں
بھروسا بس طرح سے ہے جناب غوث اعظم پر

میرزا عبد الله "نجات"

نجات سلسلهٔ نسبش بسعد ادی که از اکابر اولیای سلف بود، منتهی شود والد 'نجات' حاجی محمد 'شامی' بعد فراغ از حج بوطن روضهٔ متبرکهٔ حضرت شاه برهان‌الدین غریب قدس سره گزیده چندے بطور حوالی مقبرهٔ خلدمکان و چندے بتولیت درگاه شاه جلال الدین گنج روان قدس سره که واقع روضهٔ متبرکهٔ مرقومه است بسر برده' 'نجات' بهر سیاحت برای تحصیل علوم بر بسته' چندے در بندر سورت و پاره در 'احمدآباد' گجرات کسب علم نموده' کتب درسی اکثر خوانده' چندے رفاقت خواجهٔ نعمت الله خان و حیدرجنگ اوقات بسر برده' آخر دست بیعت بدامن حضرت شاه یسین قادری زده' بلباس رنگین فقیرانه سرمایهٔ دولت دو جهان اندوخت - غرهٔ شوال سنه خمس و سبعین و مائه و الف بعالم بقا شتافت - دیوان فارسی جمع نموده' اما باعلاق بسیار و خود براستی بهام گفته شعر ریخته فکر میکرد تاریخ وفات اورا 'میر صاحب مخدوم میر اولاد محمد صاحب' کامیاب' سلمه الله تعالی که ذکر ایشان گذشت' قطعهٔ چنین موزون کرده: —

باب السین

مرزا محمد رفیع ، " سودا "

تخلص صناع غزلان سخن ، و سرامد نکته سنجان این فن است ساقی زبان ناقص بیان را که پارهٔ اینچه بیش نیست ، چه جرأت که به هوای دو صیف آن همای اوج بارک خیالی ، چنانکه باید ، بال کشاید و سند در قلم دو زبان را که بیش از گیاهے دئے ، چه قدرت که در میدان تعریف آن فارس مضمار خوش مقالی جولان نماید خلعت رنگین سخن طرازی بقامتش دوخته اند ، و طوطیان هندوستان شکر بیانی از ان آئینه دل آموخته گویا دراکت مضامین دلچسپ چون حسن یوسف بذاتش حسن اختتام پذیرفته ، و این زبان کج مج ریخته در زمان سخن اقبال آن نکته پرداز درجهٔ علویت کرده (   ) از ان ملک الملوک مملکت فن و شهنشاه قلمرو سخن ، امروز نکوس ادا ولاهیری

خودنمای معنی بلند و غواص لآلی دل پسند - الخیال

صورتهٔ نکس   بانگ تعجب زند ، بطورش

خوش نما کلیات مشتمل بر قصائد و مثنوی و مخمس و ترجیع بند ، و قطعه ، و رباعی ، و مرثیه قریب دو هزار بیت بنظر امعان رسیده   از ان در باخته

وبعضه کم می اند، او ریست —

ہوا اس شمع رو سے آشنا دل لگی آدھی، اٹھا شعلہ، جلا دل

محمد علی ''دیدار''

تخلص مردے است مہذب و صاف تقریر، اوقات را در 'حیدرآباد' بسر می برد، و با مصدر حروف ارتباط خاص می داشت، و اکثر گاہ تعریف جادہ می آمد اوست —

عنقا ہوی اُس نگاہ ہما گیر کا ہے صید
ہمت اسیر حسن کی ہیں عالی شکار کی

جاہ و جلال یہاں تک دیوے تجھے زمانہ
جس ہو تری سواری ہاتھی فیل پر نشاں ہو
گر ملک چاہتا ہے تو نعمت بیچ تیرے
ہندوستاں سے لے کر اور تا بہ اصفہاں ہو
آگے تو کیا کہوں میں دل چاہتا ہے تیرا
قبضے میں لے زمیں سے اور تا بہ آسماں ہو
سن کر یہ حرف 'سودا' بولا کہ قدر و رتبہ
کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلاں ہو
یہ تو برے ہیں اتنے آفاق میں کہ جن کو
کیسے سے دور کیجے کام اپنا جب رواں ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہیں اور پانی
رتبہ نہ ان کو پیش ارباب ہمتاں ہو
مقصد تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جس کے
اہل کمال آگے دنیا میں سرو شاں ہو
نام نکو سے بہتر دنیا میں کیا نشاں ہے
وہ بھی نشاں ہے کوئی جو فیل پر رواں ہو
ملکوں کی سرزمیں سے حاصل یہی ہو آخر
دو مشت خاک جس میں اک مشت استخواں ہو
ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
یہ دعوی خدائی کیونکر تجھے گماں ہو
جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجھ کو سب مبارک
میں اور میرے سر پر ظل سلامت جاں ہو
دیکھے سے حسن کا جلوہ، پاکیزہ طلعتوں کی
آنکھوں کو امن ہووے دل کے تئیں اماں ہو

دادہ کرد کہ چہ آشنائی گران بہا بسلک نظم کشیدہ
که در همه اقسام سخن بهتار اقران برآمده و
بروی بسیج نرسیده که در پلهٔ میزان اقتدار کامل
شمار نهاده اگر صرصر کلکش را همدم اعجاز مسیحا انگارم
بجا که دل مردگان را حلول جان تازه ازان متصور و اگر
چشمهٔ خضر در ظلمات الفاظ نویسش پندارم روا که حیات سخن
نام صاحب ازو ممکن چرا که هر نقطهٔ نقش پذیر قلمش مثال
سیاهی مردم در بیاض دیده جا دادنی است، و هر یک بیت
طبع زادش چون مصرعهٔ ابرو بر چشم نهادنی - قصیدهٔ او قریب
شصت بیت در مدح نواب سعادت‌الدوله بهادر و در تهنیت هجو
بعضی شعرای دهلی بنظر در آمده، تهنیت خوبی دارد و قصیدهٔ
که در مدح تهنیت جان خواجه سرای سرکار فردوس آرامگاه
محمد شاه بادشاه غفرالله تعالی گفته، این ست —

(قصیدہ) کل حرص نام شخصے، سودا نہ مہرباں ہو
تولا نصیب تیرے سب دولت جہاں ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل میں
ظاہر تیرے نہ ہر جا گنجینۂ نہاں ہو
لعل و گوہر کی ہووے تجھکو اگر تمنا
مصرف کے بیچ تیرے اشیائے بحر و کاں ہو
عمدہ تو اس قدر ہو سرکار بیچ، تیرے
مور و ملخ سے زیادہ خیل ملازماں ہو

بندہ ہوں ایک اُن کے میں تیر کی وفا کا
بیٹھے ہے جاک ہوں میں اُن بن جدا جہاں ہو

جوہر تو کیا بتاؤں شمشیر کا میں اُس کی
جس کی دہن سے اس سے دانا کوا بیچاں ہو

کرتا ہوں ذکر اُس کا جس سے وہ یوں کہے ہے
چپ رہ کسی کے جی کوں بڑھیں کہیں اماں ہو

سن کر وہ شخص بولا ہم بھی ملیں گے اُس سے
یا سود دل ہو اس میں یا جاں کا زیاں ہو

یہ حرف اُس کے منہ سے نکلا تو سن کے 'سودا'
کہنے لگا غلط ہے اے یار یہ کہاں ہو

گہ دل میں' گاہ جی میں' گہ چشم میں بسے ہے
ملتا ہو تب معین اُس کا اگر مکاں ہو

ہووے بھی گر معین اُس کا مکاں تو کس کے
وہاں چھوٹنے کا ناداں دل کے بیچ گماں ہو

محتاس کے ذات سے وہاں یہ دور ہے کہ' وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمعداں ہو

ایسا ہوں ایک میں ہی جا کر حضور اُس کے
مطلع اگر پڑھوں یہ 'دل اُس کا شادماں ہو

(مطلع)

صحن چمن میں گلگوں گر تیرے زیرراں ہو
ہر گل پیادہ ہوکر وہاں " طرقوا " کہتاں ہو

جو مرثیہ جہاں میں ہے بے نیازیوں کا
سمجھے ہے وہ جو کوئی اس کا مزاج داں ہو
یہ وضع لاابالی رکھتا ہے وہ کہ جس کا

(مطلع)

اشعار میں غزل کے مضمون نہیں نہاں ہو
بلبل کو گاہ سن کر ادغام بوستاں ہو
پھولوں کی بو سے گاہے گلشن میں سرگراں ہو
لاکھوں دیے جس جگہ میں وہ گرگ کو جریدے
دیکھا ہو یک نگہ کو یوسف تو وہاں گراں ہو
جس قدر مرثیہ میں ہو بے نشانی اُس کی
پرواز عنقا کی قدرت کہاں کہ یہاں ہو
رخصت نہ دیوے خاطر یہاں گوشۂ نگہ کو
عالم کا کو کہ اس میں برباد جانستاں ہو
گر معتدات در آوے وہ گلشن جہاں میں
آنکھوں میں باغباں کے بلبل کا آشیاں ہو
مست جناب جو ہے مرغ ہوا نہ چھوٹے
شبنم کے دانوں میں سے دانے کا گر زیاں ہو
جب ناتواں کی اُس کو منظور پرورش ہو
مور اُس کے سایہ نیچے آوے تو پہلواں ہو
خورشید اُس کی خو کا ذرہ جو ہو سحاب
ہیبت سے دن بدن وہ جیوں بدر ناتواں ہو
میدان میں کھڑا ہو اسناد میں وہ آپے
حلقہ نگوں اس کے ہر چند وہاں کماں ہو

مائل نہ جھول سادہ کیا کیا کہوں میں اُنکی
اصلا کہوں جو اس میں شوخی ہو یا دکاں ہو
گج داغ یک سہاوٹ چھوٹے تو یوں چلے ہے
عاشق کہ وصل کی شب جس طرح سے رواں ہو
ہاتھی میں یہ چھلاوا کب ہے سوائے اُس کے
تشبیہ پاسے جس سے رفتار خوش قداں ہو
رکھے خدا جہاں میں اس کو بہت و گرنہ
تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعراں ہو
جس وقت تھان پر سے کھولے اسے مہاوت
ہمت سے تیرے اُس کو خطرہ یہ ہر زماں ہو
دیویں گے بخش مجھکو ناحق کہیں ملے میں
یا رب حضور جاؤں تو وہاں نہ مدح خواں ہو
اور دیکھئے تو سچ ہے خطرہ یہ اس کے جی کا
کس طرح سے کہو تو اُس کو نہ یہ گماں ہو
ادنی جو مرتبہ ہے ہمت نبی کب اس کو
پہنچے یہ وہم جاتم جب تک نہ نردباں ہو
آپ ہم سے دیوے گر بخشش گھر پر
یک قطرہ جوش مارے دودھر بیکراں ہو
خورشید دست سائل ہو جاوے آسماں پر
تیرا علوے ہمت جس وقت روشاں ہو
لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز
منظور مجھکو تیری ہمت کا امتحاں ہو

تک چھیڑئے روش پر اُس کو تو آپ جو دیکھا
جس جس طرف وہ پلٹے اُس اُس طرف رواں ہو

انداز چھیڑنے کا وہ کچھ ہے جو کہا میں
تک وہم تازیانے کا دل کے جو درمیاں ہو

اس سرعتوں سے دوڑے تیزی سے اُس کے اوپر
عرصہ یہ شش جہت کا دام کدوداں ہو

کہتا ہے وہ جو دیکھے اُس پر سوار مجھکو
یا رب ہمیشہ جگ میں یہ اسپ ' نوجواں ہو

شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہوں میں
چرخی ' بنا ہے اُس کی گو چرخ آسماں ہو

ہے سر بلند ایسا یہ بھی عجب نہیں ہے
آنکس پہ ماہ نو کے گر دست پیل داں ہو

مستک پہ رنگ اُس کے جس طرح جلوہ گر ہے
گو صبح لاکھ پھولے یہ لطف پر کہاں ہو

دانتوں کے بیچ اُس کے ہے جس قدر بہسو تدا
وصف ضخامت اُس کا کیجے تو کیا بیاں ہو

اس دانت سے تو ہم اُس دانت تک جو گذرے
پہنچے نہ ایک دن میں تا شب نہ درمیاں ہو

اس سہج مٹکتا آوے ہے جس طرح سے
مستی میں حسن اُس کے چلنے کا یوں عیاں ہو

اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہے کہ اس کی
زنجیر پا بنا ہے گر زلف مہوشاں ہو

نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ میں
گھوڑا رکھے ہیں ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار و نے سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیر خوار
مانند نقش نعل زمیں سے بجز فنا
ہرگز نہ اُٹھ سکے وو اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبے کو بھوک سے پہنچا ہے اس کا حال
کرتا ہے راکب اُس کا جو بازار میں گذار
قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کرو گے یاد
امید وار ہم بھی ہیں کہتے یہی * چمار
جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وو
گذرے ہے اس نمط اُسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
دیکھے ہے آسماں کی طرف ہو کے بے قرار
خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ
ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار
تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا
چوکے کو آنکھیں موند کے دیتا ہے وہ پسار
دیکھے ہے جب وہ توبرہ و تھان کی طرف
کھودے ہے اپنی سُم سے کنویں تابہیں مار مار
پاؤں سے ہلانے کی طاقت نہیں رہی
گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے بار بار

---

* (ن) میں یوں

کس واسطے کہ مجھکو اتنا ہی چاہیے ہے
جامہ ہو ایک بر میں کھانے کو نیم نان ہو
سو تو زیادہ اس سے دونا کرم ہے مجھ پہ
کفران نعمت اوپر داور نہ یہ زباں ہو
اتنی ہی آرزو ہے کچھ عمر ہو جو باقی
مصرف جہاں میں اس کا تیرے قدم کی جاں ہو
کب جا سکے ہے کوئی دوارے تیرے آکر
بیٹھے جو در پہ تیرے وہ سنگ آستاں ہو
تا مہر و مہ فلک پر تا رب رہے درخشاں
یہ آستان دولت مسجود دو جہاں ہو

قصیدہ کہ در ہجو اسپ گفتہ و مضامین عالی طرح نمودہ '
اینست ۔—

قصیدہ

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دست عناں کا یک قرار
جن کے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہاتھ سے
موچی سے کفش پا کو گٹھاتے* ہیں وے اودھار
تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے
حشمت سے اکثروں نے اٹھایا ہے ننگ و عار
ہیگی چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں
پاوے سزا جو ان کا کوئی نام لے نہار

---

* (ن) ٹکاتے

فرمایا سب انھوں نے کہ اے مہرباں من
ایسے ہزار گھوڑے کروں دم اوپر نثار
لیکن کسو کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اسپ
یہ واقعی ہے اس کو نہ جانو گے انکسار
صورت کا حسن کے دیکھنا ہیگا کدھے کو ننگ
سیرت سے حس کی بس ہے سگ حسمگیں کو عار
نہ رنگ جیسے لوہا و نہ بو ہے جوں نشاست
نہ یمن اس قدر کہ کرے اصطبل اجاڑ
مانند مینڈکوں کے اکڑ زن ہے یہاں پر
لاحلت وہ زمیں سے ہے جوں میخ استوار
حشری ہے اس قدر کہ قیامت کو اس اوپر
دجال اپنے منہ کو سیاہ کر کے ہو سوار
اترا وہ سرنگوں ہے کہ سب اڑگئے ہیں دانت
جھڑے یہ بس کہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار
ہے پیر اس قدر کہ جو بتلاوے اس کی سن
پہلے وہ لے کے ریگ بیاباں کرے شمار
لیکن مقدمے ر روے سوار ریج پیادہ ہے
شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
کم رو ہے اس قدر کہ اگر اس کے نعل کا
لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھو لوہار
ہے دل کو یہ یقیں کہ وو تیغ روز جنگ
رستم کے ہات سے نہ چلے وقت کارزار

نہ استخواں نہ گوشت نہ کچھ اس کے پیٹ میں
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جیوں کھال کو لوہار
پیدا ہوئی ہے جس نہ اگن باؤ اس قدر
ہرگز دروغ اس کو تو مت جان زینہار
گذرے وہ جس طرف کو کبھو اُس طرف نسیم
باد سموم ہووے، وہیں گر کرے گذار
سمجھا نہ جائے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ
جاوشت سے زبسکہ ہے مجروح بے شمار
ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں
کہتے ہیں اُس کے رنگ کو مگسی اس اعتبار
یہ حال اُس کا دیکھ عوض یوں کہے ہے خلق
چنگل سے موذی کے تو چھوڑا اِس کو کردگار
لے جاویں چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گم
اس دیں باب سے کوئی جلدی ہو آشکار
تنہا نہ اُس اکے غم سے ہے دل تنگ زین کا
جو گیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار
القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
رہتے تھا گھر کے پاس قضا را وہ آشنا
مشہور تھا جنوں کئے وہ اسپ دار کار
خدمت میں اُن کے میں نے کیا جاکے التماس
گھوڑا مجھے سواری کو دو اپنا مستعار

میں کیا کہوں عرض کہ ہر اک نے اُسکی شکل دیکھ
منع زباں سے کاٹ کے کرتا تھا گال بدار
کہتا تھا کوئی ہے یہ کوئی جن نہ اسپ
کہتا تھا کوئی ہے کہ ولایت کا یہ حمار
پوچھے تھا کوئی مجھ سے ہوا مجھ سے کیا گناہ
گدوال نے گدھے پہ قصے کہوں کیا سوار
ایک شخص نے جواب اس اجماع نے دیا *
مرکب † وہ یہ گدھا نہ نہ راکب گناہ گار
سمجھوں ہوں میں تو یہ کہ سپاہی کے بھیس میں
ڈاین چلی ہے شہر کو ہو ترس ‡ پر سوار
اس مخمصے میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک زور
فتنے کو آسماں نے کیا مجھ سے پھر دو چار
دھوبی کُمہار کے گدھے اس دن ہووے تھے گم
اس ماجرے کو سن کیا دونوں نے وہاں گزار
ہر ایک نے اس کو اپنی گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمہار
دریائے کشمکش ہوا اس آن موجزن
تھا عنقریب ڈوبنے حمت سے ایک بار
بدبختی اس کی دیکھ کے کر حرص کا خیال
لڑکے ہوئے تھے جمع تماشے کو بے شمار

---

* (ن) کہنے لگا یہ آکے اُس اجماع میں ایک شخص
† (ن) گھوڑا ‡ (ن) چرخ

مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤں
ہر دو سمت ٹیڑھ کے نہیں چلتا ہے راہوار
مٹھا جو اس قدر ہے وہ جو کچھ کہ دم سدا
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یار
دلی میں آن پہنچا تھا جس دن کہ مرہٹہ
منہ سے کہا نصیب نے اکڑ ہے وقت کار
مدت سے کوتروں کو اُڑایا ہے گھر میں بیٹھ
ہو کر سوار اب کرو میداں میں کارزار
ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اُس پہ زین
ہتھیار باندھ کر میں ہوا اُس اُپر سوار
جس شکل سے سوار تھا اُس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار
چابک تھے دونوں ہاتھوں میں، پکڑے تھا منہ میں باگ
تک تک سے پاشنے کے مرے پانوں تھے فگار
آگے سے توبڑا اُسے دکھلائے تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار
ہرگز وہ اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمیں سے مانند کوہسار
اس مضحکے کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
اکثر مدبروں میں سے کہتے تھے یوں پکار
پہیے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ رواں
یا بادبان باندھ پون کے دو اختیار

جب دیکھا میں کہ جاگ کی اب یوں بندھی ہے شکل
لیے جوتیوں کو ہاتھ میں گھوڑا بغل میں مار
پھر بھاگا وہاں سے لڑتا ہوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کہا پکار
گھوڑے مرے کی شکل یہ ہے تم نے جو سنی
اس پر بھی دل میں آئے تو اب ہو جیے سوار
سن کر یہ ان سے میں نے یہ وہ دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار
گفتن ہمین بس است کہ اسپش ابلق است
سمجھوں گا دل میں اپنے اگر میں ہوں ہوشیار
'سودا' نے جب قصیدہ کہا ہے یہ ما جرا
ہے نام اس قصیدے کا 'تضحیک روزگار'

'مثنوی' او در ہجو حکیم 'غوث' فردیست ہمسایہ نیست و واسوخت او فردیست بود نیست کہ در عوام شہرت دارد' و چند مخمسات کہ بر غزل حضرت خواجہ 'حافظ' قدس سرہ و ابوطالب 'کلیم' و میر محمد تقی 'میر' و عبدالحی 'تاباں' و مخمسے در ہجو شیخ علی 'حزیں' بخلاف جملہ دو ردہ بند بے مقطع و دیگر رباعیات و قطعات در ہجو مردم آنجا بنظر در آمد حقا کہ طرفہ تلاش مضامین نمودہ و داد سخنوری دادہ' در جواب 'ندرت' می گوید: — (رباعی)

گر ہجو پہ 'سودا' کی اسے رغبت ہے
ہونے دو کہ گیدی تئیں رحمت ہے
موزوں نہ کرے شعر کو اپنے بھڑوا
کرنا پھرے ہجو اوروں کی یہ 'ندرت' ہے

رکھتا تھا کوئی لاکے سداری کو مدہ کے بیچ
سو اس کے دن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار

کہتا تھا کوئی مجھ سے کہ تو مجکو بھی چڑھا
دوں گا ٹکا مجھے میں بھی تو چندی ایتوار

گھیرے ہی ہوتے تھے گھوڑے اُس کے گرد و پیش
سا تھ اُس سمند عرش بنا کے ہو چشم چار

اس وقت مدن نے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے وہ رو رو کے زار زار

جھگڑوں میں دھوبیوں سمیں وہ لڑکوں کودوں جواب
کتنوں کو ہانکوں یا سروں میں اپنا پیٹ مار

بارے دعا بری ہوئی اُس وقت مستجاب
وہاں سے پھر سبط کیا جنگ گاہ تک گزار

دست دعا اُٹھا کے میں پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الہی میں یوں پکار

پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہ تیر کہ ہووے جگہ سے پار

یہ کہہ کے حق ستی میں ہوا مستعد جنگ
اتنے میں مرحمت بھی ہوا مجھ سے آ دو چار

گھوڑا تھا بسکہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یوں خفیف مجھے وقت کارزار

جاتا تھا جب تپٹ کے میں اس کو حریف پر
دوڑوں تھا اپنے پانوں سے جیوں طفل نے سوار

تو دامن سی زمین کو اُٹھا تو چکا
لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا

سختی میں رات بھر کر ھر کسی کے پاؤں کا کھٹکا
اُٹھا لیا سر کو بالین سے تو پھر دیوار سے پٹکا

قابو میں ھوں میں تیرے تو اب جیا تو پھر کیا
خنجر لیے کسو نے تک دم لیا تو پھر کیا
ملئے اگر بتاں سے ھے لطف زندگی کا
اے خضر آب حیواں تو نے پیا تو پھر کیا

اگرچہ تمکو نہ چھوڑیں گے بد گماں تنہا
کرو جو بندہ نوازی تو مہرباں تنہا

جس طرح چاھتا ھے دنیا میں زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ھونا

جوئیں پڑی روتی ھیں دیکھا میں گلستاں میں
بسکہ قد سے خجل ھو کر شمشاد بہت رویا
آئینہ جو پانی میں ھے عرق یہ باعث ھے
دیکھ شکست دل کی آگے فولاد بہت رویا

کہاں ھے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمے کو
کہ ھر بندہ خدا کا کر لیا دل سے غلام اپنا

---

* کلیات میں یوں ھے —
اے دیدۂ حاسداں تو ہمارا تو ہو سکا   لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا
یہی صحیح معلوم ھوتا ھے —

برین نحو نیست 'سودا' که بالا مذکور شد نحو نثر فارسی
بیان آمد، از آن جا که خالی از فائده نیست در قیم دانست که
چون میان جعفر؛ عاشق؛ نقاش در هجو میرزا نواب 'عیار'
نقاش پسر الفات خان، بنده، که صاحب تلاش معانی دلچسپ
و شاعر والا قدرت بود، قصیدهٔ گفت 'عیار' بلند حوصلگی را
کار فرموده باین جواب اکتفا ساخت — (رباعی)

گویند که هجو کرد مارا 'جعفر' شیرین و لطیف همچو شیر وشکر
صد شکر که آنچه نیست ما بودیم ازو امرر برای دیگرے گشته هنر

از رباعیات میرزا 'سودا' است این رباعی —

مجھکو هر چند نهیں شیعه و سنی سے کام
پریه سمجھا هوں که اس دور میں باره هیں امام
ان سوا هو جو کوئی، هے وه امام تسبیح
جس تلک پہنچے سے موقوف هو الله کا نام

من انفاس نفیسه —

قطره گرا تھا جو که مرے اشک گرم سے
دریا میں هے هنوز پھپولا حباب کا
حیراں هوں کس طرح سے اسے تو دیکھئیے
نقشه هے تهپک دل کے مرے اضطراب کا
جہنم سے ڈرا دیا کیا هے میخواروں کو اے زاهد
که چوب خشک سے بہتر نہیں کچھ بات آتش کا
دماغ جھڑ گیا آخر ترا نه اے نمرود
هر ایک پشے کو دعوی هے یہاں خدائی کا
طلب نه چرخ سے کر نان راحت اے 'سودا'
پھرے هے آپ وه کاسه لئے گدائی کا

میں دیکھتا ہوں جسے ، ہے وہ آپ ہی نالاں
تمہاری کیجئے کس پاس اے بتاں فریاد

کس کو گلدستۂ چمن کا ہے دماغ اے باغباں
کھینچ کر میرا گریباں یہاں لے آتی ہے بہار

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کیوں محتسب سے دختر رز کی نہ کھائے مار

باغ میں جب سے گیا تھا تو غبار آلودہ
گل ہیں جھاڑے میں ، انگڑائی میں ہے تاک ہنوز

آسماں کو مت اجاڑو کر کے فریاد و خروش
باغباں ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش

کس طرح دل میں چھپاؤں تجھکو ہے سینے میں داغ
ڈال ہے یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ

دیکھوں ہوں یوں میں اس ستم ایجاد کی طرف
جوں صید وقت ذبح کے صیاد کی طرف
بے دانہ ہم قفس کیا ، بے لحاظ دام
دھنس گئے قفس میں دیکھ کے صیاد کی طرف
بارشتہ نہ ہووے جوں صبا زور باز پرس
دوڑیں گے اہل حشر سو جلاد کی طرف

لالہ خود رو نہیں ہے ، جوں نے فرہاد کے
جوش میں آکر لگادی کوہ کے دامن میں آگ
گر نہ ہو پاسی دل اُس کا خوف ہے اے شعلہ خو
لگ اُٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن میں آگ

دوستو سنتے ہو 'سودا' کا جنازا جاوے ہے
عشق کے ہات سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

جھکا کیا کہ پسر ہی مستحقا سے کم نہیں
پھرورہ ہووے بردہ تو دیتا ہے وہ جلا

جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وو لالا
غنچے نے صراحی لی اُٹھا، گل نے پیالا
دانا جو میں دل کو تو کہا بس یہی یک دل
جتلے ہی دو چاہے مرے کوچے سے اُٹھا لا
اے غنچہ سبب کیا ہے کہ آتے ہی چمن میں
گل جھاڑے ہے دامن، تو نے نقچی کو سندھا لا

پہنچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو، کوئی مرہم کرو، ہوا سو ہوا

چھوٹتا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ
یہ مرغ دل ہمیشہ گرفتار ہی رہا

بیزاری مسجدوں کی خوشا حال زاہدا
ایک ہم ہیں روسیہ کہ خراب رنگ و خواب
کس نے چمن میں آن کے آنکھیں لڑائیاں
نرگس کا اُڑ گیا ہے مری طرح رنگ و خواب
کیا کیا کہوں جو مجھ سے مرے عشق نے لیا
صبر و حیا و دیں و دل و عار و ننگ و خواب

جائے گل دوڑے ہے گلچیں باغ میں اب چوب گل
کچھ نظر آتی ہے اے 'سودا' بہار آنے کی طرح

دیے ہے دولت فلک ہمیں لیکن — کہاں ہے ہم لیں یہ دیکھے ایسا مال
نہ مرے دل کو دے کے اپنا دل — داغ کے پھول یہ دیکھے ہے لال
موہ نکل امید سے 'سودا' — جتنا چاہے دوکھا نہ دوزنہ ڈال

بھری ہے دل میں مرے اس قدر محبت عمر
کہ جا نہیں مرے کینے کو مہر تو معلوم
نہ زر ' نہ زور ' نہ طالع ' نہ تیرے دل میں رحم
جو چاہے اُس سے نہ دل کامیاب ہو معلوم
خطا ہے زلف کو تیرے کہوں جو مشک ختن
سیاہ فام جو وہ ہے پر ایسی تو معلوم

مٹ گئے وہ شور دل کے ہائے جب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے میں دھوم

عاشق تو نامراد ہیں پر اس قدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم
دیکھیں تو کس کی چشم سے گرتے ہیں لخت دل
تو اس طرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم
کہتے ہو شیخ تم جو گنہگار حق ہمیں
کعبہ کی آپ راہ میں چڑھتے ہیں پر کہ ہم *
خانہ پرورد چمن ہیں آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لیں گل سیتی آزاد ہم
دم تو کرتا ہے تک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قرباں ہے تجھے دے لیں مبارک باد ہم

---

* یہ شعر کلیات میں نہیں ہے

برج میں ہے دھوم ہولی کی ولیکن تجھ بغیر
یہ گلال اُڑتا نہیں، بھڑکے ہے اب تن من میں آگ
ہو گیا * ہے رنگ ناندوں کا آتش کے نمط
حسرت اس سے بری اردس لگی بدن میں آگ
گو بہار آئی، کسے 'سودا' بھلا لگتا ہے باغ
گل چمن میں یوں نظر آتے ہیں جیوں گلخن میں آگ

کر دی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ
اِس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ
ہر برگ کو پہچان کے تو نامے کو لپٹا
نامے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

ہے شرط درد یوں کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل
ہستی سے نیستی میں جو بہتر نہ ہو مزہ
ہنستا ہوا جہاں سے ہرگز نہ جائے گل
'سودا' کہا بہار میں وضع زمانہ دیکھ
اے وائے وائے بلبل و وے ہائے ہائے گل

جب قافلہ بہے تو ہو بانگ جرس تمام
اشک آنکھ سے بہنے دو رکے نالہ سے نہ دل

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ اپنے ہونٹوں کو دیکھتا ہے لال

---

* کلیات میں یوں ہے رنگ ناندوں کا دہکے اب انگارے کی طرح

نظر آتی ہیں بن ساقی چمن میں تاک کی چاہیں
روئیں آ ناگہاں باہم گلے میں ڈال کر باہیں *

بتاں کی دوستی سے مطمئن ہووے سو کافر ہے
نہ ظالم یار دالیں بات کے کچھ بھی چاہیں
نہ پہنچا منزل مقصود کو مضمون بھی اے 'سودا'
سمجھ کر جائیو الٹی ہیں یاں عشق کی راہیں

نہ اتنا شور ہم سمجھے یہاں جیوں شمع کرتے ہیں
جو دل خالی کیا چاہیں تو آہیں سرد بھرتے ہیں
جگر اُن کا ہے جو تجھ کو صنم کہہ یاد کرتے ہیں
میاں ہم تو مسلماں ہیں خدا بھی کہتے ڈرتے ہیں
کہے تو لیں عقیق اور گہ نگیں لعل ٹھہرا ویں
یہ نا شاعر ترے ہونٹوں کو کیا کیا نام دھرتے ہیں
گلی میں اُس کی مت جا بوالہوس آ، یاں کھٹکے ہیں
قدم پڑتا نہیں اُس کو، میں وہاں سر سے گذرتے ہیں
نہ چارہ کر سکی کچھ موج دریا کی روانی کا
کہیں وارستگاں زنجیر جکڑے سے ٹھہرتے ہیں
کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز
بہت سا روئیے اُن کو جو اِس جینے پہ مرتے ہیں

'سودا' خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے میں

وصل گل آخر ہے یارو دیکھ لو نرگس کو تک
باغ میں مہماں ہے کوئی دن یہ بہار چمن

---

* کلیات میں نہیں ہے —

قیس جس دم سے گیا ' اپنے قدم کے فیض سے
خانہ زنجیر رکھتے ہیں سدا آباد ہم

نتیجہ عشق میں روزِ خوش نہ دیکھا دکھہ بھرے ہی بھرے • مر گئے ہم

نہ دیکھا اِس سوا کچھہ لطف اے صبح چمن تیرا
گل اِدھر لے گئے گلچیں ' گئی روتی ادھر شبنم

گُتھی نکلی ہیں لخت دل کی تار اشک سے لڑیاں
یہ آنکھیں کیوں مرے جی کے گلے کی ہار ہو پڑیاں
گرہ لاکھوں ہی ناخن کی صبا یکدم میں کھولے ہے
نہ سلجھیں تجھہ سے اے آہ سحر اِس دل کی گلجھڑیاں
کھلے گرچہ صبا سے تم اپنے زلف کے پھندے
نہ سمجھے یہ کسی دل میں ہزاروں ہیں گرہ پڑیاں

نہ غنچے گل کے کھلتے ہیں نہ نرگس کی کھلیں کلیاں
چمن میں لے کے نظارہ کسی نے انکھڑیاں ملیاں
کہیں مہتاب نے دیکھا ہے اُس خورشید تاباں کو
پھرے ہے ڈھونڈتا ہر شب جہاں آباد کی گلیاں
تبسم یوں نمایاں ہے مسی آلودہ ہونٹھوں سے
نہ ہوئیں ابر سیہ میں اس طرح بجلی کی اچھلیاں

فرہاد و قیس تو گئے ' سودا ' کا ہے یہ حال
کیا کیا کیا ہے عشق نے خانہ خرابیاں

کس نے کہا حرام چمن میں کہ اب صبا
لاتی ہے بوئے یار کی بھر بھر کے جھولیاں

حسن سمٹ نہ کھنچے اودھر نظر آتا ہے
لوہو سے میرے سر کے دیوار و در آلودہ

کوئی سسکتا ہے کوئی تڑپے کوئی بے حس ہے
آج دیکھے میرے کوچے کے گرفتار کئی
سیج مجھکو نہ ذرا اپنی بڑی بگڑی سے
ایسے تو دیکھے ہیں میں گنبد دستار کئی
خوب دیکھا جہاں • ہم اهل جہاں بھی دیکھے
ایک رندان ہے کہ جس میں ہیں گنہگار کئی

جھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہو گئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی
اب تو میں چھوڑنے کا نہیں اس کو ناصحا
ہوئی جو کچھ بھی قبلۂ حاجات ہو گئی
گردش سے اس نگاہ کی لے محتسب جدھر
دیکھا تمام بزم خرابات ہو گئی
یارو وو شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہو گئی

تو بھی کچھ اپنے سر پہ نہ یہاں خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے صدا چشم تر گئی
زاہد میں کہہ رہا کہ پی اس کے عوض شراب
آخر نہ اے گدھے تجھے ایون چر گئی
نظارہ ناز نرم بتاں کا ہوں جب سے میں
تو بھی نظر پڑا مجھے جدھر نظر گئی

پھرنے لگے تو جُوں کہیں دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑے اے ابر تر کہوں

سن کے یہ کہتا ہے مرے نالۂ جانکاہ کو
کیوں مجھے اتنا ستاتا کیا کہوں اللہ کو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اُسے بھی تو اک بار کچھ کہو

ریختہ اور بھی دنیا میں رہے اے 'سودا'
جینے دیوے جو کبھو کاوش دوراں مجھکو

دل تو ہے آفت طلب، پر کور ہو جاویں یہ چشم
جو بلا ملتی ہے ایسی اس کو دکھلائے ہیں یہ

آمین رب العالمین

مہ پیاکر جو برقی ہو تری بخشش میں
تیغ ہمت کے لئیں سنگ فساں ہے شیشہ
چشم نمناک و دل پر میں رکھوں ہوں تم سے
جام کیدھر ہے مرے پاس، کہاں ہے شیشہ ؟

بنا یہ ہمارا ہی مضحک ہے تو اے زاہد
گندی تری ڈاڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ

حسن سے اس کے اسے دے ہے خبر آئینہ
درپے جان ہماری ہے مگر آئینہ
عکس پڑتا ہے ترے سیب ذقن کا اُس میں
حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ

درد میرے استخواں کا کیا کرا دمساز ہے
اس قدر اب ہے نری ناخدوں کیوں آواز ہے
قد کو تیرے جس جگہ دیوں خرام دار ہے
اس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہے
خط کے آتے ہی ، چلے اکثر ملاقاتی ہے نکل
بندہ پرور دیکھئے آگے ہنوز آغاز ہے
شاعران ہند کا تو گو ہے بند در بہم
پر سخن کہنے میں اے 'سودا' تجھے امتیاز ہے

عجب احوال کو 'سودا' ستم تیرے سے پہنچا ہے
کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہے
زباں نے ترے ہاتھوں سے نالاں اس کو دیکھا ہے
کوئی تک منہ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

قاتل سے کیوں جھگڑتے ہو کیا مجھ سے بیر ہے
جائے خطر نہیں ہے مرا زخم خیر ہے
چاہا کہ جیوں حساب میں دیکھوں یہ کائنات
کھولے تو دو اور ہی عالم میں سیر ہے
رکھتے ہیں ایک طرح کا ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو 'سودا' بغیر ہے

نامے کا پیک سمجھ کر میرے جواب لکھو
انشائے ظاہری کے باطن میں مدعا ہے
آنکھوں کے گرد میرے مژگاں کی ہے یہ صورت
جیسے کنار دریا خس بہہ کے آ رہا ہے

اپنا جو شیشۂ دل، منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہے گر چور ہے تو یہ ہے

کچھ بس نہیں ہے مجھ سے جز رو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے

گردش سے آسماں کی نزدیک ہے سبھی کچھ
ہم سے تجھے ملانا ایک دور ہے تو یہ ہے

ہر آن اس سے کہنا 'سودا' سے تو نہ ملیو
ان وضعوں میں جہاں کے مشہور ہے تو یہ ہے

ہر شب شراب خوار ہمیشہ سیاہ مست
آشفتہ زلف اب سی دستار کون ہے

ہرگز میں تجھے چھوڑ کے دوست کو نہ دیکھوں
اس چشم کو ہم چشمیٔ یعقوب نہیں ہے

الفت میں ہماری بھی اثر چاہئے کچھ ہو
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہیں ہے

مری آنکھوں میں تو بستا مجھے پھر کیوں رلاتا ہے
سمجھ کر دیکھ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈبوتا ہے

جسے عقدہ سا کہتے ہیں اِس جگ میں یہاں ہوگا
سو یہ دل ہے کہ پھر پھر تجھ خم ابرو کو جاتا ہے

خوشی تو دل کو بھی نکلتا نہ دیکھا میں زمانے سے
چمن میں گل اگر خنداں ہے تو بلبل بھی نالاں ہے

نہ کھینچو تیغ ہر یک دم تمہارے عشق سے گذرے
ملیں گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

ہم اپنی جان تلک دے چکے پر سودا کر
پر ایک آرزوے دل روا نہ ہو نہ سکے

ساقی پیالہ شراب کا دیتے نہیں مجھے
سوچ مجھے تو آئندہ کم دوا لگار ہے
اُس کو نہ مدل دانہ انگور میں گرہ
قطرہ بنے آنسوؤں کے اگر زہر مار ہے
'سودا' جو ہے پرست جہاں کے ہیں اُس سے تو
مت کر طلب شراب کی ، مر جا خمار سے

کعبے اگر نہ جاویں تو کیوں چڑھیں گدھے پر
رسوا جو سیج جی ہیں اپنی جفاؤں سے
ہو جامہ اشک رواں بیٹھیں سجن کے کھیلے
کاغذ کی چھاتی پہ لے میری حکایتوں سے

عجب واشد ہے غنچوں کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوا یا کبھو یوں اس طرح بند قبا ہم سے
جب اپنے بند قبا ہم نے جان کھول دیے
صبا نے باغ میں جا گل کے کان کھول دیے
چمن میں کس کی مدارات تھی بتا تو نسیم
کہ صبح غنچوں کے بٹوں عطر دان کھول دیے

ساق سیمیں تری بس دیکھ کے گوری گوری
شرم سے شمع ہو ئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی
نیشکر نے کہیں تجھ لب سے کیا تھا دعوی
آج تک اُس کی پڑی کٹتی ہے پوری پوری

اے لالچی تو کہہ نہ ہزاروں کا مت نکلو لے

جو کچھ تو چاہے دکھا کہ مٹھ پاس آکے سو لے

جوں غنچہ تو چمن میں نکل ہوا جو کھولے

پھر گل سے اے ہمارے بلبل کبھو نہ بولے

انصاف کچھ نہیں یارو ہے عشق کے نگر میں

دل غم سے پانی ہووے اور چشم موتی رو لے

دھیان پسر وہ ہم سے یوں صلح بس کرے ہے

دوستوں کے کھوٹ اوپر جب تک نہ جنگ ہولے

وہ نر پتی کا ہرکر ہم کو لکھے نہ نامہ

گدری میں جا کبوتر اڑتا ہے مول گولے

ہیچ کی بانگ و صلواۃ اوپر تو اے نادان نہ جا

جا کہ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

اے ابر جا تو مت کم رونے پر ہمارے

یہ چشم پھوٹے پھوٹے تالاب بھر رہیں گی

سبیح وو رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے

چھوڑ ڈالی ہے ترے سنگے کے ہر دانے کی

کسو نے حال سے میرے کبھی نہ پوچھی بات

اگر کبھی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی

وہیں ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار

قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جو کوئی شہر محبت میں پہنچے جا کہ دل

بغیر داغ کے پھر قبالہ ہو نہ سکے

کی ہے میں جنوں کوہ و بیاباں سے جدا وحشی انتظار
سخت رسوا ہو، کہیں گو نہ ترا بدگو مجھے

نہیں ہے وجہ کوچے سے ترے اُٹھنا نکولے کا
ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے
عجب احوال میں تھے رات ہم اے شیخ رحمت ہے
میں اس ریش دراز اور دامن کوتاہ کے صدقے
کبھو وو شب بھی اے پروانہ جی باہم دکھاویگا
تو دل تل شمع پر جاوے، میں ہوں اُس ماہ کے صدقے

پھر نظر مجھکو نہ دیکھا کبھی قرے قرے
حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے
پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پہنچا ہے
سمت اس باغ طے منزلیں کرتے کرتے

جوں شمع مجھے شرم ہے زنار کی اے شیخ
مالا نہ جپوں رات کو بے اشک فشانی
جاکر میں کہا دیکھ ذرا حسن سے، کہا اُن نے
کچھ اور کہو، یہ تو ہے میری ہی زبانی

زاہد یہی ہے نعمت حق، جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسدی کو چین
فتنہ نہ تیرے دور میں پھر بند سو سکا

وو ہم نہیں جو کریں سیر بوستاں تنہا
بہشت ہو تو نہ موبہہ کیجیے بامداں تنہا

دیوانگی ہماری کہاں کہاں سجھاوی ڈھونڈیں
زنجیر پیر کی جاؤں در اپنے گھر نہ لاوی

جاؤ شہر جو خاطر میں اب ارے آوے
وہی ہے خوبی مرے حق میں جو تجھے بھاوے
صبا جو شہرہ کے کسو گلی میں اُس کے گذر
مبادا پاؤں تلے دل کسی کا آجاوے

قطعہ بند

سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو
وو گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے
جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگاں پہ نمودار نہ ہووے

جس دن وو صنم سوار ہووے — تا صید حرم شکار ہووے
جو اُٹھ نہ سکے تری گلی سے — رہنے دیے کہ تا غبار ہووے
سوزن کی نہ چوب لکھو مت — یوں دھتیو کہ تار تار ہووے
ناصح تو سمجھ لے ہم سے، دل پر — اپنا کبھو اختیار ہووے
کن زخموں میں زخم ہے کہ جب تک — چھاتی کے نہ وار پار ہووے

معشوق کی الفت ہے نکتہ گری عاشق کو
کس گل نے جو ردا ہے بلبل نے نہیں زر دے
کب شمع مجالس کی فانوس میں چھپتی ہے
جو حسن ہو بازاری مت اُس کو بٹھا پردے

گل پھینکے ہے عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

مجھ کو فقط چراغ شام غریبی یہاں ہے گور دور
پھرتی ہے یاد مجھ کو جادہ رہ ان کر کر

ہمت کہاں جو منت دو نان نہ کیجئے
ایدھر ہو جن کی پشت اُدھر رو نہ کیجئے

میسر ہو اگر محراب قمری تیغ کے خم کی
طرف کعبے کے سجدہ پھر نہ کس کافر کو بھاتا ہے

فلک گوشے میں تنہائی کے بھی آرام نہیں دیتا
یہ ہم نے شمع کے فانوس میں جلنے سے روشن ہے

تصور میں ترے کہو صبا اُس لاُابالی سے
گلے لگ لگ میں رویا رات تصویر نہالی سے
تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ہوں
مجھے کچھ غسل دیں ظالم شراب پرتگالی سے

ہو گئے صاحب جوہر ترا منہ دیکھ فقیر
ہیں سمت پشوں سدا آئینہ فولادی

میر محمد تقی ' میر و فتح علی خاں بن اعداد الدعاب
ری کہاندد —

نے کس کوئی مرے تو جلے اُس نہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریبوں کی گور کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئیں تو مزہ ہے شراب کا

آہ کس طرح تری راہ میں گھیروں کہ کوئی
سنگ رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

کدھر کو چھوڑ گئے مجھ کو ہمرہاں تنہا
پھروں ہوں دشت میں جوں گرد کارواں تنہا

صدا یہ ہر شجر مجھ کو لہو کی یاں آتی ہے
چمن میں آہ کس کا جی ہے بلبل کا دل ٹوٹا

آخر نہ پھرے ہے وہ سدا خانہ بخانہ
ادھر بھی کبھو اُس کا گذر ہووے گا یارب

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ معشوق تو کھولے
نہ اب یوسف نظر آوے گی ہر انساں میں صورت

ہے جو جوش رو تماکو والی کا   دے ہے ٹوٹا مجھے دکھا کر گال*

تجھ مکھ نہ تابدار کریں ماہ و مہر کی
اکسیر سیم و زر سے ہیں دونوں رکابیاں

جن نے سجدہ کیا، نہ آدم کو   شیخ کا پوجتا ہے نادان پاؤں

مجھ سا تجھے ہے ایک، مجھے تجھ سے ہیں کئی
جا تو دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں

کس کی ملامت میں کہوں آپ کو، بھلا اے شیخ
تو مجھے کفر کہے کفر مسلماں مجھ کو

مجھ میں اور یاروں میں ہے ربط سوزن و انس
اِن کی خواہش نے کیا ایسا گریباں مجھ کو

شب نہیں یہ رو سیاہ خانہ بخانہ کو بکو
دیکھے ہے تجھ کو مثل ماہ خانہ بخانہ کو بکو

---

* کلیات میں یوں ہے
واہ وا بے تماکو والے کے   دے ہے ٹوٹا ہمیں دکھا کر گال

میرا دل مجھ سے نہیں ملتا، مرا دل رہ نہیں سکتا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا
نہیں یہ آگو مری آنکھوں سے آنسوں کیوں کہ چلتے ہیں
جو تو دریا پہ گزرے ہے تو پانی تھم نہیں سکتا

دیکھ نہ عجب معاش ہے 'سودا' کا ان دنوں
تو بھی ٹک اُس کو جاکے سمجھار دیکھنا
بے حرف، و بے حکایت، و بے شعر، و بے سخن
بے سیر باغ، و بے گل و گلزار دیکھنا
خاموش اپنے کُلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا
یا جاکے اُس گلی کوں جہاں تھا ترا گذار
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا
کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس*
پر جو خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

کسی دلدار کافر کو خیال اتنا نہیں آتا
سحر کیا ہوچکی 'سودا' کے جی پر شام کیا ہوگا

'سودا' سے یہ کہا میں دل اس طرح سیں کھوتا
کہنے لگا کہ نادان کیا پوچھتا ہے ہونا

---

* (ن دوم) روز ہجر کو —

رواں ہے بکر میں قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

قطعہ

'سودا' قمارِ عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

نہ کھینچو اے شانہ ان زلفوں کو یہاں 'سودا' کا دل اٹکا
اسیر ناتواں ہے یہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا
پرے رہ برق جار آشیاں میرے سے کہتا ہوں
اُڑے گا دھجیاں ہو کر ترا دامن جو یہاں اٹکا

'سودا' ہوئے جو عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دوانے جب دل دیا تو پھر کیا

موج آتش ہے سیل آنکھوں کا　　شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا
نہ جیا تیرے چشم کا مارا　　نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منہ موڑا
الٰہی ان نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا

جو گذری ہم پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

تمکیں ادا ہے کہ وہ کام نہ کریو زنہار
حسن کا دبدبہ رکھے ہم کوں دل عالم سے دور

اسما و فعل سے تو کرے ہے سخن ہنوز
مطلب نہیں ہوا ہے ہمارا کہیں ہنوز

کس کے ہیں زیر زمیں دیدۂ نمناک ہنوز
جا بجا سوت ہیں پانی کے تہ خاک ہنوز

'سودا' کا تو نے حال نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

اے لالہ گو فلک نے دیئے تجھ کو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ ہے یک دل ہزار داغ

کوں کہتا ہے مت اوروں سے ملا کر، مجھ سے مل
حسن کے ملنے میں خوبی تیری ہو مل، پر مجھ سے مل

رنگ گل پہ طرح ٹپکے ہے بس اے ابر بہار
آنسواں میرا چھڑک ا لگتی ہے اب گلشن کو آگ

جا دل کے تل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

تسلی اس دوانے کی نہ ہوئے جھولی کے پتھروں سے
اگر 'سودا' کو چھیڑا ہے تو لڑکو مول لو دھریاں

ظاہر میں دیکھنے کا کچھ اسباب ہی نہیں
آوے مگر تو خواب میں سو خواب ہی نہیں

---

* حسن کے باعث سے رہو تم (ن ک)

گل سرے مشہد پر کس پھینکے ہے وہ ابرو کماں
طرز بیچے کے کھلے جب تک نہ ٹکاں تیر کا

'سودا' سے میں یہ پوچھا دل میں بھی دوں کسی کو
وہ کر کے بیاں اپنا روداد بہت رویا

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہوگئے کوں سے گلشن خراب

ہندو ہیں بت پرست ، مسلمان خدا پرست
میں پوجتا ہوں اُس کو * جو ہو آشنا درست

کل رخصت بہار تھی ، شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

یا تبسم ، یا نگہ ، یا وعدہ ، یا کاہے پیام
کچھ تو اے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح

منعم ! نہ مر بنائے عمارت کی فکر میں
بے سب حویلیاں تھیں جہاں تک ہے اب اُجاڑ
کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آرسی
چھاتی کے جس کے رو برو کُھل جائے ہیں کواڑ

گزری جس ہم سے صحبت زندگی دہ روزہ
رکھے اُس غم کو خدا شہر محرم سے دور
عقل نہیں ایک دن آکر یہ کہا 'سودا' سے (قطعہ بند)
خواہ نزدیک ہمارے رہو خواہ ہم † سے دور

---

* (ن) پوجوں میں اس کسی کو —
† پاس یا ہم سے رہا کیجے یا (ن ک)

جرم ہے اس کی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو، یہاں منہ میں زباں ہے کہ نہیں
دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھ علاج ان کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت میں جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا مجھے
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

بہار و باغ ہو، مینا ہو، جام صہبا ہو
ہوائے ابر ہو، ساقی ہو، اور دریا ہو
روا ہے کچھ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
ریائے زہد چھٹے، راز عشق رسوا ہو
جو مہرباں ہیں 'سودا' کو مغتنم جانیں
سپاہی زادوں سے ملنا ہے دیکھئے کیا ہو

الٰہی ہے سکت نعم البدل کے مجھکو دینے کی
مجھے اس کا عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر لے دل کو
بوؤں میں تخم گل کو جہاں واں زقوم ہو
پالوں جو عندلیب قفس میں تو بوم ہو
اپنے چمن کو فائدہ کیا مجھ سے اے نسیم
یہ جا ہے وہ کہ یہاں دم عیسیٰ سموم ہو

کعبے کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچوں گا
مسجد سے مجھے بھولے جس دن رہ میکدا نہ

مجھکو نہیں ہے، دل میں ترے راہ کیا کروں
میرے اثر ہے عشق نرا آہ کیا کروں

کس کی ہیں یہ چمن میں صدائیں شور افغاں
ٹوٹی پڑی ہیں غنچہ کی ساری گلانیاں

نہ بوئے رنگ و گل اے سحر اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

نہ غنچے گل کے کھلتے ہیں نہ نرگس کی کھلی کلیاں
چمن میں لیکے جمہائی رہ گئی ہیں انکھڑیاں ملیاں

عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں
دو چار گھڑی رونا، دو چار گھڑی باتیں

بلبل خاموش ہوں جیوں نقش دیوار چمن
بے نفس کے کام کا ہر گز نہ درکار چمن
نوک سے کانٹوں کے ٹپکے ہے لہو اے باغباں
کس دل آزردہ کے دامن کش ہیں یہ خار چمن

تعویذ دو دے کے لیں جو دو ہو کارگر کہیں
اے آہ کیا کروں نہیں دکھتا اثر کہیں
ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند
جس کو پکارتا ہوں سو کہتا ہے مر کہیں
جادو بھری ہیں چشم مست آ ٹک نہ دیکھ تو
دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہیں

مہر کے پاس یہ ایسا ہی گماں ہے کہ نہیں
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں

قاصد کے منہ میں آیا جو کچھ کہ یوں بتاؤ
جاتا پھرے تو ادھر، تو اُدھر، جوں ہوا ہے

تیری گلی کی طرف اگر ٹک پون جاتی
میں آپ کو جلا کے کروں خاک تو سہی
پہنچی نہ آہ مجھکو مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی اتنی ہی کچھ کہی

این بیت که مذکور شد در دیوان ثانی هم بنظر در آمد ـ

عشرت سے تو جہاں کے یہ دل شاد نہ ہو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہو سکے
جس سرزمین نہ جا کے روؤں تیری یاد میں
وہاں کچھ اُس زمین میں بجز دل نہ بو سکے

نے ضرر کفر کا، نہ دین کا نقصان مجھ سے
باعث دشمنی اے کفر و مسلماں مجھ سے؟
اُس کی خو سے نہیں محرم، اُنھیں رونے سے کام
کیا کیا چاہتے ہیں دیدۂ گریاں مجھ سے

آ گیا رات میں جوں دزد حنا تیرے ہات
ورنہ جا، پائوں کو لاگا ہی تھا چوری چوری

مجھ نیم قتلے کہہ توں رستم سے کہ سر دھر دے
پیارے نہ ہمیں سے ہو ہرکارے و ہ، سردے
دل کے تئیں یک عالم کہتا ہے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ہے تو سمجھ کر دے

---

* (ن) ورنہ یہ

دستہ ہندس مرے رونے در آسماں میں کہتا ہوں
ٹپکی ہے ابھوں کوئی قطرہ اثر آلودہ

نسیم بھی مرے کنجے میں اور * صبا بھی ہے
ہماری خاک سے تو جو تو کچھ رہا بھی ہے

قدم سنبھال کے رکھیو خار دشت پر مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

سودا جہاں میں آ کے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں دل پر آرزو لئے

قیمت عشق آن کر سودا تو پروانوں سے سیکھ
شمع سے اپنا بھی ملنا دیکھ جل جائے ہیں یہ

کس قدر ابھا کے ہوا مست ہے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہیں سدھ کسی دیوانے کی

سودا کو جرم عشق پہ کرتے ہیں قتل آج
پوچھا نہ ہے تو یہ گنہ گار کون ہے

بدلا مرے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

اس چال کے نبھنے کا کچھ اسلوب نہیں ہے
یہ کج روشی ہم سے فلک خوب نہیں ہے
کہتا ہے بناگوش تری زلف کے آگے
میں صبح قیامت ہوں مری شام یہی ہے

* (ن) بھی ہے چمن میں اور اب

اُس بت کا برہمن ہوں کہ صوفی و شیخ
کہتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

در منقبت جناب پاک مرتضوی صلوات اللہ علیہ گفتہ (رباعی)

دیوان عدالت میں تمہارے یا شاہ   کچھ ظلم کو ہے دخل عیاذاً باللہ
سمجھے کہ جو وہاں طاق سے رکھتے ہیں پاؤں   پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ

مقدور نہیں اُس کی بڑائی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو تعیّن کے در دل سے اُٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
یک چشم زدن کھول تغافل سے برہمن *
جوں شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتاں کا
'سودا' جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغاں کا
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

میں دشمن جاں ڈھونڈ کے اپنا جو نکالا
تو حضرت دل سلمہ اللہ تعالیٰ

جسے کہ زلف سیہ نے تری ڈسا ہوگا
غرض وہ مر ہی گیا ہوگا کیا جیا ہوگا

قطعہ بند

یوں کہا شیخ نے سلطان سے کہ آ ہم سے مل
آشنا مت ہو تو 'سودا' سے خراباتی کا

---

* (ن) ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ (گلشن ہند)

کھلنے تو لگا ہے دل جیوں غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا مجھسے کاہے نسیم سحر دے

رہنے کو وحشیوں کے نگہ تیری چھوڑ دے
انکھوں کی ہر پلک صف مقصود کو توڑ دے

مرجان کا نخل ہوں نہ پھلوں برگ و بار سے
تنکے ہے جوں ہمیشہ مرے سا حصار ہے

جانتر سلامت ہے مرگ سے ہر آہوے حرم
دل پھر گیا ہے کس کی مژہ کا شکار سے

زاہد چلا ہے کعبے کو اور برہمن کنشت
بندے ہیں اُس کے ہم جو کسی دل میں گھر کرے

جگ میں شراب خوار کی تسخیر کے لئے
'سودا' جو محتسب ہو تو زاہد کو جبر کرے

دولت کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پھندا نہ کسی کے گلے کا ہار نہ ہووے

ہو دشت جدائی میں تو یہ کہتے منادی
ظالم ہو جو کوئی سو طرح دار نہ ہووے

کر دیجے ستاری مجھے صیّاد کہ یہ صید
ہاتھوں میں ترے ہی کہیں مردار نہ ہووے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گذرے
نہیں گر اس میں یہ باتیں تو کیا آرام سے گذرے

رباعی

مومن نہیں زنار سے میری آگاہ
اِس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام میں راہ

نہ دی رخصت ہمیں صیاد نے تک بہاراں کی
بہت اے بلبلو کانٹے قفس میں ہم نے سر پٹکا

کر قطع ہاتھ دہلے وسپا فکر کر رفو کا
ناصح اٹھو نہ گریباں ہووے بدنا تو پھر کیا
'سودا' نہ کیا کرے گا سب اس طرح رونا
عالم کو ایسے ڈوبے سب ساتھ لے ڈبونا
جس طرح چاہتا ہے دنیا میں رہ گزر کر
لیکن یہ یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ہونا

ہر مژہ پر ہے پرے لخت دل اس رنجور کا
خون ہے سو ڈرا پر ٹپکتا مرے ناصور کا
جو پوچھتے ہی پوچھتے گذرے ہے مخمور و شب
چشم ہے یا رب مری یا منہ ہے یہ ناسور کا
کیا کروں گا لے کے واعظ ہاتھ سے حوروں کے جام
ہوں میں ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا
اس قدر دہشت الحذر سے دل ہے 'سودا' کا ڈرا
زخم بھی دل کے نہ دیکھا منہ کبھو انگور کا

کس کس طرح سے دیکھوں اس باغ کی فضائیں
کیدھر گئے وہ ساقی، وہ ابر، وے ہوائیں
حیرت سے آئینے کا دل کیوں نہ ہووے پانی
سایہ حضور اس کے زلفوں کی لے بلائیں

مانوں کہ ہر گھڑی وو تری بھولی بھولیاں
دل لے کے بولتا ہے جو تو اب یہ بولیاں

کہا اُس نے کہ ہے میری جو سعادت اس میں
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بدنامی کا

کھٹکا نہ میں چمن میں آرام یک نفس کا
صیاد تیری گردن ہے خون اس ہوس کا
کب عشق کی حقیقت یہ جانتی ہے مجنوں
ناقے کے ناؤں اوپر دیتا ہے دل جرس کا

گلہ لکھوں میں اگر تیری بے وفائی کا
لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

جو کہ ہے ظالم وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا
روز کے دست جانے کو مسجد بنا کی تونے شیخ!
ہر کسی کے دل کا بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

جو یہ منظور ہے سب کو مرا دل لے کے جی لینا
گیا اک مجھ سا دیوانہ سے تیرے سر صدقے کیا ہوگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہنچے کب اس کو ہاتھ ہمارے غبار کا
موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے دل خاک ہوگیا ہے کسی بے قرار کا

آوارہ ہے اتنا کہ میں جاتا ہوں جب اس پاس
رہتا ہے یہی سوچ ، کہ گھر ہوئے گا یا رب

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

تیرے خط آنے سے دل کو میرے آرام کیا ہوگا
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا

ہنوز اٹھتی گرد اس ہم سے اپنے منھ کو ملتا ہے
نہیں معلوم کیا کیا ہور دیں اس خاک میں گرداں

ابر ملک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھ سے یہ دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا
جن نے دیکھا ترے منھ کو کہا سبحان اللہ
قدرت حق سے نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
خط کی خوبی ترے عارض پہ یہ کہتی ہے ہنوز
رونق ملک سلیماں نہ ہوا تھا سو ہوا
قابل سایہ تری زلف ہوئی جس دن سے
کبھو جو دل کہ پریشاں نہ ہوا تھا سو ہوا
ابر مژگاں کے ٹپکنے سے ترے اے 'سودا'
سر و ہجوم جو بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

تو نے 'سودا' کے تئیں قتل کیا' کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں؟
جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا " کہتے ہیں"

برہمن بتکدے کے' شیخ بیت اللہ کے صدقے
کرو لے جا کے 'سودا' کو دل آگاہ کے صدقے

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آکر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ
کل رخصت بہار بھی شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم تہ تہو نہاں

کبھو نہیں ہے آنکھوں کی کاوش سے دل کو چین
مژگاں نہ کر سکیں تو نگاہیں چبھو نہاں

دیا چھپائے نہ جیسے سر انگشت پر حنا
جس بے گنہ کے خوں میں چاہیں تو ہو نہاں

اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزے سے چاک
جیوں جوش چھبوں کے دن پہ مسکتی ہیں چولیاں

"سودا" کے دل سے صاف نہ رہتی تھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑ کے گرہ اس کی کھولیاں

خواہ کعبے میں رہیے، خواہ مؤں بت خانے میں
ایسا سمجھوں ہوں مرے یار کہیں دیکھا ہے

نہ استفسار کیجے ہم سے اس لب کی حلاوت کو
شکر کا ذائقہ خوں جگر خواروں سے مت پوچھو
ہمیں گر نالۂ کنج قفس کہئے تو آتا ہے
چمن کے زمزمے کرنے گرفتاروں سے مت پوچھو

مر جائیے کسی سے یہ الفت نہ کیجئے
جی دیجئے تو دیجئے پر دل نہ دیجئے

ملائم ہوگئیں دل پر برہ کی ساعتیں کڑیاں
پہر کٹنے لگے اُن بن نہ کٹتی ہیں جدا گھڑیاں

---

† (ن) تنگ

بیدردی سے عجب حال ہے اس 'سودا' کا
میں تو دیکھا نہیں ایسا کوئی بیمار ہنوز

حق تعالیٰ اُسے جیتا ہی رکھے دنیا میں
اس قباحت سے نہیں ہے تو جگر دار ہنوز

قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ میں اب تک
دشت ہے خاک بسر ' روتے ہیں کہسار ہنوز

ساقی ! گئی بہار ' رہی دل میں یہ ہوس
تو منتوں سے جام دے اور میں کہوں کہ بس

کہتا تھا گل کسو سے ' کروں گا کسو کو قتل
اتنا تو سنگدلی نہیں کوئی مگر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہیں یوں کہہ کے میرے اشک
دیکھیں تو پہلے پہنچے ہے وہاں نامہ بر ! کہ ہم

'سودا' نہ کہتے تھے کہ کسو کو تو دے نہ دل
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

مجھ کو نہیں ہے دل میں برے راہ کیا کروں
پر بے اثر ہے عشق مرا آہ کیا کروں

تجھے مکتوب لکھ 'سودا' نے مرغ روح کو سونپا
نہ کھینچا انتظار اتنا بھی نا پہنچا کبوتر ہو

پھر یہ بت ہے کرم ' ہم پہ ستم واہ واہ
دیکھ لیا بس تمھیں ہم نے صنم واہ واہ

ہے زلف میں میرا دل مت کھینچیو تو شانہ
زنجیر نہ کھل جاوے ہے سخت یہ دیوانہ

'سودا' میں اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہوں
ایسی کی ایک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

اب خدا حافظ ہے 'سودا' کا سمجھئے آیا ہے رحم
ایک تو تھا ہی دیوانہ تس پہ آئی ہے بہار

صدقے ترے، نہ کبھو گلشن میں پھر گذر
اُس طرح سے چاک کریں ہیں گل پیرہن ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نہ گیا رنگ و بو ہنوز
ہمراہ صبا کے خاک بھی میری ہے کو بکو
جاتی نہیں ہے منہ سے تری جستجو ہنوز

ایک دن گھیر میں دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہیں گریباں کے مرے چاک ہنوز

بال و پر ہوئے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس میں ہیں گرفتار ہنوز
ہوئیں گے پائمال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہیں تا سر دیوار ہنوز
تب سے پامال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق یار نہ لیتی تھی وو رفتار ہنوز
رحم شمشیر ستمگر نے کیا کام تمام *
یارو تم ڈھونڈتے ہو مرہم زنگار ہنوز
شیخ اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقویٰ
عوض مے ہے گرو جبّہ و دستار ہنوز

---

* (یا) اپنا کام

بس اے فغاں جہاں میں عاشق تو ہو گیا
مجنوں سے اِسی روش اُس کی گزر گئی
شیریں نے جور کس نہ کیا کوہ کن کے ہر
مجنوں پہ کیا جفا نہیں جو لیلیٰ نہ کر گئی
گل ہی پڑی سسکتی ہی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اس کے حال پہ گل کی نظر گئی
پروانے رات شمع سے ایسے جلے کہ بس
خاکستر اُن کی لے کے صبا دوش پر گئی
میں تازہ کچھ کیا ہے کہ بدنامی کو مری *
تیری صداے آہ و فغاں § گھر گھر گئی
حرمت رکھی نہ عشق کی فرہاد نے نری
رونے سے تیرے آبروے ابر تو گئی
لوہو سے تیرے سر کے ' ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بیرون در گئی
القصہ خط کو پڑھ کے یہ ان ‖ نے لکھا جواب †
میرے ہی دل کی چاہ ‡ نہ جانوں کدھر گئی
شیریں کی بات $ میں نہ کہوں ورنہ بارہا
لیلیٰ ' جدھر تھی وادیِ مجنوں ادھر گئی
یہاں تک تو گہت میں لیلیٰ کے مجنوں سما گیا
اُن کی اس اتحاد سے باہم بسر گئی

---

* (ن) میری   † (ن) کہ جیہر   ‡ (ن) مہر
$ (ن) ایک   § آواز آہ و نالہ تری

ہم جاں ہیں وہ تری چشم کے بیمار کئی
مر گئے خنجر مژگاں کے دل افگار کئی
پھرے بازار میں اب کیوں کہ نہ بگڑے 'سودا'
ایک یوسف نظر آتا ہے' خریدار کئی

ترا غرور، ترا عشوہ، یا کہ جفا ظالم!
ہر ایک بات کا آخر کچھ انتہا بھی ہے

عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں یہ رسم یہاں کوئی کسی کی داد کو پہنچے

طریق عشق میں مجھ سا وہ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ میرے کوئی بسر آوے

اتنا لکھائیو میری لوح مزار پر
یہاں تک نہ دے حیات کہ کوئی دعا کرے
فکر معاش و مہر* بتاں' یاد رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے
گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوبرو ے
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

دیکھو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغاں لئے لخت جگر گئی
مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیوں کہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ؟ پیارے گزر گئی
'سودا' لکھا فغاں کو یہ خط اس کے یار نے
جس وقت اس کے حال کی اس کو خبر گئی   قطعہ د

---

* (ن) عشق —

'سودا' تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

میر سجاد "سجاد"

تخلص صف آرائے معارک سخندانی، و شہسوار چابک خرام میدان معانی است. مرآت طبعش از صیقلۂ تربیت میان 'آبرو' صفا پذیرفته، و آفتاب عالم تاب هستی او در مصر 'اکبرآباد' طلوع و سطوع کرده. شعر ایہام بسیار میگوید، و مضامین خوب خوب بنظم می آرد. چنانکه رتبۂ عالی او فوقیت بر رتبۂ میان 'آبرو' میدارد، و شعر شیرینش در عذوبت، از شکر بہتر ارو می شمارد. و اشعارش بتقریر رسیده، این چند ابیات از تذکرتین فرا گرفته، زیب اوراق می سازد —

کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی
مرجا ستم سے اُن کے تو کہتے ہیں حق ہوا

بجائے لفظ 'کافر' کہ اوّل پیش مصراع واقع است، اصلاح میر تقی 'میر' "باطل" گفته —

گر دیرے گل کے آنے میں کھوئے نہیں حواس
'سجاد' کیوں پھرے ہے سخن آج فق ہوا

ساقی! بغیر جام کے جیو کا بچاؤ نہیں
جوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ، پلا!
کیوں مست گِل بھی دل کی نہ رونے میں بہہ گئی
'سجاد' مجھکو باقی ہے چشموں سے یہ گلا

جاری ہوا ہے خوں رگ مژگاں سے وقت فصد
لیلیٰ کی پوست مال اگر نیشتر گئی
ظالم! غرور گل کا گریباں ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنی سے مر گئی
پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ شرم سے وقت سحر گئی
یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے مجھ کو کہا
مجھ سے جفائے ہجر کی طاقت اگر گئی
شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا
بھری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے
دکھاتا ہے اسے مجھ کو جسے آزاد کرتا ہے

منہ لگاوے کون مجھ کو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہیں اب آئینے میں رو مجھے
ناتوانی بھی عجب کچھ ہے کہ گلشن میں، نسیم
ساتھ لئے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

کیا قید ہے مرے ساتھ جدا جائے وگر نہ
کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی
کچھ ابر آ قسم ہے نہیں رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھی لخت جگر بھی
کس ہستی موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی

بتوں کی بھی یہ یاد تو روزے   ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اب بلا لے تنگ آن کر ساقی!   عمر کا بھر چکا ہے پیمانہ

عشق میں جائیگا کہیں مارا   بے طرح دل ہوا ہے آوارا

مقبول اس جہاں کا ہر ایک شی نہ دیکھا
راجا وہی جو کوئی یہاں سے گیا ہے رانا
'سعادت' کوئی دیکھے بیدادیاں تو دل کی
ہے زندگی ہماری یہ موت کا نمونا

یار سے دل ملا وہ عمر سہی   نہ دل اپنا ہوا' نہ یار اپنا

لاؤ بے ہو میرے آگے کیا دوا   جون دل اپنا پھوں میں یا دوا

دل میں تو خطرہ نہ لا ہرگز طبیب   دیکھ کر میرے مرض کو لا دوا

جان و دل سے قبول ہے جانا   پر گلی میں تری مجھے آنا

میں لے جانا تھا قلم بند کرے گا جو حرف
شوق کے لکھنے کا 'سعادت' نے دفتر کھولا

بیٹھے اگر خوشی سے آ کر چمن میں بلبل
کر یاں میں غلولا ایسا لگے کہ اُڑ جا

خط کتروا کے آج قینچی سے   ہم سے ملنے میں جائے ہے کترا

تیری شمشیر سے جدا ہو کر   سر مرا منکوں نہیں دیتا

کیا کرے پاؤں ہی کہ جنگل میں   کچھ نہیں آبلوں سے چل سکتا

مرے دیکھ کر حال دامان کا   پھٹے کیوں نہ سینہ گریبان کا

بے تکلف ہو سبھوں سے وہ ملے ہے 'سجاد'

دختر رز بھی عجب طور کی مستانی ہے

میر محمد تقی "میر" گفتہ کہ "اگر شعر من می بود، پیش مصراع این قسم موزوں می کردم —

ع - بے تکلف ہو بہت سر پہ چڑھے ہے 'سجاد' —

راقم سطور 'صاحب' می گوید کہ میر را ہم برین دو مصرع یک مصرع چنیں بخاطر گذشت —

ع ہر کسی مست کے وہ منہہ کو لگے ہے 'سجاد' —

ہم بھی گر گم ہوا بالوں میں پھرے جا کے دل

پہنچے پر مجھ زلف کے گویا کہ اس کو بل دیا

تجھکو اے 'سجاد' مہر از جمع بیداد کے

اور بھی کچھ ظالموں کی دوستی نے پھل دیا

جو دل ہو کلوں سے اٹکتا ہوا　　وہ کانٹا ہے دل میں کھٹکتا ہوا

بتاں تو چاہئیے 'سجاد' تجھکو　　کریں پر کیا خدا نے جو نہ چاہا

---

* کر تک زمیں پہ لوٹنے کی بیٹھ کو لگاوے

جا بھی ہم اپنے دل میں رستم کے نہیں پچھاڑا

آتش عشق نے ہم کو سرد کیا　　دل پھپھولا ہوا و درد کہا

---

* نکات الشعراء میں نہیں ہے —

بند میں مت رہ دوانے عقل کے   کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

بہروں کو حال احوال میں غفلت میں ڈال کر
اک رات آکے سو رہو ہم پاس آنکھ موند

مر گئے پر اگر نہیں آسیب   کیونکہ رکھتے ہیں ہم در پر نمود

مت ہو نامہ عدم کو جا قاصد   اپنے اوپر نہ حرف لا قاصد
یہ دھواں سا فلک ستاروں سات   ہے نظر میں مری جلا کاغذ
آسماں ایک رقعہ وار نہیں   ہم کے لکھنے کو ہو روا کاغذ

جلتے جس کے بیچ دکھائے ہیں تو نہال
تعظیم تیری کرتے ہیں سب اٹھ کے سرو قد

اس فصل گل میں جوش جنوں کا ہوا ہے پھر
جنگل میں آ بھرا ہے نکل کر تمام شہر
ہوتی نہیں ہے سرد ہمارے یہ دل کی آگ
لاگی ہے جس زمانے سے جلتی ہے دہر دہر

سبھی جلتے تھے شمع و پروانہ   وائے یہ دن تھے اہل مجلس پر

باد صبا سے زلف معطر کی ہم تلک
مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر *

کوئی کم گیا ہوگا زلفوں کی راہ   بہت رکھتے ہیں اس سفر سے حذر

دوانے کا نہیں مطلب دوانہ   تو کیوں نامے پہ ہے سطروں کی زنجیر

---

* مطبوعہ نکات الشعراء میں نہیں ہے —

سب کی نظر سے گر کر ایک دم میں پست ہو جا
گر میکشوں میں آوے زاہد تو مست ہو جا

تا دل کی ذوق آگے جاتے ہیں ہم بےدھڑکے
ہر گز ہمارے دل میں سر کا نہیں ہے دھڑکا

شتابی پلا دے کہ جاتا ہے ابر   جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

’صیاد‘ مہرباں کرے کوئی اس کو کس طرح
غصہ ہوا ہے یار میں کچھ ان دنوں غضب

چین دے ہے مجھے نہ لے ہے آپ   دل ہمارا ہوا ہے جی کو پاپ
کبھی منزل ہوی نہیں پوری   بہت اس راہ کو گئے ہیں ناپ

ہر کام کا اگرچہ ہوتا ہے سہل اول
پر عشق کی مہم ہے دوئی ابتدا نہایت

ایک دکھ ہے عاشقی کے پنتھ میں   پاؤں کے تہ ریگ راہ دور دشت

جانے سے صدق دل کے سبب بچ گیا خلیل
وہ آگ ہے کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہے آنچ

دل! آبادی میں رہنا کھینچ مت رنج
کہ ویرانے میں دیوانوں کا ہے گنج

زلفوں کے جب اُلجھتی ہیں اُس سانپ آکے بال
دیتا ہے شانہ ساحری سے دانت دس نکال

گلی میں دری بیٹھے ہی تھیں
اِن آنکھوں سے آئے ہیں آنسو نکل

ناسور اور کچھ نہیں مقتلوں کے حسب حال
لیلاؤں کے والدین ایسے دیں شہر نکال

کیا جانیے بچے ہم سے مل کر کے اصل سے گُل
اب کے بہار میں یوں ہوویں گی فصل سے گُل

'سجاد' فکر ہم نہ کریں کیونکہ شعر کی
لکھتے ہیں جا کے یار کے منہ سے سخن ہیں ہم

ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سو لے جاوے اسے
خواہ زلفیں، خواہ ابرو، خواہ مژگاں، خواہ چشم
پھیر جائیں جو رو آنکھیں، کریں ہیں جب لگاؤ
دیکھ کر سرمے کے تئیں ہو جاتی ہیں ظالم سیاہ چشم

جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں　　سب مزے در کنار ہوتے ہیں
تا جدائی تک ایک کو ساقی!　　ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں
تیر و رہیں کسی سالے پر　　میرے سینے کے پار ہوتے ہیں

اب تو ہم نے کیا گریباں چاک　　تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں

برابر اپنے سخن آپ بندگی کے کاموں میں
نہیں میں دیکھتا صاحب کے کوئی غلاموں میں

شوق حلقوں میں تیرے عوض چاک ہوئے کے
نرگس چشم میں دیکھے انکھوں کو پھاڑ پھاڑ

لعنت جگر ہمارا یاروں کے ساتھ کھا کر
کرتے ہو ہم سے باتیں اب تم چبا چبا کر

کیوں زر نذر کرکے نہ حاضر ہوں دیکھ حضور
ہیں تیرے گھر کے سب یہ زری پوش خواجہ باش*

کیا کیا مجروح دل میرے کو داغ
حال کیا کچھ گوشت کا کرتا ہے زاغ

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف
روز سیاہ و نالۂ شبگیر ہے یہ زلف

خاموش اس سبب سیں رہتا ہے بیشتر
تنگ اس قدر ہے منہ کہ نکلتا نہیں ہے حرف

دور میں رخسار کے تیرے کہیں انصاف نہیں
جا چرالے جاہے دل کو اور باندھی چاہے زلف

جس خوبرو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق
کہتے ہیں سارے اُس کے تئیں حسن اتفاق

دل کو کبھی پیار دلا کر کے تو سجن!
لاگا نہیں گلے سے مرے آ کے آج لگ

جب تک ترے بدن کو نہ عاشق بدن لگائے
لگتا نہیں ہے تب تئیں ہرگز کچھ اس کے انگ

---

* مطبوعہ نکات الشعراء میں نہیں ہے —

بہت شعر اس مرا ہوا ہے بلند — شاعروں کو کہو کہ فکر کریں

اب شعروں پہ اُس کے مرتا ہوں — رہ گئی اتنی طبع کرتا ہوں

یہ 'سعادت' کے دل کے جلنے کی خبر — نہیں بوجھتی سمجھ اس کو سمجھاؤ

مہوا جلا ہوا دل مژگاں کے کب ہے لائق
اس آبلے کو کیوں دم کانٹوں میں اُلجھاتے ہو

دیکھ مہندی لگی ان ہاتھوں کو — دھول آکر لگے ہیں پاؤں کو

دو روز وصل لیے بیٹھے ہے پاس کن کن کو
یہ راتیں ہجر کی کاٹی تھیں ہم اسی دن کو

چھاتی پر تیرے ہے کھلتے کس کی گانٹھ — روہو خلیجہ کی طرح حسن کی گانٹھ
سانپ کی طرح کنڈلی مارے ہے — زلف تیری ہے کوئی دس کی گانٹھ

نہ چیوں زلف تیری ہے ہر دل کی آہ — نصیبوں سے ملتے ہیں بخت سیاہ

نہ دیکھوں آنکھوں والے اندھیرا ہے — پتلیاں نے سہیں نین میں سیاہ

دل جیسے خط کے سبزے میں کھلیاں ہو گئے
پڑتے ہیں ایسے جنگ میں بھی کھیت گاہ گاہ

شرمندہ ہو گئی ہے برے! منہ سے آرسی
اب پھر کے روبرو نہ رہے وو ہرگز آئینہ

یار کا جامہ ہمیں ہے گا عزیز — یوسف اپنا پیرہن نہ کر وکھ

کس طرح کوہ کن یہ کٹیں گی   ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں *

ہیں شیشیاں شراب کی پیارے بھری ہوئیں

آنکھوں نشے کے بیچ سہاری گلابیاں

میں جو اس کی گلی میں جاتا ہوں   دل کو کچھ گم ہوا سا پاتا ہوں

سایے میں ہم اس باغ کے ہر بلبل و گل سا دیکھ

مدت تئیں دیوار بدیوار رہے ہیں

دیکھوں طبیب دیتے دارو ہے کب تئیں

مرتا ہوں میں تو عشق میں، جیتا ہوں جب تئیں

جو ایک دھج ہے ابروے خمدار میں

کہاں پائی یہ ضرب تلوار میں

ہر سادہ رو معطا ہونے کی دھن رکھے ہے

لیکن کوئی نکالے بیرا سا خط تو لکھ دیں

جب کرے ہے مرے دھن کا بیاں   منہ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں

تجھ تیری کے لیے دھر جائے سر   جان! اپنا کوئی جی رکھتا نہیں

تیری وحشی نگہ سے جنگل میں   بھاگ گئے پر غزال بیٹھے ہیں

دونوں طرف جو منہ پہ ہیں موجیں سی ماریاں

لہریں ہیں میرے شوق کی زلفیں سنواریاں

---

* از مصحف ہم چنیں ہر دو مصرع سنجیدہ شد :—

ہجر شیریں میں کیوں کہ کاٹے گا   کوہ کن یہ پہاڑ سی راتیں

نکات الشعراء

عاشقوں کا سخن ' اٹھو رہی ہی   قم نہ ہم نہری نہج اُگلے ہے

سالاروں پہ شمع محفل میں   جیسی روشن ہے سب پہ روشن ہے

سپرداری اُس کی کسی سے نہ ہو   یہ ابرو نہیں بانکی شمشیر ہے

پاؤں جنگل میں دھر نہ دیتے تھیں   کیا ببولوں نے سر اُٹھایا ہے

ہرگز آئے نہ دیکھنے مجروں کو   جاں ہر چند ہم گئے ہونگے

یعقوب کے جب عشق پڑا سر پہ ٹوٹ کر
آنکھوں نے اُس کی رو دیا آخر کو پھوٹ کر

بہار آئی سبھی سمجھے ہیں خواہاں آج تو دل کے
شتابی سے نہ دیکھو بلبل ارزاں اس کو تک سستا
تجھے لائق نہیں گل توڑ کر کے ہاتھ میں رکھنا
تری یہ نگاریاں مہندی ' لگی پاؤں کا ہے دستا

وہی خانہ خراب اس دکھ کو جانے   کہ جس کا عاشقی کے بیچ گھر جائے

سجن! منت کروں ہوں مان جا تو   ہنسا مت کر رقیبوں سات ہا ہا

کوئی جا کے واقف کو سمجھا دیگا   کہ عاشق کا جی کھو کے کیا پائیگا
کہا دل نے اپنا تو خوبوں کے ہاتھ   یہ دیکھو کہ اپنا کیا پائیے

آئینے کی طرح وہ ٹک منہ پہ آئے   جو کلیجا جس کا لوہا سار کا

جس طرح کی ناس کا ہے ٹوٹنا   کوئی گل ایسا نہیں خوش رو پیا
اشرفی ' پیسے سے نہیں رکھتا ہے کام   جو کوئی پاتا ہے تیرا روپیا

رات اُس زلف کا وہ افسانہ   قصہ کوتہ بڑی بلا سی ہے
آ بچے ہے خدا سے پیری میں   بت پرستی ہے اور حواسی ہے

جو کوئی گرا سو آخر تحت الثریٰ کو پہنچا
ظالم کے گھر کی گلیاں کچھ کم نہیں کنوے سے

ہاتھ ہی میں رہے ہے طفلوں کے   یہ تماشے کا دل کھلونا ہے

تک اس کی کان دھر کر دم سنے لے   پرانے درد مندوں کی ہے بے لے
بھیتوں بازی کہیں سخن مل جائے   لیکن ایسے کہاں نصیب مرے *

عشق کی ناؤ پار کیا ہووے   جو یہ کشتی تری تو بس ڈوبی

نہیں میرے صحبت اب آدمی   اسی دوستی ہم سے ہے دشمنی

بتوں کے تئیں کس قدر مانتا ہے   یہ کافر مرا جیو خدا جانتا ہے
جب تک نہیں پہنچتی ترے آستاں ملک
تب تک ہماری خاک کی مٹی خراب ہے

کچھ یہ سجاد کے جیو پر ہی عجب حالت ہے
ورنہ دیکھے ہیں میں اس درد کے بیمار کئی

سوچتیں ہیں لبیں تو مت لے شوخ   چشم بوچے سے کیا اپنی ہے †
اے صنم زنار پہنی تجھ وفا کے واسطے
ورنہ کوئی کافر نہیں ہوتا خدا کے واسطے

---

* نکات الشعراء میں نہیں ہے   † نکات الشعراء میں نہیں ہے

دنیا وہ ایک چاند ہے گردش میں جسکے حضور
کرتا ہے آفتاب بھی جسکے آگے فروز دھوپ

مژگاں کی صف میں چھپ کے نگہ یوں کرے ہے چوٹ
صیاد جیوں شکار کی ٹٹی کی لیتے اوٹ
ہوتا نہیں ہے قلب میں عاشق کے ساتھ صاف
جس سیم تن کے ہوتی ہے کچھ دل کے بیچ کھوٹ
یاری ہمیشہ دیکھنے کے رہتے ہیں داؤ میں
زاہد جو بیٹھتے ہیں یہ جانوں میں مار گوٹ
'سجاد' تیر کھانے کو ابرو کمان کے
رہتی ہے میرے دل کو نشانے کے ساتھ چوٹ

جنبش ہی ہرگز اس سے اُٹھاتا نہیں ہوں ہات
تیری بتوں کی تیغ ہے ظالم یہ سر کے ساتھ
چپ رہ گئے ہیں دیکھ کے سب تجھ دہن کے تئیں
آتی نہیں ہے کہنے میں کچھ تجھ لبوں کی بات

جوں ہی رقیبوں سے کیوں نکرے ہات پاؤں گم
'سجاد' اُس کے پاؤں لگیں جس کسی کے ہات

مہندی کی مچھلیوں کی طرح غرق خوں ہے دل
تجھ ہات بیچ دیکھ کے اس شست کی نشست
میرے ضعیف سینے پہ یوں بیٹھتا ہے ہاتھ
جیسے کہ ناتواں پہ زبردست کی نشست

یوں گھر گیا جو زلف میں کیا جانتا تھا دل
عاشق کو سر اُٹھاتے ہی پڑ جائیگا یہ پیچ

ایک ایک بال کو ٹکے لے جائینگے دے بوسا
لڑکوں کے ہات رانڈ ڈاڑھی رہا ہے کھوسا

ہم پہ سنگیں دلوں کا ہے بھاری   بہت جانا طرح تالا

لبریز ہوکے شیشے سے اگلے پڑے ہے مے
کون اِس کے اشتیاق میں ہے جاں بلب ہوا

رفتار کا تمہاری بہت شور جگ میں اب کا
جا کوہ میں چھپا ہے حجالت سے کبک کب کا

ہم اسیروں کے دل نہ پھندوں کا   تیری زلفوں نے بار باندھ دیا

مجلس شراب کی نہیں ہوتی ہے گرم آج
گذرا ہے میکدے میں کوئی شیخ شوم سا

دوانے کو نہیں حکمت سے کچھ کام   وہ جنگل میں پڑے ہے بے سروپا

ہر ایک طرف کو اپنے یوسف کا ہوکے جویا
یعقوب سمجھ برادر کہیں خواب میں نہ رویا

عشق میں جی نکل نہیں سکتا   سر نہیں کوئی پہ اجل سکتا

جو لگے تم کو بھلا جان! وہی بہتر ہے
دل دیا تم نے کہا ہم سے بہت خوب کہا

کیا دل سخت، برا لفت کہاں جائے   تجھے سینے میں پتھر کے شرر بس

جام نہیں منہ سے لگایا تجھ بغیر   آ رہا ہے جان میرا جاں بلب
چاک سے دل، چشم نرگس ہو گیا   اب نہیں بس دیکھنے کی ہے طلب

ہوش نہیں ہے دریا کا یہ اِضطراب   تیری زلف کو دیکھ ہوتا ہے آب

چھوڑتے فصد اس دوانے کی   چھوٹ فصاد کی نہ جاوے نبض

یہ جلتا دل اپنے کا آتا ہے یاد

جہاں جلتے دیکھوں ہوں مجلس میں شمع

کب گریباں چاک پر تنگی کرے   ہے جنوں کے دشت کا دامن وسیع

جان! رونے کے سبب دل بجھ گیا   مینہ میں جلتا رہے کیوں کر چراغ

پھول لالا کے نہیں جھڑ جھڑ پڑے یہ باغ میں

جو ہوئے بسمل ہیں سو ان کے یہ ہیں لوہو کے داغ

رکھو آہ دل سوز میرے سے فرق   کہ ہے خوشہ چیں اس کے خرمن میں برق

پھنسا ہوں میں تری زلف کے دل مرا   سدا فکر میں ڈوبنے کے ہے غرق

سدا ٹوک لیتے تھے تم پیار سے   لگی کس کی اس ٹوک اٹھنے کو ٹوک

سکوروں میں جلتے ہیں جیسے چراغ

یہ آنکھوں میں اس طرح جلتے ہیں اشک

نظر میں جس گھڑی اس گل پہ ڈالی   نہیں آرام تب سے ساتھ کو تل

کہوں برہم نہ کہا جائے شور محشر   قیامت شور پر ہے یہ مرا دل

نہ دیکھا دل نے اس کو خواب میں بھی   عبث کس پہ لٹا دو سو باقی ما قل

ہوتے نہیں جو شمع تری انجمن میں ہم

جلتے ہیں سر بسر سوز کے اپنے ہی من میں ہم

رو دیا ترت یار نے 'سجاد'!   جب مری آنکھ سے ملائی آنکھ

دوری میں درد ہجر کا، اور وصل میں جفا
اس عاشقی کے پنتھ میں مشکل ہے ہر طرح

چرخ کبود ہے یہ ہرگز نہ سوجھیو تم
دل سوختوں کے نالہ کا ہے دود دل یہ گنبد

نہ شمس کسی طرح بنی ہیں دین و دل کے بیچ
کافر بتوں کا جی میں نہ دیوے جدا پیار
جو اُٹھ گیا ہے جب سکی آغوش سے سجن!
بیٹھا ہے تب سے دل بھی مرا مجھ سے یہ کنار

کوہ کن کیوں نہ سر کو پھوڑ مرے   لی ہے جا کس پہاڑ سے ٹکر

ہلال آسماں سے بھری میں   ترا ایک نہ ہے دس برابر

بت پرستی و میکشی سے دلا   کب تو توبہ کرے ہے توبہ کر

اُٹھے ہے دیکھو ہر طرف بار بار   صبا کیا اُڑا دی ہے گل کی بہار

بقا ہے امروز فردا ہمیں   کسی کا نہیں آج کل اعتبار

ہجر کی راتیں بھی آخر کٹ گئیں   ایک سے رہتے نہیں ہیں دن ہمیش

اور ہی طرح کا سخت وو کافر ہے سنگدل
تو مثل اس صنم کے نہ ہر بت کے تئیں تراش

دوستی میں کسی پہ بوجھ نہ دے   جو دلوں پر نہ ہووے بار اخلاص
اپنا شمس جو ہو کوئی 'سعاد'   وہ کسی سے کرے پیارا خلاص

ایسے نرے چمکتے دانتوں کو دیکھ پیارے!

پانی ہو جاتا ہے موتی مارے نہ کیونکہ جھلکے

کہا جاتا تھا مجھکو رسوا کریں گے سب یوں

یہ طفل اشک میری آنکھوں کے بیچ پل کے

مجھ سا نہ راز اسکے یہاں کوئی رہا سکتہ

ہر صبح دم بہارے! کہتے ہیں ہار گل کے *

باب احمد کی بہت زیادہ ہے — عقل کا وہاں سوار پیادہ ہے

چرخ سے شق ہو چاند کا گرنا — طشت از بام اوفتادہ ہے

سعدی "سعدی"

از شعرائے سلف دکن است، زبانش با زور مرۂ دکن آشنا مرقدش در جوار برہان پور مشہور است اشعار او سوائے این ریختہ کہ بتذکرۂ نکات الشعرا مذکور است، دیگر بسمع نرسیدہ، از وست —

ہمنا جس کو دل دیا، سو نے لیا اور دکھ دیا

ہم نہ کیا، ہم وہ کیا! ایسی بھلی یہ ریت ہے

دوستوں کے گھونٹ کروں رو رو کے اسکھواں دل بھروں

یوں سگ کوچہ دھروں، پیاسا نہ جاوے میسا ہے

---

* گلے رکھے — ۲

جو کہا غیروں سے اور ہم سے نہیں   سن رہیں گے ہم بھی وہ باتیں کہیں

آنے کا خواب میں بھی نہیں وہ کبھی نظر
'سجاد' تو کہا ہے عبث کس خیال میں

عشق سے کس کے نہیں داغ جگر جلتے ہیں
سنگ ہے تن کے بھی سینے میں شرر جلتے ہیں

اگر وہ صبح کو صحرا کسی کا لینے کوں
نکل کے گھر ستی آوے تو ہم سلام کریں

اے خدا درد سنی جائے بت کافر کے
حال بد جو ہے مرا تجھ کو ہے بہتر معلوم

دوانا کھاتا ہو جو دشت کا   نکل دیکھے ٹک آ میدان میں
کتابی ہے ہر شعر 'سجاد' کا   پسند اُس کو کرتے ہیں دیوان میں

سجن کی زلف پہ جب تک نگاہ رہتی ہے
نہ اشک تھمتے ہیں اک دم نہ آہ رہتی ہے

آ کھڑا تو ہوا جو کوٹھے پر   گھر گئے عاشقوں کے ہاتھ کٹی

دل مرے کا لکھا ہے جب سے سوز   تب سنی ہے قلم کی نوک جلی
سن کے مرے فغاں کو عالم میں   نے کسی نے پھر ہات ہیچ نہ لی

دل ہوگیا پھپھولا پیارے! تمام جل کے
کیا تجھ نہال سے ہوں امیدوار پھل کے

دیکھا نہ دل مرے نے زلفوں سے تاب کھایا
گلشن کے بیچ سنبل کھاتا ہے تاب ہلکے

واللہ جو سر لوح پر نام نہ ہوتا   ہرگز کسی آثار کا اہتمام نہ ہوتا

یار سے جو رقیب لڑتے ہیں   نہ ہمارے نصیب لڑے ہیں

اہل زر کے سیم تن ہوئے ہیں رام   صید ہو ہیں جس جگہ دیکھے ہیں دام

پپیہے کی طرح دارو کے شیشے   زباں حال سے کہتے ہیں پی پی

نہیں سمجھ ہجر میں پیتے شراب ارغوانی ہم
ارے ساقی اُترے سارے ہیں مانگیں گے پانی ہم

میر ناصر "سامان"

تخلص - سامان سخن گوئی بسیار می داشت، وشعر فارسی خوب می گفت - تربیت یافتۂ میرزا مظہر جان جان است - سخن ریختہ اش نمکی دارد —

روئیاں دیکھ مجھ جلے ہیں اس بھانت
گویا رشتے میں ہیں اُس شمع رو کے

کوڑا کھو ہو گئے سارے حسو دان   اُڑائے ہیں انوں کو ہم لے سو کے

سبھی کہنے لگے اب شعر ایہام   سلیقے کم ہیں 'سامان' گفتگو کے

'فتح علی خان' این دو بیت می نویسد —

اُنہیں کیوں کر نہ اب دل سے بھلو کے   کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے

خبر بھی آوے یہ رہ گئی ہے   کبوتر اُڑ گئے پیغام کی کو کے

"سعدی" غزل انگیختہ، شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ، ہم شعر ہے، ہم گیت ہے

نجم الدین علی خان "سلام"

ولد شرف الدین علی خان "پیام" معنی تلاش والا مقام، از شعرائے شیرین کلام است مولدش دارالخلافۂ اکبرآباد، وطبع نکتہ سنجش معنی ایجاد این دو بیت نتیجۂ اوست —

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ — درازی رات کی بیمار سے پوچھ

یہ نالہ و جسم ہے سمجھیں مرے صبر کی
مسلخ میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

سعادت اللہ خان "سعادت"

از سادات امروہہ بود، و گرہ معنی نازک بناخن فکر رسا می کشود این ابیات از تذکرہا ماخوذ شد —

کس سے پوچھوں، دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات
ایک جو شانہ ہے سو تو دبل میں ڈالے ہے ہات

ہوش کھو دیتی ہیں میرا اس کی آنکھیں مے پرست
بسکہ ہوں کم ظرف، دو پیالوں میں ہو جاتا ہوں مست

کیا صید آہوئے دل آسواری سے میاں آ تم نے
کمر کی تاب نہیں کھولی گویا چیتے کی ڈوری تھی

نامه، احوال خود می نگارد و راقم سطور ازان جا
نقل بر می دارد، که: این فقیر از سن دوازده سالگی بعلت
بود (بهمه) همسال - امهٔ فرزندی در دریافت و بتکلیف نساج
بیخودی اکثر در سواد روضهٔ منورهٔ حضرت برهان الدین
غریب شبها بروز می آورد، از خوش فهمان بیتی اشعار شور
انگیز و ابیات درد آمیز بزبان فارسی از مکنون خاطر بعرصهٔ زبان
می آمد و بانقضای احوال خانه را به تحریر آن آشنا می ساخت،
احیاناً شور عشقی خاطرالوقت می بود بنهج حلاوت ذائقهٔ طبع
خود کاغذ را سیاه می نمود و اگر آن اشعار تمام به تحریر
می آمد، بدیوانی صحیح ترتیب می یافت چون تقاضای عمر فادل
آن همه سخن سنجیها نبود، باستماع آن شور و بانگ حال هالوبی
در ورطهٔ تعجب افتاده، از جملهٔ اهتمامات بحضور می آورد
بعد انقضای مدت مسطوره بلاش الف دعوی محرک رگ جان
گردید، با آن وساطت بعنایت جامی سر بعث عربی، سالک
طریقت الاحمدی، واقف حقیقت الهولی، عارف معرفت الکبری، قبلهٔ
مردمان راسخ الیقین و صاحب الایمان، کعبهٔ مستفیضان کامل الصدق
و ثابت البرهان، حضرت خواجه سید شاه عبدالرحمن چشتی قدس الله
سره العزیز که وصال مقدس در سنه احدی وستین و مائه والف
اتفاق افتاد - سعید ارادت گشته، فیض یاب ارشاد گردید، و
جرعه از بزم عنایت آن ساقی شراب هدایت، موافق حوصلهٔ خود
چشیده - در آن ایام برای پاس خاطر عزیز عبدالرسول خان صاحب
که برادر طریق این فقیر اند، اکثر اشعار آبدار در زبان ریخته
بسلک سطور منسلک گشت ایشان آن جواهر متفرق را که

میر سراج الدین "سراج" *

شخص شیخ چرب زبان نرم روش بنادی، و سراج منیر محفل آتش زبانی است. بازار ریخته در دکن بعد ولی دکنی ازو گرم گردید، و آوازهٔ سخنش از بس اشتهار عالم رسیده - شعر پر شورش دل فرور، و سخن پخته اش گلو سوز است. درین ایام با راقم سطور گرم می جوشد، و دم از دل سوزی می زند. غرض مغتنم است، حق تعالی سلامت دارد. در دیباچهٔ منتخب دواوین فارسی که در سنهٔ تسع و ستین و مائه و الف تالیف ساخته، و تاریخ تالیف "منتخب دواوینها

* شاه سراج الدین "سراج" اورنگ آبادی از ابتدا در مسلک سپاهیان نوکری می کرد. آخر الحال ترک روزگار کرده از چند سال لباس درویشی پوشیده است. در فکر ریختهٔ هندی طبع موزونی دارد - دیوان ریختهٔ هندی ترتیب داده - گاهی در فکر اشعار فارسی می گراید. ازوست —

یاد رکھ اے دل جوں گشمہ کہ جوں نشۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریبان کا گلو گیر نہ ہو
ہوا ہے دست بدست جادوادے میں دربے غم کے
رہے گا سلسلہ آنسوں کا جاری روز محشر لگ
برہ روئی کی ہم اب لانے لگے طرزیں نئی
کوئی دن بھی وصل میٹھوں کی سو شاید ہو گئی
مجھ نگاہیں داغ دل پر نقش ہے حرف وفا
عشق کی امت میں ہوں مہر نبوت کی قسم
شعر رنگین کے غزالوں کوں کہا صید سراج
رشتۂ دام ہے تار نگہ چشم جمال

(تحفة الشعرا)

نہیں جس سے پاس شاہد گلگوں قبا 'سراج'
جی پر ہے تنگ جسم کا جامہ سیا ہوا

مشہد میں قمریوں کے جو سرو قد جو آوے
شمشاد ہر چمن کا شمع مزار ہووے گا
آئینہ رو کے دل میں نہیں عکس مہربانی
میری طرف سے اُس کو شاید غبار ہووے گا

دل مرا زلف سیں چھوٹ پھنسا ابرو میں
کفر کو ترک کیا مائل محراب ہوا

رخسار یار حلقہ کاکل میں ہے میاں
یا چاند ہے 'سراج' اماوس کی رات کا

اُس پھول سے چہرے کو جو کوئی یاد کرے گا
ہر آن میں سو سو چمن ایجاد کرے گا
جس وقت میں تعریف کروں اس کی بھووں کی
الدنه ہلالی بھی اسے صاد کرے گا

جان و دل سے میں گرفتار ہوں کن کا؟ اِن کا
بندۂ بے زر و دینار ہوں کن کا؟ اِن کا
صبر کے باغ کے میوے سے بھرا ہوں جیوں پھول
اب تو لاچار گلے ہار ہوں کن کا؟ اِن کا
حوض کوثر کی نہیں چاہ، زنخداں کی قسم
تشنۂ شربت دیدار ہوں کن کا؟ اِن کا

جل گیا پروانہ، پر مجھ سا سمندر جو نہیں
یہ سخن شاگرد کا اُستاد پر باقی رہا

فوت پنجم هزار بیت بود، به ترتیب دیوان مرتب نموده،
تحفهٔ مشتاقان خاص گردند، و رفته رفته شهرهٔ تمام یافت، که
تمام هم رسید و مقبولیت چندے بلباس باخرهٔ "القمر قمری"
مختار گردند و از همان روز موافق امر می‌رسد، بوجهی تا
حالت تحریر که سال ۱۲۵۵ هم است، دست زبان از دامن سخن
موزون کشید" انتهی —

مثنوی شاه صاحب مسمی به "بوستان خیال" که جملهٔ
ابیاتش یک هزار و یکصد و شصت باشد، بنظر در آمد حقا که
خون از رگ ابر بسته چکانیده است مطلع او این‌ست —

ارے ہم نشینو! مرا دکھ سنو   مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو

اشعار آبدارش مشهور آفاق است، از بس اشتهار حاجت
تحریر ندارد، ولیکن بنا بر التزام این خرده بقلم می آرد —

دل جگر کی پھنکڑیاں آہوں کے تاگوں میں پرو
بیٹھ کر دوکان غم پر پھول والا ہو گیا
اشک باراں، آہ بجلی، ہجر کی کالی گھٹا
ماہ رو بن کس طرح کا برشگالا ہو گیا
بند سے کھل گئیں مری آنکھیں سو دیکھا یار کو
یا اندھارا اس قدر تھا یا اُجالا ہو گیا
پھر رہا ہے بس کہ دود آہ میرا اے 'سراج'
آسماں جوں پردۂ فانوس کالا ہو گیا

آ پیا پیا شراب کا پیالہ پیا ہوا
دل کے دئے کی جوت کا کاجل دیا ہوا

ڈورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

آ مری آہ کا تماشا دیکھ   گر تجھے ذوق ہو ہوائی کا

جو تیوری چڑھاوے، تو جی کو لٹاوے، وگر مسکراوے، تو پھر گر جلاوے
یہاں ان دنوں میں ہے دیکھا ہے ہم نے وو ساحر کی افسوں گری کا تماشا

بت پرستوں کو ہے ایمان حقیقی وصل بت
برگ گل ہے بلبلوں کو جلد قرآن مجید
لشکر قلب صف عشاق میں ہے غلغلہ
یکہ تاز آہ کو کس نے کہا ہے یار سپید
باغ سے گلچیں چلا سب بلبلوں نے مل کئے
حضرت گل کو کہے جاتا ہے یہ کافر شہید

نظر آتا ہے قد ترا مجھکو   سرو آزاد گلشن ایجاد

یہ تنگی انہوں کے دہن کی نہ پاوے گا اپنے گریباں میں سر کو ڈبو دوں
اے غنچے نہ باتیں ہو مہتاب رویوں سے مت جلد پن کر چکوروں کے مانند
غم کے پہاڑوں کو سر پر اٹھائے ہیں وحشت کے پٹھوں سے آہوں نے میری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہمسر ہے ان پہلوانوں کے زوروں کے مانند

رخ ترا نسخۂ گلستان ہے   ہے خط سبز جدول زنگار

ہے مری ہر ہر پلک پر جلوہ گر خون جگر
دیکھ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز

گل گلاب کے جیوں اس پاس ریحان ہے
عیاں ہوا ترے رخسار پر خط شب رنگ
ترے دہن کی نیستی سے مجھے ہوا معلوم
نماز شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ

جاتا ہے مرا جان بہت پیاس لگی ہے
مانگتا ہوں ذرا شربت دیدار کسی کا

سب پر ہے کرم مجھ پہ ستم، کیا ہے دورنگی
دلدار کسی کا ہے، دل آزار کسی کا

زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں نہوں
بن حق نکرے کس کو گرفتار کسی کا

میں ہوں دو دوانہ، پہ کسی زلف کا نہیں ہوں
واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا

ابروے پر چیں کو ترے دیکھ دل حیراں ہوا
کیا مگر شمشیر جوہر دار کو دیکھا نہ تھا

دل مرا بیخودی کے دریا میں | سب سے آزاد ہو نہنگ ہوا

دورنگی خوب نہیں یکرنگ ہوجا | سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

جفا سے تم نے نہیں ہاتھ ہی ہے اٹھتوں | لئے ہوجاب شاد دل کسی

تجکو اے آہو نگہ کس نے سکھایا یہ طرح
جا تو تھا اوروں سے رم یا ہم سیں رم ہونے لگا

ماجرا سنکر ہمارے اشک بے پایاں کا
آب ہو جاتا ہے زہرہ نوح کے طوفاں کا

دیکھ کر دریا میں اُس مہ لقا کے ہاتھوں کا عکس
خشک ہو جاتا ہے لہو پنجۂ مرجان کا

ہے بیاں شور جنوں میرے ہر بیت میں
برق کے شعلے سے جدول چاہیے دیوان کا



دل کو دو چشم جادوں کر لی ہیں قتل عاشی
کیا اتفاق ہے کہ دیکھو شرا بدوں میں

ہمارے پر درش ابرو کیے ہیں   رقیبوں کے طرف ابرو کیے ہیں

آرزو ہے مری آنکھوں میں رہو پتلی ہو
تم کو دیدوں کی قسم یہ وطن اپنا دو جھو

تمام آفتاب جوبی ہیں خطوخال   عجب ہے سورج کا چہرہ کیا سی
کلید آہ سے صندوق دل کا قفل کھلتا ہے
الٰہی کارخانے کا اسے مشکل کشا کہیے

بہار شادی ہے بزم گلشن میں مطربان چمن شرابی
پیالہ گل، سرِ سبز سبزہ، شراب دو، اور کلی گلابی
ارے چکورو! یہ چاندنی نہیں عیش کے ہو ہجوم تم نے
ہوا ہے جوش بہار نسرین سے دھوپ کا رنگ ماہتابی

کسی استاد تیر انداز نے لے سیں لگا ہوں گے
ہمارے تودہ دل پر عجب لے سیں چلایا ہے؟)
یکایک کھول کر مٹھی پلک کی موند لیتی ہیں
مری آنکھوں نے شاید خواب میں کوئی لال پایا ہے

وقفہ ہمدردیں زمین رنجتہ بعض بعض کہنہ، ادین سدر رنجتہ —
پھپھولا ہوں جگر کے سینے کا انگور لاتا ہے
مگر اب کے کچھ اُس کا دل تو سے پہلے پہ آیا ہے
مجھے ہم پر کیا معلوم ہووے عشق کی سختی
وہی جانے قدر اس کی کہ جن نے دل گنوایا ہے
نہیں دیکھا ہے شاید قد ترے کو سرو رعنا نے
کہوں تعجب سے گلشن بیچ آ سر کو اُٹھایا ہے

یکسا جلا ہوے ہیں بلبل و پروانہ اے 'سراج'
اس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم

مثل سیماب آتش غم میں ز بس بیتاب ہوں
بعد مرنے خاک میری کیمیا سے کم نہیں

پیچ کھا کھا کر ہماری آہ بھی گرداں ہوئی
ہے یہی سمرن مری در کار کوئی مالا نہیں

گذر عمر کا نہیں شادی سے آؤ
دل و دیدہ خالی ہیں دونوں سرائیں
ارے مدعی ہر صبح اس خوش دہن سیں
مناسب نہیں خندہ پن کی ادائیں
دو زلفوں نے گھیرے ہیں چہرے کو تیرے
بلائیں بھی لیتی ہیں تیری بلائیں

کہو کیونکر رہے فوج حبشی کا مورچہ قائم
کہ یہاں قلقل کے گولے شیشۂ مینا سے آتے ہیں

ہر اک نا قوس میں آتی ہے آواز
کہ ہے ہر گھٹ وو ہر ہر ہر کے گھٹ میں

اشک خونیں ہے شفق آج مری آنکھوں میں
سانجھ پھولی ہے ترے باج مری آنکھوں میں

جلنا تڑپ تڑپ کر، مرنا سسک سسک کر
فریاد! ایک جی ہے کس کس جفائیوں میں

٭ (ں) حرد (کلیات) —

صداے آہ قمری سے چمن میں راگ ہوتا ہے
عجب نہیں جو ہر اک شمشاد کو وجد سے حال آوے

ہم نے سہل کسی کو جی نہ رکھے — شکر للہ کہ ہم تمام ہوے

پھٹی میں میاں ہے سبزۂ خط — تیرے عارض میں نسخہ صافی ہے

وو پھول مرا آج کہ ہر پھول پڑا ہے
دل پھول کے پھولوں نہ سماوے تو بجا ہے

میر محمد تقی 'میر' و محمد فتح علی خان این ابیات انتخاب نمودہ اند —

تم پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے، کیا صاف گال والے

پی بن مجھے آنسوؤں کے شراروں کی کیا کمی
جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا
کہاں 'سراج' کہاں آفتاب عالمتاب

رفوگر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے
اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر میں آ جاوے

شعلہ جو جب سے نظر آتا نہیں — لوٹتا ہے تب سے انگاروں پہ دل

عجب وہ سرو گلزار ادا، جوں ہی قد ہوا واقع
پر بلبل، نہال گل کو دست رو ہوا واقع

ہاے رہ گئی دل میں دامن گیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پلکہ گیرا ہنوز

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا — طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

خرد کو عشق میں آ کر رکھتے طاق کے اوپر
مرے دل نے ترے ابرو سے یہ مضموں پایا ہے

گلشنوں میں مگر ادھر رہتا ہے کہ اب 'صاحب'
ہر چمن پھکڑے سمن دان کو یوں جلا رہا ہے (؟)

مجنوں بھی گرچہ خاک نشینی میں کم نہ تھا
ہم نے بھی اپنے وقت میں دھوم میں اڑا چکے

نہ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی
وہ عجب گھڑی تھی، میں جس گھڑی، لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جو دھری تھی یوں ہی دھری رہی

میں بے خبر تھا اس کے تبسم کی خبر
بلبل کی بند جامہ گل سے اُچٹ گئی

ہات میں شمشیر لیے آتا ہے وہ جلاد جو
عاشقوں کو عید قرباں کی مبارکباد ہے

طوق و زنجیر نہیں جس پہ، کسے رحم آوے
دام الفت کے گرفتار کو کوئی کیا جانے

تازہ رکھو آپ مہر دائی سمن   ایک دل سو چمن برا بر ہے
رحم مجھ پر، کرم رقیبوں پر   ہووے تو بہتر نہ ہووے تو بہتر ہے

مرے گھر مہر سیں گر وہ مہ ابرو ہلال آوے
رقیب شوخ طینت کے ستارے پر زوال آوے
بجائے "شوخ طینت" چنیں بجا طرح کی گذرد —
؏ کہیں طینت رقیبوں کے ستارے پر زوال آوے"

اب بلک مجھکو کسی سجن کے چہرے کا خیال
صورت آئینۂ حاں نہ ہوا تھا سو ہوا
صف عشاق میں کوئی ثانی مجنوں مجھ سا
وحشی کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا
آہ سوزاں سے مرے دامن صحرا میں 'سراج'
قمر مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

میں نہ دیکھا تھا سجنوں کی عبادت کی سحر
اب دم خنجر کے پانی سے وضو کرنا لگا

مانگ تیری سجن کی ظلمات میں   مانو دیکھا ہے آدھی رات میں

خواب میں بھی دیکھنا اس کا مجھے مشکل ہوا*
بسکہ رکھتا ہوں خیال یار میں دیدار مست

ناز کے دیوان میں اے مطلع حسن و جمال
مد سرا ہے مصرع و ابرو ہے بیت انتخاب

اے جان 'سراج' آج دکھا درس تو اپنا ۱
ہے وعدۂ فردا مجھے فردائے قیامت

لیا ہے نقد جان بلبلاں یعنی خراج اپنا
چلا یا خسرو گل نے اسی ڈھنگوں رواج اپنا
ارے ہم! صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کی
قیامت کل کو آتی ہے عمل کر لے تو آج اپنا
لگا کر راکھ جوگی ہوئی قمری باغ کو تج کر
مگر کوئی سرو قد کے واسطے چھوڑے ہے راج اپنا

---

* (ن) ہوا مشکل سراج —   ۱ (ن) جلوۂ دیدار —

مدت سے گم ہوا دل دیوانہ ہے * ' سراج '
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

شکر اللہ ان دنوں ہمرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا

نہیں ہوا اس شمع رو کے عشق میں داغ ایک ' سراج '
ہیں ولا حسن آدمی کے ایسے پروانے کئی

یہ منصور چشموں کی مدد کرنے کو شبنم ہے سرو آشوروں کے مانند *
روپے کی نہالی ' سفیدی ہے نرگس کی ' زردی ہے زر کے کٹوروں کے مانند
دل کے خزانے سے شاید لیے جا رہنگے جو کے جواہر کو عیاریوں سے
ہر دم خیال اُس کا آنکھوں کے روزن سے آتا ہے چھپ چھپ کے چوروں کے مانند

پھر نہی نہیں ہے شور شوق سے خالی
بیتابی نبض رگ خارا کی خبر لو

مجھے مصری ستی پیاریاں ہیں وو شیریں لب کی باتیں پیاریاں ہیں
چلا نئی موتہہ شمشیر نگہ کی وو جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں
نہ سوجھو آسماں | اوپر ستارے ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں
غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی ہماری تعریف کی زاریاں ہیں

مجھے غم دست و گریبان نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک سینے کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

* (ن) بیگانہ رہے — (ن ک) پرنم —
۱ دونوں تذکروں میں یہ شعر نہیں ہے کلیات میں ہے —
۱

دامن فلک بھی ہاے ذرا دست رس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں فشانیاں

عید وصل سرو قد سے ہیں مرے گھر شادیاں
عالم بالا سے آتی ہیں مبارک بادیاں

شاہ غلام قادری "سامی"

اسم نامی گرامی، عالی تلاش نامی، مورد کرامت الہی، مظہر قدرت نا متناہی، چراغ دودمان فقر و فنا، فروغ خاندان توکل و استغنا، ہمای اوج قناعت، طوطی بوستان فصاحت، محترم قواعد دو آئین، موجد قوانین دل نشین، روشن دل حق بین، طرفہ پسند حق گزین، عارف آثار سلف، مقصد باب صلح کل، کہ سخن رنگین در خدمت او دست بستہ ایستادہ، و غزالان مضامین تازہ در دام الفاظ او از خواہش دل افتادہ، از صغر سن طبع نقاد، و ذہن وقاد دارد بہر فنی یا ہنری کہ توجہ فرمود، بادنی فرصت حجاب از رخ شاہد مقصود کشود۔ در ہر فن کامل عیار است، و مراحل از ہمہ جور مبرا و نیز گرد تکلف اصلا پیرامون دامان حالش نگردیدہ، و سموم تکلیف در گلستان ہمیشہ بہار او ہرگز نہ وزیدہ وقتی کہ آن بزرگ در صوبۂ برار تشریف داشت، فقیر مولف نامہ بہ حضور آورد، و این دو بیت رفتہ بہ 'سامی' خط قلمی نمود –

شہر خجستہ بیچ ہمیشہ بہار ہے
ہر کوچہ و گلی میں دیکھو لالہ زار ہے

ترا غم زہر تھا پر سوجھ دارو جان کر کھایا
کہا ہے اچھے ہاتھوں دل ہمارے نے علاج اپنا
وو ظالم مجھکو جلتا دیکھ کر اتنا بھی کہتا ہوں
کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ ہوئے آخر سراج اپنا

ہر قدم قدم خنجر اوپر اس سر سے گذرنا
اول قدم شوق ہے مقتول کو ہماری

آفریں جوں مرے دل کا نہ کام آیا
سچ کہا ہے کو مرا نام ہے تل جانے کا

پھر پھرا تا ہے ہر سحر خورشید　　دیکھہ مکھہ چہرۂ زریں کی سمت

دستار باندھنے کا چلا باندہ شعلہ رو
شاید کہ آفتاب سے چہرا بدل کرلے

کل سے بیکل ہے مرا دل ' یار کو دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہو بیتاب دل دلدار کو دیکھا نہ تھا

یار آتا ہے مرے قتل کو اور میں ہوں خجل
حیف اس وقت میں میرا دل بیجاں نہ ہوا

باغ نے سرو کی انگلی کو لب جو پر رکھہ
حیف کہتا ہے کہ وہ سرو خراماں نہ ہوا

اول کی تم تو بھول گئے مہربانیاں
لانے لگے ہو خوب شرارت کی بانیاں
مجھہ دل کے کوہ طور کا سرمہ دیے ہو تم
باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

انقلاب عشق جنونی بطرف خود کشید و از اسباب دنیا ترک گردید، منہے مسند آرائے ارشاد بودہ، بزیارت حرمین شریفین روانه گشت در ابتدائے راه بجهاز سرست شہادت چشید، دران زمان عمر سامی دوازده ساله بود که ترک علائق و تجرید علائق اختیار کرده، به هیچ احدے از امرا التفات نیارد۔

نامهٔ سرو که بجانب شمشاد نوشته این است -

اُٹھ اے ساقی زمانہ ہو کے عنقا — جدائی کا لکھوں پھر قصہ پر طغرا

مگر نامے سے کر اب یار سے بات — کہ ہے مکتوب ہی نصف الملاقات

ارے ساقی ارے اے یار ہمدم — زمانہ اب ہوا پھر قصہ پہ برہم

ہمیں اس وقت تیرے ساتھ ہے کام — دے خط یار سے ہم کو پلا جام

نہیں عاشق کے طالع میں آرام — کہ یکدم حسن ستی برلاوے کچھ کام

ہے دشمن عشق بازوں کا جہاں سب — سراسر یہ زمین و آسماں سب

فراق و حزن و غم سب مستعد ہیں — ذرا قابو کے اوپر متفق ہیں

کہا مورے سے یوں وہ مہر بے تاب — کہ ہے حسن کا جدائی سے جگر آب

کہ جب وہ سرو آزاد جدائی — دکھا شہ جعفری سے بیوفائی

لکھا تب نامہ اس دم یار کے تئیں — بلایا الغرض دلدار کے تئیں

ورق تھا پردۂ دل اس کی خاطر — بنایا پسلیوں سے خط مسطر

ہوا اتمام جب وہ نامۂ غم — لپیٹا پردۂ سینہ میں اس دم

سویدا کی کیا تھا مہر اُس پر — کہ کھودا تھا جو اُس میں نام دلبر

بلا کر آہ کا قاصد شتابی — تھمایا اُس کو با صد اضطرابی

چلا اس باغ میں جب قاصد آہ — دیا شمشاد کو وہ خط دل خواہ

'سامی' کئے ہیں پھول جو یہ شہر' طاہرا
اہل 'نزار' سے اونچہ صنعت نزار ہے

الحال که در خجسته بنیاد آمد، راقم سطور از ملاقات مثنوی جمیلی نمونهٔ سرور المحبت و آن خلق مجسم هم نکات و مراتب روحی افزاے کلمهٔ خاکسار به عزیزے بایں حسن خلق و آشنا پرستی و کمالات، زمانهٔ ناقدان بس کم دیده، حق تعالی سلامت دارد "قصهٔ سرو و شمشاد" قریب هفت هزار بیت بزبان ریخته موزون کرده بود، در اختتام نسخهٔ مذکور صاف نسخه نمودنی رفت، مگر چند اجزاے اول از جائے گمست افتاد، باز از سر نو در تصحیح نسخه سرگرم است، در نامهاے سوال و جواب سرو و شمشاد قیامت برپا کرده، و پایهٔ معنی تلاشی بعیوق فلک رسانده - نظیر نسخه دل خواست، بقلم می آید، و قصهٔ "طالب موهن" که در عم "قصهٔ لعل و گوهر" عارف الدین خان 'عاجز' گفته است، بسیار ملاحت دارد لیکن "بسرو و شمشاد" نمی رسد —

خلف 'سامی' میرزا فضل الله مشتهر بمیرزا هدایت الله که در شیوهٔ خوشنویسی نظیر نداشت، بداروغگی کتب خانه و جواهر خانه و خوشبوی خانهٔ محمد اعظم شاه، علم یکتائی افراشت بعد رحلت اعظم شاه ترک دنیا کرده منصب فقر گزید - والد بزرگوار 'سامی' در عهد نواب مغفرت مآب بعلو پایهٔ تقرب و عطاے بخشی منصب ممتاز امیران بود که ناگاه آن

* انهیں

مرے دل پر چمن کے سب نظارے   ہر ایک قطرے سے بن رہوں انگارے
مرے بن باغ کی ساری عمارت   مجھے ہے مثل ناسوروں عبارت
نہیں مستی ذرا یہاں تاک کے بیچ   رہا ہے غنچہ کیا اب خاک کے بیچ
صراحی سرو کی خالی پڑی ہے   یہ قمری غم سے دل کالی ہوئی ہے
نہ بلبلا ہم سخن میں مرد اہوں گُڑگُڑ   گئے ہیں سرو کے بھی ہاتھ اُڑ
جگر لالے کا غم سیں داغ ہوگا   برنگ شعلہ سارا باغ ہوگا
یہ نافرماں سبھی رو بن گئی ہے   بنفشہ دل کے کھالی بن گئی ہے
ہلاک اِسقدر ہوا ہے مثل صد برگ   ہر رگ زرد پھلے ناول مرگ
نہ دیکھے جو شب غم میں اُجالا   گل شبو کے انکھوں پر ہے جالا
ہوا ہے آشکارا نہیں ہے پنہاں   لباس دیدۂ نرگس سے یرقاں
خزاں سے جان بلب خوردوی ہے   چنبیلی ساری مدہیں سپوتی ہے
گلوں کا اُڑ گیا ہے سر بسر رنگ   رہی ہے عیش کی مردنگ ہو دنگ
دکھا آشوب کا ادس لکد کوب   گیا ہے ڈال عنکبوں ڈال میں ڈوب
طنبورا سر گراں ہوکر گیا لیٹ   نہایت ڈھول کا دکھتا ہے اب پیٹ
ر بس دیپک سے دھڑکا دل کا کارن   خدا یادوں عشرت سے ہے قانون
ہوا دمرے بہا غم کا جو ملہار   چلا ہے عیش کے ملہار ملہار
خوشی کا جو اُڑا طاؤس سارنگ   لگے ملنے کف افسوس سارنگ
غم دوری کا آیا کاں سے یہ دت   کیا عشرت نے سوراں کا جو پیت
جگر میں غم کے دیپک کی لگی آگ   خوشی کی دور( )پورب گئی بھاگ
جہاں تک راگ تھے وہ بیرنگ ہوگئے   خوشی و غم کے سُر سب دنگ ہوگئے
گئے سب راگ اُڑاتا رہا ہے   غم ہجراں کا یہاں گاتا رہا ہے
ہجوم غم کا گلشن میں ( )   دو دامی چشم بلبل کی گئی پھٹ

دیکھی جس وقت اس نامے کو دلبر
رکھی تسکین دل کو اپنے دل پر

رگ شریاں کی انگلی ساتھ کھولی
ندامت اُس پہ ہونا تھا سو ہو لی

لکھا تھا اس میں یوں مضموں نہایت
جگر سے دل تلک تھا خوش سہاتا

کہ اے شمشاد باغ بے قراری
گل رنگین بہار غم گساری

پس از آداب ہوں بے قراراں
کہ جس کے ہجر سے میں ہوں اشکباراں

دو ابرو کو سلام اس بد حشم سے
نگہ کو دیدہ بوسی چشم نم سے

جواب سے بوسہ وو رخسار کے تئیں
مقدس مصحف دیدار کے تئیں

یہ بوسہ ہے وو وحشی دل کو آرام
مبارک ہو اس کے تئیں بوسہ دینے پیغام

دعائے طول عمر ہر سر مو
قدم بوسی سے پہنچی طرف گیسو

بہار عشق بار حسن کو ہے
طریق بندگی سب روبرو ہے

ہے تسلیمات دل آرام جاں کو
سو معنی سو کمر نازک میاں کو

رکھا میں نے اُدھر یہ گفتگو سب
کہ ہے یہاں آرزو اب عرض مطلب

ہمیں شکوہ فراق ہجر کا ہے
زمانے کا یہ خاصہ آشنا ہے

یہاں میں کیا کہوں یہ ہجر بے دین
زمانے کو کہا ہے نادواں ہیں

کہ آ سکتیں نہیں آرام ہر دم
غرض اس کا یہی ہے کام ہر دم

کہ حسن و عشق کے ہونے سے یکجا
پڑے آنکھوں میں اُس کے سنگ خارا

(یکجا دیکھ سکتا
کھرا کھوٹا و لیکن دل پر کھتا

کہوں کیا تجھ کو اے شمشاد قامت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت

جدائی سے ترے مجنوں ہوا دل
برنگ طفل دل پر خوں ہوا دل

ترے بن کیا کہوں اے مایۂ ناز
خوش آیندہ نہیں بلبل کی آواز

اگرچہ مجھ بنا میں باغ میں ہوں
سراپا لالہ مثل داغ میں ہوں

پلاتا ہے ہمیشہ مجھ کو لالہ
شراب غم سے بھر خونیں پیالہ

سبھی گل یہاں تو نافرمان ہی ہیں
یہ چشمے نوح کا طوفاں ہی ہیں

پڑھے جو سر بسر سارا یہ مضمون   ہوا بے اختیاری سے جگر خوں

نامۂ سوسن کہ در جواب نامۂ سرو نوشتہ

سیا ہے حال کے مژگاں کا خامہ   فکر کر یوں لکھے ہے شوق نامہ

ورق پر پردۂ دیدہ کے ہے داب   جدا آنکھوں سے کرکر پردۂ خواب

کہ اے سرو گلستان محبت   بہار معرفت و جان محبت

نہیں از عرض بیمار بے قراری   طریق بندگی و جاں سپاری

دو ابرو کا سلام اس دم ہم کو   نگہ کی دیدہ بوسی چشم نم کو

ملی لب سے ہمدوشی کو بوسہ   بغل گیری ' ہم آغوشی کو بوسہ

دعائے "مئی عمرک" الا کے تئیں   مصافحہ ہے ہم ناگاہ کے تئیں

جواب ہجر کو تسلیم 'جاں' ہے   کہ جانہ وصل کا ہم آشنا (؟) ہے

بعد از اشتیاق ازحد افزوں   بیاں وجہ اسکے جگر خوں

کہ میں ہوں شہر بند خانہ غم   بنی ہوں خلق میں افسانۂ غم

میں وہ بلبل ہوں جو اِس فصل نے بیچ

پڑے ہجری میں ہیں وصل کے پیچ

(   )   یہ مضمون رنگ ہے سحر قفس تنگ

خزاں اس ہجر کی پھر کہاں سے آئے   کہ گلشن وصل گل پل میں لٹائے

خوشی کاں ہے ہمارے یہیں چمن کی   کہ یہیں ہو گی خبر اپنے بدن کی

لگی ہے آگ گلشن کے گلوں کو   جلا ڈالے جا ساں نے بلبلوں کو

ہمیں کیا جاؤ جل کرباغ و بستاں   کہ ہے کنج قفس ہم کو گلستاں

طیوروں کو عبث دیتے ہو آزار   سنے ہیں ہم ہم نشاں کے بسیار

عجب کچھ ہجر کا ہے اے جدا مرض   مرے ہر عضو کو ہیگا جدا جدا مرض

جدائی سے ترے اے سرو یکتا   ہے سودا میرے ہر مو سوں ہویدا

( ) جیسا جوہر سرو چمن ہے   گلے میں قمریوں کے طوق غم ہے

عوض سرخ چھن کل داغ ہونگے   ( ) سب گل داغ ہونگے

ہوئے ہیں بے تامل سربسر گل   مشابہ شمع و گل، پروانہ، بلبل،

خصوصاً آہ میں ہوں اپنے حال پر دنگ   کہ ہے مجھ پر زمیں تنگ، آسماں تنگ

کہوں کیا نہ دل تنگ ستم گار   کیا ہے زندگی سے مجھکو بیزار

نہ جنگل میں مجھے ہے طاقت و تاب   نہ گلشن میں مرے رہنے کا اسباب

جنگل میں خاک اڑتی ہے کہوں کیا   چمن میں آگ لگتی ہے کہوں کیا

نہیں کوئی انیس و یار و ہمدم   نہیں کوئی رفیق و مونس غم

جسے دیکھا سو دو تا و کا ہے یار   جسے دیکھا سو عند الغرض مکار

خدا جانے کہاں ہے یار جانی   کہ نا ہووے انہوں سے بدگمانی

یہ ابنا ے زمان مثل زمانہ   عداوت کو ہیں جو یا بے بہانہ

رہیں اُن کے سرشتوں میں وفا ہیں   بنا حق یک ذرا میں آشنا نہیں

کہوں میں جعفر شہ نے کیا کیا   نہ مال و ملک سے اُس کے لیا کیا

کیا میں اُس کے حق میں کیا برائی   جو مجھ سے یوں کیا ہے بیوفائی

نہیں آسودہ نعمت و تاج کا ہوں   نہیں مشتاق اُس کے راج کا ہوں

مرے ملکوں میں میرا نام ہوگا   مجھے اس ملک سے کیا کام ہوگا (۹)

و لیکن واسطے تیرے اے دلدار   یہاں آیا ہوں، بے طاقت ہوں، ناچار

مجھے تجھ عشق کا جو راج ہوگا   زمیں تجھ سے اوروں کو لا تاج ہوگا

زبس تجھ عشق کا میں رہنما ہوں   جہاں ہوں وہاں شہ ملک وفا ہوں

تری خاطر سہی ساری جفائیں   اگر ہیں تجھ میں کچھ طرز وفائیں

تو جلدی سے مرے نزدیک آجا   کہ پاوے راحت دل جان شیدا

وگر آتا نہیں تو صاف لکھو   و لیکن کرکے کچھ انصاف لکھو

یہ بادل دیدۂ برسات برسے
کوکے کو پپیہا برساتی بولے

نہیں برسات دیکھے ہو پیارے
کہ دو آنکھوں سے رو دیکھے ہمارے

ہماری آہ کی سردی سے کاتک
؟ آ جاڑا ہوے کا تک

جو اساں آہ کے ہر دم لگاویں
دوالی کی یہ مشرب اُس میں پاویں

اگر ہوگا ہمارا یہ دم سرد
لیے صورت خزاں کی یہ گل زرد

یہ دیکھو آہ سے ہے ماہ پوس کی شکل
بنی سردی دل سے دوس کی شکل

دساں سے کہا یہ کر یہ سردی ماہ
بنے ہیں ماہ میں ہم صورت کاہ

ہمارے زمہریر آہ کی یہ
دکھانے خلق میں سردی ہو رخ

جو دہاکیں برہ کا بھکوا سچا وے
دو آہ گرم سے ہولی جلاوے

بسلتی ہوش میں دل ہوئے ہم
تڑپ کر ہجر کے بسمل ہوئے ہم

برہ کے دامن دل کو لگی آگ
جلا ہولی لگے ہم کھیلنے پھاگ

یہ سہرا رسم ہے ہولی مشہور
کہ ڈالے خاک سر پر ہوویں سرور

جگر کی آگ میں ہولی جلاویں
بہار عیش کو ہم غم میں پاویں

ہمارا دیکھ کر سامان ہولی
اُٹھا نے شور کر طوفاں ہولی

چمن میں واجتہ بہلی ہے بہ راگ
جنگل میں ٹیسوؤں کے منہ لگی آگ

ادھر سے باد لیتی ہے ہلکورے
اُدھر سے جھاڑ کھاتے ہیں جھکورے

شہاب آنسو ہیں پچکاریاں ہیں
جہاں میں ان سبھی جوں باریاں ہیں

ہماری ہولیوں کی ہے عجب دھوم
کہ برسے اشک رونے کی گھٹا جھوم

ادھر خاک ہم ملتے ہیں منہ پر
لیے پچکاریاں یہ دیدۂ تر

کہاں ہولی کدھر کی بات بولوں
میں اپنے غم کو کس کے ساتھ بولوں

مہوشا چاہت کا ہم دل جلوں کو
کیا ہوگا جراتی بیا چکوں کو(؟)

دکھائے ہم کے اڑتے ہیں ہر ایک طرف
بگا مدہ دامن صحرا نہ یک طرف

اگر بیساکھ ای ہے کیا تماشا
کہ ہے اس میں جدائی کی علامت

یہ سودا ہوا پرے ہر یک موسے دیکھو | پریشانی دل گیسو سے دیکھو
ہوئی ہیں کاکل جو ہر یکدم پریشاں | نظر میں مرے ہے عالم پریشاں
شکست طرۂ گیسو نہ پوچھو | شکنج تار ہر یک مو نہ پوچھو
دو ابرو یار سے ہم پشت خم ہے | ہلال گور دشمنی یہاں علم ہے
زمیں میں روز و شب مشغول دیدار | مژہ کو منتظر ہیں دونوں میں بیمار
دو مژگاں ملتے ہیں تیغ اے افسوس | دو دل میں چشم بیماری کو محسوس
رخ گل گوں پہ ہے صفرا کی زردی | وہ اگو آہ کی ماتی ہے سردی
حرارت سے مرے دو لب ہیں جو سی | عیاں ہے اس سے یہ انکی دوری
مجھے ہے یہاں تلک ضعف نزاکت | نسیم نالہ کی بھی نہیں ہے طاقت
نزاکت کا لگا اس قدر تیشہ | کہ مثل کاہ کی اب چھپتا ہے ریشہ
دہن ہے ناتوانی سات معدوم | کمر ہے ضعف سے یک شکل موہوم
اثر یہاں تک کرے ہے ناتوانی | نگاہ گرم سے ہوتا ہوں پانی
زبس ہر آن ہی مجھکو ادا سے | ہر یکدم ہے مرے نینوں نا رحماسے(؟)
مری جب آہ کا اٹھتا ہے گھنگھور | اڑاتا ہے دھار سے بھاگ جیوں چور
پلک آنسو سے برسا روکتی ہے | پکارے مر ر کویل کوکتی ہے
ندی آنسوں کی بہہ در در پکارے | تو بوند کے تھپیڑوں جھنکر چنگھارے
ہوئے رونے کا جب میرے پکارا | سجے ساون کے آنے کا نقارا
یہ بادل آہ کے اُمڈیں جہاں پر | گھٹاکارا (؟) چھویں سب آسماں پر
یہ ساون اشک کی جھڑیاں لگاویں | بوتک رونے کا ہم ملہار گاویں
مرے آنسو میں ساون کے ترورے | اُمنڈ آتے ہیں برسا کر دڑوڑے
یہ بادل دیکھیں جو برساں آیا | کہیں چل اب بھمیری ساون آیا
مرے رونے کا بھادونگا جو بادل | گرجنے کو لگے جوں دم ہو بے کل

ہر یعنی یہ زمانہ کیا بُرا ہے | بُرا دور جدائی سخت یہ جدا ہے
ہوئی جو سرو کی آخر ایسی بیداد | ہماری کچھ ہوئی الفت نہ بنیاد
اگر پھر جب اُس کے یہاں جاؤں | تو پھر اس جان کو کیا منہ دکھاؤں
یقیں بہتر ہے اول اُس سے ملنا | پھر اس کے بعد رخصت ہو کے چلنا
یہ مضموں جب ہوا انجام سارا | لکھی آغاز اور انجام سارا
ہوا انجام جب یہ شوق نامہ | رہا خاموش بس لکھنے سے خامہ
لپیٹی زلف کے مانند پیک سر | کیا بس بند کی مہر اُس پر
اُسے واسطے کے دشمن سویدی پہ مکتوب | جلاوہ آنکھ سے کر اُس کو محبوب
قدم آنکھوں سے کر جلدی سے آیا | وہ نامہ سرو کے نزدیک لایا
بہانہ سر و آنکھوں کو لگا کر | کیا اُس پر نثار آنسو کے گوہر
ملک کی انگلیوں سے اُس کو کھولا | کُھلا آنسو کے رو اُس کے یہ رولا
پڑھا مضموں جب اُس کا ہوا دنگ | کہ بارے اس طرح کیا ہو گیا رنگ
لکھا تھا میں نے اس کے دشمن کہ آوے | یہ چاہا تھا کہ یہ قصہ سناوے
اُٹھی چاروں طرف سے باغ میں دھوم | کہ ہے کس واسطے یہاں سرو مغموم
ادھر سے عشرت عشق ہمکنار | تھمک نزہت بے تاب جو بہار
دکھایا اس طرح سے بیقراری | کہ کاں ڈنک جس سے کرنا ہے زاری
تم اس دم پہ سمجھانا بے مدارا | کرو کچھ حیلہ جیسا میں آشکارا
ہوا جب اس طرح کا نامہ طیار | بلایا جلد پیک شعلہ رفتار
دیا نامہ زباں سے ہو کے گل ریز | کہا یہ شمشاد کو یہ آتش تیز
ہوا اس خط کو لے جب پیک راہی | دیا سر اور اُڑا مثل ہوائی
ادھر سے سرو نے سایہ میں پرویں | مرصع تا رکھا شمع پر پر زریں
جنوں سے اُس کے قصہ موج مارے | نگہ جوئی ہمسری کی فوج مارے

مرا جی جل گیا ہے آہ اگن میں — نہیں بہوں ہائے طاقت جان و تن میں

جہاں میں دیکھو سب ہے بس آگ ظاہر — نہ ہو لارا الا کا دیکھو سرا سر

عجب ہے یہ مہیلا جیتہہ کا ہائے — دل غمناک میں آتش کو سلگائے

مرا جب ناؤں دل ہووے نہ گرم — دو اس دم جیتہہ کو دیتی آوے ہے سرم

اگن سمجھہ ناوے دل کی ہے کچھہ اور — نہ تھا جیتہہ دورج بڑا ہے چور

کہوں میں کس سے اپنا حال یارب — نہ رہے ہے جو کچھہ حال یارب

میں اپنے بخت پر روتا ہی اسی دم — کروں ہوں نہ مصیبت ماتم ہم

نہال خشک کو دیا آب باران — دیا دنیا بہتہ دوں کو راحت جان

دیا دنہا شعلۂ ہجران کبہی آب — دیا دنہا دل کی دنیاسی کا اسباب

کہ یکدم دل نے پایا کچھہ تو راحت — ہوا تازہ دلی داغ جراحت

اُٹھا یا جوش یہ جب عشق بیرنگ — گرا پتہر کے اوپر شیشۂ رنگ

اٹھے ہیں پردۂ ناموس کو چیر — حیا کی دہی ولے پاؤں میں زنجیر

اُلجھہ کر پاؤں میں مجکو گرائی — گری ایسی کہ پہر سر نا اُٹھائی

کری کیا اُن نے مجہہ سے دشمنی آج — حیا اور شرم کا گہر ہووے تاراج

جہاں ہے عشق وہاں شرم و حیا نہیں — نگاہ دور بیں، عقل رسا نہیں

ولے میری یہ عقل بے حیا ہو — ہوی اس وقت میں شرم و حیا جو

ہزاروں بار عشق اُس کوں دکھایا — ولیکن بے حیا ایسی نہ پایا

کہ پہر مغلوب سیں ہوتے ہوں دائم — ہمیشہ اُس کا یہ ہے کام دائم

مری اب عقل عقل عشق بن گئی — سدا ہے اُس کے دہن اور اسمیں کئی؟

تسہیں کہیے (؟) عقل عشق یہ بات — کرو تم کام اب مغلوب کے سات

ملو اول تو سلطان جعفری سے — محبت سے یا صلح زر گری سے

پہر اس کے بعد اس سے لے کے رخصت — چلوں گے مل کے ہم تم با فراغت

گر ہووی ہوں میں رخصت طلبگار — دو میرے سے دو یوں کہتا ہے لاچار

اگر ہے حسن بے پروا طبیعت | ہے بے پروائی اُس کی خاص عادت
نہ بھولو صورت زیبا کے اوپر | نہ بھولو حسن بے پروا کے اوپر
کہ یہاں ہے غیرت عشق خدا کار | ہزاراں ہے دکھوں میں بے پروائے گلزار
تم اپنے حسن پر مغرور مت ہو | وفا کی راہ میں یوں دور مت ہو
سدا یاں میں حقیقت سہتیں صاف | کرو انصاف تو ہے یہی الطاف
وگر تم میں نہیں وہ رسم چاہت | ملامت پھر یہ اوا سبھی جدا ہے
لگے ہم اب سلام رخصتانہ | رہا وارستوں کا یہی بہانہ
اُٹھا دل لو اور گل کا اُٹھا پت | ہوئے ہم بلبل گل گلشن سے رخصت

ایں چند گوہر آبدار از درج افکار "ساجی" است —

بلبلاں کے طور ہم میں نہ رہے ہم بھی روتے ہیں
آنسو پہ ایک بار میں ہی دے دیے ہیں
بلبلوں کو بجز اشک سے کچھ فائدہ نہیں
مرغ آنسوں کے پر کہو کس نے بھگوئے ہیں
دل کے چمن میں داغ ہوئے ہیں ہزار گل
ہم نے بھی ایک داغ میں لالہ کو بوئے ہیں
پر ہیں گلگوں گلستاں میں پھر آئی ہے بہار
کس تجمل اور نزاکت ساتھ آتی ہے بہار
عندلیبوں کی دعا کئی دن میں اب ہوئی مستجاب
ہوں سے ان کے ہر یک گل کوں ہنسادی ہے بہار
غور کر دیکھو چمن میں یہ دن ہے گل مہندی کا جوش
یہ حنا گلشن کے ہاتھوں کو لگادی ہے بہار
دیکھ زندہ ہو شہید عشق کا ہر سال میں
سبز چادر قبر مقتلوں پر چڑھادی ہے بہار

چلا وہاں سے وہ لیکن سر و بیتاب — جگر پر آتش و تو چشم پر آب

لیا یہ راہ ملک نا برادی — کہ وہاں مجنوں کی گم ہوگئی تھی وادی

ولیکن قاصد نے جس دم خط دلدار — دیا اور یوں کہا رخصت ہے اے یار

سمجھ شمشاد جل کر ہوئے انگارا — ارا دل جیوں ؟ کا سارا

دل نا شاد سے اس خط کو کھولی — کہ پھر آنسو کے وہاں بھر پور رولی

لکھا تھا سرو نے اس شمشاد — کہ اے شمشاد تجھکو آفریں باد

کدھر گئی وہ محبت کی صفائی — کدھر گئے وہ طریق آشنائی

کدھر گئیں ہائے وہ الفت کی باتیں — کدھر گئے ہائے وہ شیریں نکاتیں

کدھر گئی وہ نگاہ الفت آمیز — کدھر گئی وہ نگاہ فرحت انگیز

کدھر گئی وہ وفا کی بات افسوس — کہ کرتے تھے ہمارے سات افسوس

یہ معشوقوں کی طرز بیوفائی — کریں قطع اس قدر آشنائی

جگر ان بیوفاؤں سے جلا ہے — نہایت درد غم سے دل ملا ہے

( ) — نگاہ سحر سے جادو کریں گر

جب آیا دام میں یہ دل کا آہو — دوست کرتے ہیں اسدم فکر دارو

تو پھر ان کی نظر میں مثل نہیں ہے — کہ گویا ان تلوں میں تیل نہیں ہے

خصوصاً عورتوں کی کج ادائی — کہ ہے مشہور اُن کی بیوفائی

ذرا اُن کے سرشتوں میں وفا ہیں؟ — کوئی اُن کی طرح نا آشنا نہیں

جو عورت ناقص العقل و دین ہے؟ — وفور اس سے جہاں میں نا یقین ہے

گیا سر پھوڑ کر فرہاد اس سے — ہوئے بہتوں کے جی برباد اس سے

جو دیکھی عورتوں کی ہم نے یہ بات — اُٹھائے صدموں سے اُن کے ہم ہات

اگر تم ہو تو تم بھی بیوفا ہو — محبت کے سخن میں نا رسا ہو

تمہاری ہم نے الفت خوب دیکھی — محبت میں بہت معیوب دیکھی

ہے جدھر گلشن میں اب ز بس کہ لاوے گی بہار
بلبلوں کے دامن رنگ گل کو ہتساوے گی بہار
دم غنیمت ہے ارے گل دیکھ لے دو دن کے بیچ
جس طرح رنگ حنا ہاتھوں سے جاوے گی بہار

باغباں ہم سے تو کیوں دلگیر ہوتا ہے عبث
ہم نہ آئے کیا کریں ہم کو بلاتی ہے بہار
ہے سخن سرسبز ان کا عندلیبوں پر تمام
طوطیوں کو آرسی شاید دکھاتی ہے بہار
کرکے روشن تختۂ گل کے چراغاں باغ میں
بلبلوں کو روز پروانے بناتی ہے بہار
یار اس موسم میں بہتر اس واسطے جانا ہے جی
دشمن جانی ہماری کاں سے آئی ہے بہار
سبزۂ و گل اور باغ جہاں سے اے 'نامی' تمام
فرش بوقلموں زمیں پر کیا بچھاتی ہے بہار

عندلیبوں کا چمن سے دل اُچٹ جاوے تمام
آج دیکھیں گو ہماری شعر خوانی کی بہار
وقت پیری میں فلاطوں نے کہا 'نامی' سے یوں
سب سے بہتر ہم نے دیکھی ہے جوانی کی بہار

بلبلوں کا دل چمن میں کس طرح سے جا لگے
یہاں کے لڑکوں کے بغل میں ہے گلستاں کی بہار

سو پریشاں اُڑتے ہیں آنکھ اوپر   جوں مچھے بستے ہیں جالوں میں
آرسی دیکھ کر یہی کہتی ہے   جوں روئی ہے دھرے گالوں میں

سرو جب بھاؤں تب یار کی پا ہے سب
ہنسیے ہمیں گل اور اُس پر مسکراتی ہے بہار

کو بہیں ہے سرو دیوانہ تو موج آب سے
پاؤں میں کیوں اُس کے زنجیریں پڑواتی ہے بہار

گل نہ شبنم نہیں ہے یہ بلبلوں بدا کے واسطے
نکہت باروت پر موتی جماتی ہے بہار

آخرش وو ہی خزاں اور وو ہی پامال عدم تب
کیا ہوا دو دن اگر گل کو ہنساتی ہے بہار

لالہ نہیں ہے باغ میں' اُس یار باد و ساں کو دیکھ
پھول سمجھ داغ دل اپنا دکھاتی ہے بہار

تھمتے ہیں شعلۂ گل کے اُوپر ' ہیں بھنورا
بادلوں کے پاؤں کو شادی چلاتی ہے بہار

جب چمن میں وو مرا گل دھوم کرتا ہے سیر
دیکھ کے دشمن اُس کے نرگس بدلاتی ہے بہار

میرے بادرساں لالے کو چمن میں دیکھ کر
دوستو میں اپنی یہ پھولی نہیں سماتی ہے بہار

گلبدن ' نسرین وفا ' نرگس نین ' کاہے کہ اب
میرے سے اُس کی ندا کیا مفت جاتی ہے بہار

اس بسنتی پوش کے آنے کے بیچ
کیا گلال و رنگ ٹیسو کو اُڑاتی ہے بہا

'سامی' اس موسم میں اب مانند مظہر لاعلاج
" ہم گئے ہیں دو نہ اور دھوم میں مچاتی ہے بہار "

ترا بندہ مخمس ہے نہ دیواں خدائی کا
سخن تیرے دہاں کا ہم کر دو عالم زلالی ہے
دوں ان افراد انسانی میں وردوں فرد ہے ارس
ترے ابرو کا مصرع بیت دیواں ہلالی ہے
وہ بندہ ہنر کا' دستخط ہم سا ن' کاں ملک دولوں
مجھے تربیع بلند بار سے سہ ربن معالی ہے
ہمارے مسواد شوق کا شعلہ ہے داں دکھ گرم
شرار داغ ' ابراہیم کے گلشن کا مالی ہے
رباعی چار ابرو حسن کی جوں خط کیا نادر
کہ اُسکو دیکھکر ڈالدرے اب کچھہ سدہ سنبھالی ہے
ہوا ہے رنگ کاہی' سبز مژگاں' اشک کا بارس
سبھی مجھہ طرف بحمیس ہوائے برشکالی ہے
دم وحشی غزالاں کو بھی اس بیت الغزل میں اب
قسم مجنوں کی' کیا پابندی و الفت سگالی ہے
مبارک ریختہ کی یا ہے حاتم ابلہ کام اس کا
مرے اس ریختے کی طرح گرچہ لاابالی ہے

پہنچے کسو طرح خبر اُس گل کے کاں میں
بیٹھا ہوں وقت صبح کتابت صبا کے ہات
آساں نہیں ہے یار کے پابوس کا خیال
اے دل اگر یہ عزم ہے پس جا حنا کے سات
مجھکو جلا کے خاک کرو سرمہ کی مثال
شاید لگاوے آنکھہ میں وہ توتیا کے سات

دیکھہ وو چال کال در ساقی خوب ہے اتفاق حالوں میں

ہوا ہے دام کی دم بھی ہوا آہو نہیں جستا ہے
مری وحشت کے زخم دل کو سہتا ہو کے سہتا ہے
ہوئے ہیں سرخ رو معشوق رنگ زرد عاشق سے
عنادل کا لہو گلشن میں شاید گل ہی پیتا ہے
چھٹکارا تھا زحمت سے میں ہوں کے یہاں نہ آئے میں
سکوں سے اٹھا جاتا ہے پھر ایسا کیا دل میں چبھتا ہے

جو قدرداں ہیں سو کہتے ہیں تو عنایت ہے
تمہارے نزد اگرچہ نہوں بے وفاؤں میں
صنم کی جلد سواری ہے مرکب رہوار
اے آہ خوب تو پہنچی جلوت داروں میں
یہ بلبلوں کو تو کانٹوں میں کیوں لٹاتا ہے
اے باغباں نہ پرو گل کو آج ہاروں میں

توں آپ میرے حال پہ کر رحم ورنہ اب
کاں ایسے اہل دل ہیں جو میری خبر کریں
اے گل تو جان صحبت بلبل کو مغتنم
ہے خوشنما چمن میں جو یہ سور و شر کریں

اگرچہ سروقد مصرع یہ تیری فکر عالی ہے
ہماری آہ کے قطعے میں بھی مضمون حالی ہے
پریشاں صورت و معنی میں ہے بحر طویل زلف
برنگ موج دیکھا پیچ بحر پرتگالی ہے

ارے اے بے قرار و شعلۂ خو مت بن سرکش یوں
جلاؤ دل کے تئیں مانند کدھی اگر ہو جاوے
مصوّر کھینچتے گر تصویر نہ سب میری شکل اے قاتل
عجب نہیں ہاتھ میرا وہاں بھی دامن گیر ہو جاوے

چاہ ذقن کو دیکھ مرا دل گیا تھا ڈوب
زلفوں نے تیری کس کے اُسے کھینچ لیا ہاں
نہیں ساحر آنکھیں تیری دو دل مارلے میں کیوں
اس طفل دل کو کر کے اشارہ بلا لیا ہاں
نہیں عرض پہنچی ہے کہ دونو نے کیا کرے
ہو کر نثار گھر کے، بتا دیا ہے دیا لیا ہاں

نہیں چراغاں قبر معشوقاں پر چلو تم دیکھ لو
آتش دل سے ہمارے سب یہاں تک جل گیا
واحد یک آن یعنی سرو پر جب آہ کے
جامہ جا کسر ہوا، طوق گریباں جل گیا
"بشنو از نے چوں حکایت می‌کند" اے مولوی
عشق کے آتش سے ہی سارا نیستاں جل گیا

عاشق ہو ہمیں اے دل بدنام نہ کرنا تھا
کیا کام کیا تو نے یہ کام نہ کرنا تھا

تعبیر میری غیر خموشی نہیں ہے کچھ
وہ خواب ہوں کہ خاطر دل سے رمیدہ ہوں
'سامی' نہ پوچھ حال کو میرے عبوس رہ
القصہ ہوں سو ہوں، غرض الفت رسیدہ ہوں

مرے محبوب کے جلوے کی سوتے نقش پیچاں ہو
اُدھر بجلی تڑپتا ہے، اِدھر بدلی برستی ہے
حقیقت اس دل بریاں کی سن اور چشم گریاں کی
ادھر پانی برستا ہے، اُدھر آتش برستی ہے
کہو یہ عود دل آ کر جلتا ہے سو کہاں جاوے
ادھر چلتر پلک مارے، ادھر تو زلف کستی ہے

ارے قاصد! مجھے کر دیجو تا ہمراہ یوں لے چل
کہ میں حیراں ہوں یہاں مر رہا ہوں وہاں مکتوب جاتا ہے
مرے دیوانے دل کو دیکھ 'سامی' کہتے ہیں طفلاں
یہ کبھی جوب جاتا ہے، یہ سہرا جوب جاتا ہے

سدا میں سرو کے سائے میں گل پر رہ مرغاں کو
سوال فاختہ کو کو، جواب قمریاں ہو ہو

کیوں نہ ہوئے دیوانگی کا جوش حیرت سے مجھے
میں دوانہ اور گلے میں یار کے زنجیر زلف

چمن میں اس صنوبر قد کے بن 'سامی' کے رونے سے
کیا گل نے گریباں چاک، بلبل یوں بھی ماتم کر

مطابق گر تری تدبیر کے تقدیر ہو جاوے
تو کیا اس شیشۂ دل میں پری تسخیر ہو جاوے
مرید اس سلسلے کا زلف کے ہووے اگر سنبل
بنا ہے دیکھ سحروں میں گلوں کا پیر ہو جاوے
مرے دیوانۂ دل کی کروں گر وصف کو انشا
قلم سبھی جو لکھے حرف سو زنجیر ہو جاوے

دیکھو تو اندر کو اگر داغ کا ہے دل میں غرق
سنبل و سرو و گل و غنچہ خنداں یہاں ہے
'سامی' اس خوف نہ کر زلف کی گو ہے شب تار
چہرۂ یار بنی شمع شبستاں یہاں ہے

دل دیکھہ تیری چشم فسوں میں مبتلا ہوا اے شوخ چشم آنکھہ کا جادو چلا ہوا
جوئے فراق خوں شہیدوں سے بہ چلی میداں دیکھہ گلی ۲ مقتل کربلا ہوا

خوف لگتی ہے زلف میں کنگھی کہ کبوترا پھنسا ہے ماروں میں
شکر للہ کہ یوں کہا صیاد ایک ''سامی'' نہیں ہے شکاروں میں

کاش تک کوئی فراق میں تیرے جیا کرے
نہ دلربا کے تیرے وفا ہی وفا کرے
کھا وے کہاں تلک کہو ہم کی غذا نہ دل
پانی کی جاے گھونٹ لہو کے پیا کرے
قربان ہوں میں نام نہ اُس کے ہزار بار
جو کوئی تیرے نام کو ہر دم لیا کرے
دل میرا بے ادب ہے بن اب اُس کو کیا کروں
تیرا نہ لیوے نام تو پھر کیا کیا کرے
برسوں ہیں میری آنکھوں سے ساون کی سی جھڑی
جس وقت میں یہ پانی پپیہا پیا کرے
دل کو حوالے زلف کی ناگن کے کر دیا
'سامی' بغیر کوں نہ ایسا ہوا کرے

مخمس

جس وقت تم جمال کو اپنے دکھائے ہو
زلفوں کے دام میں دل وحشی پھنسائے ہو
ہجراں کی اور وصل کی لذت چکھائے ہو

سنبلوں کے رُخ پر دیکھو عجب شادی ہوئی
ہم سے کہتا ہے عبث قاتل کہ بیدادی ہوئی
سوز کوکو کر رہی ہے پھڑک کر جا کی لباس
واحسرتا! کچھ داغ میں کمی پر تو فریادی ہوئی

طفل میرے اشک کا جس وقت میں گریاں اٹھو
حشر برپا ہووے اور نوح کا طوفاں اُٹھے

اگر وہ ماہ رو اب ان دنوں میں کم نما ہے تو
یہ آخر چاند ہے' غرہ بنا بے پر رہا ہے تو
مرے بیدرد نے دل کو باندھ کر زنجیر گیسو میں
مکرتے ہو کہ یہ مدت سے آپی مبتلا ہے تو
یہ دل گر پھر گیا کافر بتوں کی آشنائی سے
ارے 'سامی' تجھے کیا فکر تیرا بھی خدا ہے گا

سنبل ہرا اور' کالا ہو کیا سچ' کہتا ہے شاعر سے یوں درد اپنا
چھوڑتی ہیں لہریں' دیکھا ہوں جب سے زلفوں کا بکھرے میں ناگ کالا
دوری جدائی میں رو رہا ہے 'سامی' سو آنسو بہتی ہیں گے آنکھوں میں اس کی
چپکے ہیں دن رات آنکھوں کی مردم پلکوں کی انگلی سے موتی کے مالا

سیر دریا کا اگر عزم ہے دیکھو آ کر
چشم گریاں میں مرے نوح کا طوفاں پنہاں ہے
اے سکندر تو عبث ظلم میں ظلمت کے نہ جا
یار کا دیکھ دہن چشمۂ حیواں پنہاں ہے
کیوں نہ یوسف رہے خوش چاہ میں ٹھوڑی دلبر کے
چاہ کنعاں تو نہیں چاہ زنخداں پنہاں ہے

سمجھو یہ گوش دل سے نصیحت حبیب تم
درد دلوں سے خلق کے ہو بے نصیب تم
کس طور سے بنو گے جہاں میں غریب تم
شاید ملے ہو اپنے سگوں سے رقیب تم
دل دار کی گلی میں یہ دوما مچائیے ہو

لاگے ہے آنکھ دل نے حوالی بہت کیا
دریاے غم کی لہر نے آغوش میں لے لیا
'سامی' کی بات ہے یہی تو جان لے پیا
طوفاں گر بتاں ہیں اگر دریہ تو تھا
جب سے کہ ہم نے آنکھوں کو سرمہ لگائیے ہو

میر محمد "سعدی" سعدی تخلص

ریختہ را ہموار می گوید و با حالت این تحریر نہ ہمین گلزمین بسر می برد با فقیر اخلاص می دارد یک ملاقات سرسری در ابتدائے رادست دادہ بود مرد سخن فہم و منصف دریافتہ شد حق تعالی سلامت دارد - این نمونۂ افکار اوست —

کوئی دہن کا ترے عاشق ہے کوئی زلفوں کا
کوئی دل جمع یہاں ، کوئی پریشاں یہاں ہے

مرا دل مبتلا ہے ان دنوں میں   سریجن پر فدا ہے ان دنوں میں

جب سنی وہ عین مردم مردموں سے دور ہے
مجھ کو آنکھوں کی قسم تو نظر جاتا رہا



بادل ابر و برق ہمیں رو رہا ہے ہو

ہم کو کبھی رلائیے کبھی تو ہنسائیے ہو

ثابت ہیں ہم جفا سے نہیں ہم کو اضطراب

اس دور ہجر بیوں کا کہاں تک کریں حساب

کیا کیا تمہاری زلف کے سہتے ہیں پیچ و تاب

گہ غمزہ گاہ عشوہ کبھی ناز گہ عتاب

کئی کئی طرح سے تم نے ہمیں آزمائے ہو

آباد شہر دل تھا سو ویراں ہوا تمام

دل بستگی میں صرف ہے آوارگی سے کام

آرام جمعیت کا گئے بھول ہم نے نام

بابت تمہاری زلف پریشاں رہے مدام

جس طور تم نے ہم کو پریشاں بنائے ہو

کس نے روا رکھا ہے یہ جادو جفا کے بیچ

یہ دل کیا ہے جس نے غرض ابتدا کے بیچ

دیکھو تری نگہ کی یہ باتیں خدا کے بیچ

بدنام کرتے ہو گئے مفت ہم حنا کے بیچ

بھر کے لہو سے ہاتھ کو مہندی لگائے ہو

ترچھی نگاہ ہم نے تمہاری پہچانیاں

نادان ہو کے باتیں کرو مت سیانیاں

عاشق کے حق میں خوب نہیں بدگمانیاں

ہم پائے ہیں تمہارے نینوں سے نشانیاں

یعنی ہمارے دل پہ بیڑا اٹھائے ہو

سید مردان ''مہر'' * تخلص

از تربیت کردہ ہائے 'ولی' دکنی است. مثال مسیحا انفاس در مردہ دلان روح تازہ از معانی رنگین می دمد، و طبع ہنر مناس سکندر طالبان را آب حیات سخن سیر می بخشد —

مدت ہو ہے کہ دور مسند پر میں   اتنا کے پوچھے سہ ملاحظہ کیا ہے
گر نہیں میرے جینے کے وارث   دل لگانے کا مدعا کیا ہے

این ابیات از ہر دو تذکرہ ماخوذ شد —

اُڑی روٹھے سے میرے ابرو کماں کی بھوں سے چین
کس طرح ٹھہرے کماں اس بارش و برسات میں

اپنی آنکھوں اُدھر نگاہ کرو   آہ منصور ہیں پھا کیا ہی

بس کرو زلف کو اکٹھی رکھو   کیا اسیروں کو مار ڈالو گے
ایک رسوا بہت ہے، شہرے کو   جمع کر کیا اجاڑ ڈالو گے

تل میں دل لے کے یوں مکرتے ہو   کہ گویا ان دلوں میں تل نہیں

مجھے زلفیں دکھا دیا تب تھا، میں نہیں پوچھا
اُلجھا اُس میں دل کا وقت شب تھا، میں نہیں پوچھا

باغ میں صرصر سے ہوتی ہے خزاں آخر کو دیکھ
عاقبت عاشق کی آہ اے گلبدن بر باد نہیں

سیتا رام ''عمدہ'' تخلص

عمدہ رنگین خیالان و سر آمد نازک خیالان است۔ مضامین فکر سوز و معانی دل پرور بسیار دارد، و مشاطۂ تقدیر ساخت

* (ن) تذکرۂ گردیزی —

باب العین

خواجہ برہان الدین ، عاصی ،

شاعر و مورخ عہد عالمگیر بود ، در سخن شناسی ید بیضا داشت ، و فکر رسایش بہار سنجی و رنگینی می نمود . این دو سہ گل از چمنستانش بر معتقدی ، نذر ، و فہیم علی خان می چیند —

چمن کے بیچ جو حسن دن شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی بھیڑ* تھی اور شور تھا ، غل تھا
حیراں کیا ان جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
دکھایا باغباں رو رو کے یہاں غنچہ تھا ، وہاں گل تھا

رات کو میں شمع کے مانند رو کر رہ گیا
صبح کو دیکھا تو سب تن اشک ہو کر بہ گیا

شاہ عبداللہ ، عزیز ،

عزیز مصر دارک جمالی است ۔ —

تڑپتا رہتی ہوں نوک کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھ تری ہل گیا ہوں میں
کان نمک ہوا ہوں ترا حسن سبز دیکھ
لونی تہ کی چوٹ سے لگی گل گیا ہوں میں

---

* (ن) فوج † تذکرہ کردیزی —

پھنسا کر آپ کو بالوں میں اِس سالک نے کیا پایا
پھنس کر بالوں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا
کہے کا یار سے اے دل ہم اپنا تو ، تو کیا ہوگا
دکھا اپنا شمع سے کچھ کچھ کے پروانے نے کیا پایا
نہ دیکھو خاکساری ہیچ کہ اے 'عمدہ' تو ہرگز
ملا کر آپ کو مٹی میں ویرانے نے کیا پایا

کسی کے سامنے میں ہرگز جلا سا داغ نہ تھا
مرے چراغ سا روشن کوئی چراغ نہ تھا
چمن میں کھینچ کے لائے ہیں گل رخاں مجھ کو
وگرنہ سیر چمن کا مجھے دماغ نہ تھا

نہیں آزادگی عاقل میں ، دیوانے میں ہو تو ہو
تلاش سوختن کس میں ہے ، پروانے میں ہو تو ہو

ممکن نہیں کہ جائیں ہم ان گل رخاں کو چھوڑ
جاتی ہیں بلبلیں بھی کبھو گلستاں کو چھوڑ
اے دل گلی سے یار کی کرتا ہے کیوں سفر
کیوں کر جئے گا ایسے سجیلے جواں کو چھوڑ
مرنے کے وقت یار نے مجھ سے کہی یہ بات
اے 'عمدہ' تو چلا ہے کدھر اس جہاں کو چھوڑ

دل ہمارا دشت ہاموں کا ہے دیوانہ ہنوز
مرچکے ہیں پر یہ جوش آتا ہے ویرانہ ہنوز

حکم کیا ہے اسے ، راتوں کو ترے کوچے میں
دل مرا نالہ و فریاد کرے یا نہ کرے

هنرمندش را در جاوید نام کشمیر حضرت نظیر منزل فرمود، و طبع فکر رسایش هزاران گوهر مضامین نادره و معانی دلچسپ در سفینۂ 'نغمہ' نگسترده در تذکرۂ فتح علی خان این اشعار تحریر نموده، دو سه شعر —

نہ اپنے عاشقوں پر نصب اے نوجواں رہئے
اُنھوں کی دلبری کیجے، انھوں پر مہرباں رہئے

مدام کیونکہ مرا جی رہے نہ صہبا میں
کوئی شراب سی سے دوسری ہے دنیا میں؟
یہ تو ٹوٹے سخن سخت سے، وہ پتھر سے
میرے سے دل کی کہاں نازکی ہے مینا میں

کسی روپے نہ کی اے باغباں میرے ستانے میں
نہ پایا چمن میں لے ایک آن اِس آشیانے میں
چمن میں اُس کے آنے نے مقفّص کردیا مجھکو
خلل صیّاد نے ڈالا مری دھومیں مچانے میں

گلی تک یار کی چلئے اُسے آزار پہونچیگا
کہاں دارالشفا تک یہ دل بیمار پہونچیگا
مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی
کہ میری نعش پر وو سرو گل رخسار پہونچیگا

اس نے نہیں کیا کبھی ہم سے برائیاں
مرجائیے جو یار کرے بے وفائیاں
تو نے ہمارے دل کو ستایا تمام عمر
کرتا ہے کوئی کسو ستی اِتّی برائیاں

تیرے سخن کے نغمۂ رنگین کو سن ولی
قوبا مری کے دیھ عراقی عراق میں

از وست :—

جس کے ہوں جاری نہیں سو دل سرا پہراں ہے
معمور ہو کیوں نہ دسہ جس کانوں میں پانی نہیں

محمد عارف عارف

اشعار رنگین ، و سخنہاے شیرین دارد * این دو بیت مہر محمدتقی میر و شیخ علی خان ناسس نوشتہ

اختر رز کو کہہ کہ اُس سے ملے   ورنہ عارف اوہم کھاوے گا

ہزاروں معنی باریک اویں دل میں اے عارف
اگر زلف سیہ کا پیچ اُس کے ملنے پہ کھل جاوے

محمد عارف عارف

عارف مضامین سحرین و واقف خیالات رنگین است شعر فارسی بلطافت تمام و کمت را بہارت عدوت می گوید و سہ جز اشعارش بدستخط او مضمون بر انتخاب غزلیات فارسی و دوہرہ و اقراہ ریختہ و دوازدہ و فات بعضی اعزہ نظر در آمد این یک رباعی ازان انتخاب زدہ می نگارد

---

* متصل دہلی دروازہ می باشد ساگرد میاں مفتون است نکات الشعراء) ۔

صدقے اے ہم تو اُسے یاد بہت کرتے ہیں
یاد ہم کو وہ پری زاد کرے یا نہ کرے

خراب مجھ کو نہ کر یاں الٰہی در بدر
سوا کبرے کے کسو نے کوئی دلا کر کر

صیاد کے ہاتھ تو کہاں تک نہ اٹھے گی
بلبل قفس سے کب تلک اب دل چھپائے گی

رباعیات

ناصح کا یہی کام ہے کہ تدبیر کرے — جو ہووے دوانا اسے زنجیر کرے
اس میں تو جتنی بات ہے لازم ہے اُسے — تدبیر کے کرنے میں نہ تقصیر کرے

تک ایک تو کر انتظار جاتا ہے کہاں — تک ایک تو ٹھہر قرار جاتا ہے کہاں
اتنی بھی ارے دل تو نہ کر بےصبری — آتا ہے وہ دیکھ یار جاتا ہے کہاں

ناحق تو بتاں سے آشنا ہوتا ہے — کیوں درد و بلا میں مبتلا ہوتا ہے
مطلق نہ مروت ہے اُنھوں میں نہ وفا — مجھ سے بھی عبث دل تو جدا ہوتا ہے

رہتا ہوں جوش اپنی جان مضطروں سیتی
رکھتا ہوں میں اختلاط ہاموں سیتی
جس طرح بھرا مرے جنوں سے صحرا
کب دشت تھا آباد یوں مجنوں سیتی

"عراقی"

از معاصران ولی دکنی است، چنانچہ ولی در دیوان خود او را یاد می نماید و می گوید —

این بیت او دیده شد —

خط سے زیادہ اور ہوا حسن یار کا　　آخر خزاں نے کچھ نہ اُکھاڑا بہار کا

'عاجز'

از شعرای هندوستان است، خوب نیست 'عاجز' لکن مشهور آفاق و شوخی مزاج 'عاجز' هندوستان از همین بیت او هویدا است. ظاهرا تخلص 'عاجز' را شرف است، سوای این بیت 'عاجز' که بتذکرهٔ 'نکات الشعراء' درج است، دیگر نسخه این عاجز نرسید —

دل نعل مارے لئے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل
شیخ سعدی ! تم بھی اب لے کر گلستاں دوڑ دو

محمد عطا 'عطا' تخلص

از اوباشان عهد خلد مکان بود وقتیکه در حضور پادشاه رفت این دو بیت در خواند —

باورنگ عاری چو یکدل شوم　　بعباس رفته مقابل شوم
سر و ها بسنگم در اشا دهم　　قزلباش را باش باشا کنم

پادشاه او را بخط منسوب ساخت و از سر او گذشت. می گویند که مادر او مدام او را دو روپیه یومیه می رساند. روزی کسی او را پرسید که ای 'عطا' گذران تو بچه گونه می شود که وجه معاش هیچ نداری، گفت که در خانهٔ ما یک مادهٔ مرغی است، او هر روز دو بیضه می دهد، بدو گذران است -

و برخی احوالش را از تذکرهٔ «سرو آزاد» تلخیص نقل بر می دارد
که «شیخ عارف تخلص عارف، از اولاد مخدوم شیخ
رکن‌الدین بلگرامی است، شیخ … که ذکر شریفش در دفتر
«اولیاءالله» گذارش یافت. تولد شیخ عارف روز جمعه
نهم ذی قعده سنه اثنین و عشرین و مائه و الف … است
…. جوانی است سعادتمند و عاقل، است و رسیده، اول
شخصی که از نبیرگان مخدوم رکن‌الدین چراغ سخن افروخت،
و طرز موزونی از میرزا خاص آموخت، اوست. از عنفوان
شعور بگلگشت کوچهٔ سخن خرامیده، و در فن فارسی و
هندی کمالی بهم رسانیده خصوصاً شعر هندی که این فن را
خوب ورزیده و غزلان تازه در نظام کشیده، برخی از شعران
هند در فصل بادی نغمات از وی می کشایند - با فقیر محبت
تمام دارد، و همیشه نامهٔ و پیام مرهم بر دل ریش
می گذارد» - انتهی - اوست — رباعی

رحمیا که نصیب سعیه سیمن تو هر شام و پگاه
در با که تو ثابت مروی گردن به گناه
بهبید بهبن ادنی نهی ظالم در کار
مطلوب اگر سر که مرا بسم الله!

«عشاق»

از قوم کهتری هندوستان است، از تخلص او معلوم می‌شود
که بهرهٔ از علم بهی دارد، در تذکرهٔ قدم علی خان و «مهر»

میں کہا تیرے تن پر کیا بھلی لگتی ہے راکھ
ہنس کہا جوگی تجھ سر پے، خاک لگتی ہے بھلی

جیت میری ہے عشق بازی میں   جب سے کافر نے مجھکو مار دیا

دیے اُترے محبت کے ہماری   گھٹا و خط کی سحری کہ تارے

چاہیے ہو جو بوس و وصلی   خط کا اصلاح دے کے صاف کرو

بیل کھا کھا کے ہو رہی گُندی   دیکھو ان کی کیا دلی، ہیگی

ہوش اُڑا لیتا ستاروں کا   جس کے سونے میں ، دانہ، پاسی ہے

مجھ کلیجے میں کھٹک تجھ پلک نوک کی ہول ہے
حال اپنا کیا لکھوں پیارے یہاں یہ شول ہے

کرتک اپنے رفع کدورت، اِس گھڑی اُڑکے نہ جا
تجھکو اپنے پدر کی سوں اے جواں لڑکے نہ جا

لب شکر رخسار کے چومنے کا وعدہ ہے، سو دے
نہیں تو مجھکو جانتا ہے ہوتے مل کر لیوں گا

ہر یک ساغر کے پیچھے چومنا پستہ دہن اُس کا
گرک عاشق علی خان، کواسی مستی میں بہاتی ہے

گشت کتوال کی کرو موقوف   آج کی رات جام بھرنا ہے

جب نقش اُس صنم کا نقاش کھینچتا ہے
دارو کے کھینچنے میں وہ ہات اینچتا ہے

جس وقت جاں نکلی مجھ پاس کوئی نہ آیا
شمشیر تیری ایک دم بیٹھی تھی میرے سر پر

سانولے سجن! تیرے کوچے ستی   شب و روز عشّاق کا شور ہے
رقیبوں کو دیتا ہے تالی ہمیش   پہلوان کا چھوکرا زور ہے

این سخن رفته رفته به بهادرش رسید، وجه او را موقوف ساخت چون دو سه روز بعسرت گذشت، این بیت بهادر خود تحریر نمود —

خدا در مفلسی کے توڑ رکھا سمجھئے بوجھئے پہچانیے رہو

از آن که شعر فارسی مشهور است، روزینۀ او را باز موافق معمول جاری ساخت می گوید —

گر من نگاه بپوشم بقصد دیدن کسم (؟)

ازدن و تهمم چه چیز است که فلاطون نبرد

میر محمد تقی 'میر' این بیت بنامش می کرد

ای در نبرد حسن تو کشته بچهار چشم

زیر مژه نهفته چو آهو بچهار چشم

میر نجفی 'عباسی' تخلص

الخاطب بعباس علی خان، از دارالسرور، برهان پور، است، و در معنی تلاشی باشعار ایهام مشهور از منصب داران سرکار نواب مغفرت مآب بود، و در همین لشکر ظفر پیکر گذران می نمود اشعار ایهام از و بر پایۀ عالی رسیده، و او بهمین وسیلۀ عزت جرعۀ شهرت در محافل خواص و عوام چشیده —

اٹھائے ابروی انداز کیا طوفان لاویگا کہ وسمہ یار مل سامان شمشہ کا دیووےگا

جام کو لب سے آشنا مت کر نام اُس کا پیا! کٹورا ہے

جس گھر میں جب نمک بھی نہیں کہا تا تھا فقیر

اب تو کچھ باقی رہا نہیں، کیا مگر بیچوں خدا

سید عبدالولی "عزلت" تخلص

فرزند نوائے سخنوری و سخندانی، طوار و ... بساط
ی پروری و ... گوهر ... نکته‌هائے نو ...
وج ... مضامین ... مجلس آرائے بزم نکات رنگین،
من پیرائے خیالات ... ساقی شراب جادو معالی، هرچه
، رحمی نازک خیالی - عزلت است ... و داستان، و
طی است سکر بیان ... از داستان ... و ...

سید عبدالولی "عزلت" تخلص

خلف سید سعدالله درویش سورتی، جامع اقسام فضائل است،
سیه مشرب دارد ریش و بروت ... بوضع رندان می
د - از فهم عالی اشعار فارسی وهندی خوب می‌فرماید - در علم
حائق و معارف بحر مواج است، دیوانے ترتیب داده، این اشعار
از فکر رسائے او ست —

جن کے دلوں میں درد حسین علی نہیں
انگ پکڑ رهے هیں وه سنت یزید کی

بنی امیہ کے دامن لگے هیں جیسے لوگ
ووسب یزید کے پلنچهوں خلاص هووں گے

دم زاهد بنا هے شملۂ اے فقیراں سوں
مبادا ان کی پشم ریش کا پولا بهڑک جاوے

ع نوّے هی هیں دراز زبان صنم کوکیوں نه دوے ... دهائگ
تحفةالشعراء) از سورت اند مشق فارسی هم کرده اند، لیکن مزاج
بان میلان ریخته بسیار دارد ... وارد هندوستان، که عبارت از
جهان آباد است، شده اند (نکات الشعراء)

دیکھ "کہہ کر پٹھان" کالو کا *   صدر اور ہوش کھو کر آیا ہے

خیاط بن دکان میں ایک یہاں کچھ نہ کہتا

درزی کے آگے میرے پیچھے کر گیا ہے دوپٹہ

اری درزن جو مانگے گی سو دوں گا

سلائی سے میرے سینے کو لگ جا

منتظر بیٹھا ہوں یا چاہیے بتا درزن کو کچھ

کام ہے مجھکو سلائی سے میرے سینے لگے

فتح علی خان این ابیات می نویسد -

ہیں شہید کربلا سب سرخ پوش   مصطفیٰ کی آل کا کیا رنگ ہے

نرالا یار جب بولا مرا ابا روپے پر ہے

تو ہم بولے کہ منہ دیکھو روپے کے سولہ آئے ہیں

صاف دل آرسی سا کوئی نہیں   ایک منہ دیکھی آشنائی ہے

یار کو دیکھ میں ہوا قربان   اِس تجارت میں مجھکو وارا ہے

نکلے ہیں اجلے بال، جتاتے ہیں تب سے ہم

بوڑھوں کے بیچ ہم بھی جوان چندہ ہیں †

ہات پر ہات میرے دھر کے چلے آئے سات

دیکھ طالع کی مدد آج پڑے میرے ہات ‡

کبھو دیکھا نہ کے زور کتیں اے کمہاری

اب دو ہزار سال کے دھندے لگے گھڑے $

---

* (ن) کیوں ؟ † (ن) چندہ جوان ‡ (ن) میرے ہاتھ پڑے
$ (ن) لگی گڑی ؟ —

ساقی نامه که در جواب نورت مند گفته، و رباعیات و بارہ ماسی (　　　) و چهپای ها و کبتها و دوهره ها و جهولنه که دران نورس تخلص می کند، به نظر در آمده و این ابیات انتخاب یافت - در ساقی نامهٔ خود که سی و نه و سی و یک بیت است، و در یک روز گفته و "دیوان ظهور" که همین نام و تاریخ است می‌گوید -

جو ایمان ہے درد کا دے دو جام — کہ درماندا سی یہ ہے درما کا کام

بھلانا مجھے تجھکو یاد آئے گا — مرے بعد بس ہاتھ پچھتائے گا

مرے در مری خاک دیے گی صدا — ارے ہے دلا ہے پلا ہے پلا

مجھے جھوٹی سوگند کھانے کی سوں — مرا مصحف دل اُٹھانے کی سوں

جرس وار میں دھوں خاموش یار — کروں کیا جو اس دل نے ڈالی پکار

اور بارہ ماسی اوست -

دل بے عشق عالم میں کہاں ہے — جو سچ بولوں تو نام عشق جاں ہے

چکوریں چاند کی قربان ہیں باشوق — گلے میں قمریوں کے سرو کا طوق

سمندر کو ہے آتش، آب حیواں — گل کمدن(؟) کا دلبر ماہ تاباں

جو بلبل ہے تو گُل اوپر فدا ہے — پتنگا شمع کے منہ پر جلا ہے

ہوا ہے کوہکن شیریں کا مفتوں — ہلاک جلوۂ لیلیٰ ہے مجنوں

دیا مہتار دل چندر بدن کو — نظر کر ماجرائے دل دمن کو

ذرہ تو اتن اور اتن رتا دیکھ — کہاں و ماہ، کاہ و کہربا دیکھ

سسی اور پنو، گوپی اور کنہا — رادھکا اور دوسرے ہیر و رانجھا

کوئی عالم میں بے معشوق ہے کب — خدا عاشق ہے، شاہد ہے محمد

مرا عاشق کو گرچہ وصل تک ہے — جدائی، عشق کو آب و نمک ہے

از کوهستان کمال فن بزرگ نما پیدا زین ادبی است نهان نما،
و فکر بلند الشعرش بلند پایه است آسمان پیما، سخن رنگینش
مرهم زخم دلهای حزین منادی مرادش مونس اشفاق
عشقش - سخن پارسی اش گوهر دست انداز، و نظم رنگینه اش
اولوالعزم با هوا و دوکان رنگین دیوان ادبا ی مستعا دنش
ورده، و خیالات بیدارین بر طبع چالاکش نازنده در مصوری
قدرتی دارد که مانی و بهزاد پیش او مانند پیکر تصویر
در دنگ حیرت می ماندند و در موسیقی و سایقت قسمی (دارد)
که صاحب کمالان این فن زمانش دست نگوش می گذارند -
در علم دو هره و کمت دریافتی است وام، و نثر دست سلاطم
سحر حوادی گلو سوزش حایه او سامعان می برد و سخن گوئی
دل فروش روحی تازه عطا می کند میرزا "صائب" علیه الرحمه
قبل ازین چند سال در حق آن جناب ی فرمایند، و حرف
ولایت تصفیهٔ باطن را باین حسن و ده ادا می نهاد —

درین زمان که عقیم است جمله صحنها
کنا ره گیر و غنیمت شمار صحبت را

راقم سطور هر گاه که به حیدرآباد رفت، ربط از آن جناب
پیدا کرد- چنانچه هر روز بلا ناغه بخدمت می رسد، و آن جناب
هم اکثر گاه بغربت خانه قدم رنجه می فرمودند- فقیر سوال
(؟) به انعام آن جناب به توسط نواب مستطاب نواب صلابت
جنگ بهادر رسانیده، بنظر انور گذرانید - الحال سلسلهٔ ترسیل
مراسلات از جانبین گرم است- کلیات هفت بیست چارده هزار
خواهد بود کلیات ریخته اش که قریب دو هزار صد است مع

([illegible]) وہ آنسو جو چھوٹی دل سے گذر جائے

مری فریاد سے دوبے کہاں آئے

مری لاگی بھڑک گئے انکھہ باتھوں   ملے گا پیپر اکھڑائیں بادن

پیدا پردیس سے مجھہ گھر کو دھائے   نکل دل سے مری آنکھوں میں آئے

واہی بھمجا سجھی سنگار (مکری) موتی بھاگ جگاؤں ہار

مو سر چڑ ہوتی لاگے ٹیکا   ارے کوئی ساجن نا سکھی تیکا

سوال — پادی کیوں ناسی ہے - سوال - من کیوں اداسی ہے —

جواب — پیدا نہیں —

سوال — بدھہ کیوں نہیں پہنے   سوال دارو کیوں نہیں پئے —

جواب - ہمارا نہیں —

سوال - ٹیکے کے نگ اکھڑے ہیں —

سوال - پدم سوت کے تھام گئے پورسنج سواری —

جواب — جڑاے دیو —

انتخاب ریختہ جات —

صدمت سوزا مرا دل دار سکھلا ہے کے کام آتا

یہ آئینہ تھا ' مجھہ حود بین کے آقرائے کے کام آتا

لئے ' ہرلمت ' کے مویے سر بیاداں کے بدولوں ہے

حوبچتا یہ جنوں ' جاروب ویرانے کے کام آتا

شب روزوں میں ساری قدر کو احداب کیا جا ہے

اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہے کا

مت نکل جا جی ' دو شادی مرگ ہو کر دام میں

اس قدر تو لگ نرپہہ جو خوش ہو جو صیاد کا

نہ رکھو اے دوستو کہ ہے باقی کوئی بس
نہ کر تو جاگنا در ہر بن کو جی بس

(ماہ اساڑھ) چڑھا دن، ہوں دیں جھولا ساجن کا ہائے
جو بیٹھی اوپر دل کا طفل سکھ دائے

(ماہ ساون) یہ ساون کال دن بھادوں میں آیا
مرے رونے نے سکھ کا گھر ڈبایا

(ماہ بھادوں) اٹھے ہے ہوک جب کوئل اُٹھے کوک
ملنگنی ہرن کہک کر مورتے ہوک

(ماہ اسو) دریچے میں کنٹھہ انگلی اے رنگیلی
جو ماری سانگ ہوگئی کنٹھہ ڈھیلی

(ماہ کاتک) مجھے سودا جو اس سپنا ہوا ہے
میں اُس سے بچھڑی دل سے پل جدا ہے

(ماہ اگھن) بگہ دیں میں چھدے بدنے میں جوں اداس
رہی ہے جوں جداجا انکھوں میں اب ماس

(ماہ پوس) تصور کرتے پیو کو دل میں جب لاتو
تکھولے سے میں اپنے وار دی جادو

(ماہ ماگھ) کوئی بہانا نہیں ہے مجکو بن پی
کہ میں بھاگوں دور اسی چھانہ سے بھی

(ماہ پھاگن) لگے جوں تیر ہم دل کے ہدف کو
بجاؤں کوک کر سنکھ کے دف کو

(ماہ چیت) دیکھے ہے میرے چھاتی کا دوا ہائے
اُٹھی ہے چوں چھپا جوں اشک پرچھایہ

سر پہ پڑی ہے میرے اس وقت دھوپ
جن کو کہوں ڈیو سو ہو جا ئے دھوپ

ہمنشیں کیا ہو مرے رونے پہ اے یادار بہت
تم سلامت رہو بندے کے خریدار بہت

وو زلفوں سے نہ گزرے دیکھ ابھی سے ڈگ جاوے
کبھو میرے دل صد چاک کو سایے سے کیا نسبت

ہے گلال ابر کچھ میں تو بادہ رنگیلا ' سا دولا
لالہ اور مہتاب نیز ڈالے ہیں دل ہولی کی رات
یہ گلال اور ارگجا اور ' زعفران ' عبارت ہیں
لال پیلے ہو گئے اس رنگیلے کی بدولت

پھر آہ سرد بھی داغوں کے جانے کا علاج
جز صفا کیا ہے چراغوں کے بجھانے کا علاج

عشق کامل سے نمایاں ہوئے آخر حسن یار
بید مجنوں میں ہے لیلیٰ کے کھلے بالوں کی طرح
مرے جنوں کی ہے بدولت اے مجنوں بوالہوس کی ' دستگیری ' جہاں تک ہے سن
سرہانے بالوں میں غم کا ارادہ بھی دل کی تڑپ ہے ٹکڑوں کے مانند
بہت منھ پر وہ زلفیں آج بکھرا تا ہے اے ' عزلت '
وہ گالوں پر کسی کا زخم دنداں ہے لگا شاید
ہم رکھتے تھے پرند دل کے جانے کی خبر
آہ لے اڑنے سے کچھ کہی اس دوانے کی خبر

یار کا کت ناچتا شاہد تھا میرے حال پر
رات میرا شیشہ دل ٹوٹتا تھا بال پر

دیکھ کر میرے رنگیلے کے سلام ناز کو
منفعل ہو شاخ گل کا سر نوانی ہے بہار

وصل دولت سے یہ مانگو ہو کہ گل کی مانند
اس پہ ہنستا ہے پرے جوں دہاں میرا

معاملہ رسوائی سے جوش شہرت کی لالچ جنوں تکوں
منہ پہ ہوا کالا بلا بے نام کو روشن ہوا

میں صحرا جاکے دیر حضرت مجنوں کو دیکھا تھا
نہیں اس سال وہ جو تھی نہیں دوڑے الگ والا
زیارت کرنے تھے آہو بگولا طوف کرتا تھا
لگے لالے کو آگ اور ہو جو نافرماں کا منہ کالا

اے صبا رفتار گل اچھے کے رنگوں باغ میں
جوں ہی دیکھے تر آنکھ کھولی ہاتھ دل سے جا چکا

اے دل بیمار ہے میرا کس کے پہلو میں یار ہے میرا

جوں صبا جا بسوں میں جو کبھو جاتا ہوں
قصد ہے مجھ عماموں کو کچل جانے کا

عشق گورے حسن کا ، عاشق کے دل کو دے جلا
سانولوں کے عاشقوں کا دل ہے کالا کوئلا

خواب میں دوسے کو میرے ان لبوں سے جلگ تھا
صبح کو دیکھا تو ان لعلوں کا ٹوٹا رنگ تھا

کٹے ویراں مرا دل ، دلبروں کے ہاتھ کیا آیا
یہ بیت اللہ توڑے سے بتوں کے ہاتھ کیا آیا

میرے نوع کو مت اس سے کہو ہوا سو ہوا
کہ دل دھندہ جہو یا مرو ہوا سو ہوا
سرمہ کش چشم وو گلرو کے ہیں بیمار صبح
نول کا اس کے گلے دیکھ بندھا گلدا تھا

اگر اُن سنگدل کی منتیں خاطر میں لاؤں میں
نہ توڑے شیشۂ دل ایک دم گر اُس پہ ل ٹھوکروں

نسیمہ جو ہلائے تیرے گھر در تو کہا جاوں
تم مارے ہو عتاب تیرے لب سے تو کہا جاوں

دل کی تدبیر کیا مجنوں سودائی کے بدس
دامناں ادرکار کب ہے بحل صحرائی کے بدس

سچ کہا لالا کو ناصرماں ہے گلشن میں کہا
ایک داغ دل ہے دیکھو میں یارا داغ ہوں

اس لالہ رخوں سے ہر برس کرتی ہے ہوس
گلرخوں کے دل جلوں کو خاک میں بھی چین نہیں

قیامت دوجہ لیویں میرے درد آلود نالوں کو
یہ دیوانہ بہت یاد آئے گا سہری غزالوں کو

اُس سیہ چشم کا مقبول ہوں میں جو میں دل
ہر میری کوئی لالا کے چمن میں کہیو

نوس مت اے بومت جانا دکھولا خاک مجنوں کا
خدا کے واسطے دشت جنوں کی خاک رہنے دے

موا ہوں داغ سے اس گوسوے دریساں کے
مری لحد کرو کیاری میں سنبلستاں کے

کہلا کے دل جسے بالا سوجھے باولی   جناب پاک جہوں مدظلہ العالی

ہے نوم نداں سے شوخ محروم   جلب میں جمار کھو یکہ جاوے

شاید اُس زلف میں پھرتے یہ سخن کہتا تھا
بات کہنے میں شب وصل چلی جاتی ہے

میں سروِ زندگی سے ہوں گرفتار بتاں
جوں خطوط کشک ہے در و بدن میرا قفس

(قطعہ بند)ملی تھی جلد میں 'عزلت' سے کوہ کن کی روح
کہا میں اس کو ارے سر چڑھے نہ کیا تھی ہوس
برے تو سر میں بھرا تھا خیال شیریں کا
نہ مارتا تھا نتھے تیشہ اُس پر اے بیکس
کمال عشق نہیں کھونا جاں کا ورنہ
مریں ہیں شیریں پہ ہر روز لاکھ مور و مگس

گرد سے چہرہ بھرے آئے حسن سے دورتے
میں نے منہ چوما نو کہیے ہیں تمہارے منہ میں خاک

ملا اپ تیر سے کے نہ تھاپ عشق ملی
کہ زیر خاک ہے آخر انو تراب سے کام

پھر کے منہ ہم سے کہتے ہو بلاتا ہوں تمھیں
ہائے مت جانیں ہماز ہم سے ہو بیزار تم

کس منہ سے دل کا دعویٰ اے آئینہ رو کروں
مختصر نہیں، سند نہیں، کوئی گواہ نہیں

جیوں بگھولا ہوں میں طوفاں جنوں کا گرداب
سر کہیں، ہاتھ کہیں، پانو نہیں، راہ کہیں

میں کہا "بستاں میں ٹیڑھے سخت خوب"
مسکرا بولے کہ "پتھر خوب ہیں"

بلا گرداں ہو پروانہ جل بجل کے راکھ لیکن
دکھائے شمع ہی شعلہ کا پتنگا نہ کہ پروا نہیں(۹)

اُڑاتا خاکساروں کا غبار اتنا جری آتا ہے

ٹھلملتی پاچھوں کر اں ولا نہ بیروا مرتاتا ہے

نظر کر خاک دامن یار کا، دل ٹوٹ گیا میرا

نہ جانو ہائے کس کی سیج پر دھومیں مچاتا ہے

انکھوں پہ ڈال لال گلال   چانکے داس شیں ادوکہے لے

جانی ہے موسم ہولی میں نادل اُس دل میں

کوئی گلاب کی پچکاری بھر کے مارے آیہ

نہ مارو ہتھ نہ دم اکھیاں در میری آئے لال

ہم اس میں بستے ہو دیکھو کہیں دھوؤں دھلگے

رنگینی ہوئی سے ترے ہات مجھے ہے شادی

رحم دل جس کے تجھے دے ہے مبارک بادی

یک دلم ہمہ تن جہاں ہے چھوٹ   سارے عالم میں سانچ ہی تجھے

میرا رنگیلا دیکھ کے کل سے دہرا کے سنگ

"تو جی میاں تو جی میاں" بلبل نہ تک آتے

مانگ کا اُس کے ہے سیندور دیکھو مقدر جس

رات آدھی ہوگئی ایک سی بادی ہے

سر جدیے، اور تن جدیے، اعضا جدیے، ال علی

حشر میں آویں گے سارے مصطفیٰ کے سامنے

فتح علی خاں و میر محمد تقی 'میر' اپنی ابیات

میر صاحب انتخاب میں نہادہ —

وقفوں سے نہ ہو ہیرنگ لالا وصل ہولی میں

ترا جامہ گلابی ہے، تو میرا جوڑا بھگوا ہے

کہو یہ دل ذرا آرام کس طرح پاوے
نہ پانو پانو میں پھرے نہ ہاتھ ہاتھ آوے

ڈھونڈوں تمھیں ہی جو دلِ ، سب آشنائی کرے
دولت و دوال والے ہوویں دکھانے والے

مرنا بھلا ، لیکن یہاں ، مجھ پر یہی صلاح ہے
ہمدرد سے کسی کو نہ جی آشنا کرے

سمجھا دل رات کے خورشید سے دو کیا　　یہ چھوتی ناگنی ڈھونڈھ لائی ہے

گیا میں وصل گل میں ، مہکتے ، عشرت کے ساماں تھے
(قطعہ بند)
اِدھر تو زمزمے بلبل کے ، اُدھر شور یاراں تھے
نہ دیکھا سبزہ گرداں میں کچھ بھی دور ساغر سے
کہ ساجد چو طرف سے قبلہ گاہ جم کے مستاں تھے
سنا جب میں نے یہ ما مجلس کا ، پھر گیا ایک دن
تو کیا دیکھوں کہ چاروں گوشے میخانے کے ویراں تھے
پھر آئی چھاتی میری دیکھ وو عشرت کدہ خالی
کہا میں کیا ہوا ، کیدھر گئے وہ یہاں جو مہماں تھے
گریباں پھاڑ رو رو کر کہا مجھکو گلابی نے
کہ یہاں پیالے تھے ، وہاں شیشے تھے یہاں ہم تھے سبو وہاں تھے

بسے ہے دکھ میں دل ، پر دل کے دو جلنے کو کیا جانے
شرر پر جو گذرتی ہے ، سو پتھر کی بلا جانے

شکستہ کرکے میرا دل * نظر نہ کر مجھ پر
یہ ٹوٹے آئینے میں منہ نہیں بلا دیکھے

* (ن) گر ہو میرا دل —

وہ گلرو کہاں سنے بلبل اُف بیداد کرتا ہے *
گئے ہیں سب نالہ و شیون بیکار تو فریاد کرتا ہے

ہر دم وہ صنم گو مرا خون ہزار بار کرتا
واللہ کہ خدا مجھ سے ذرا کار نہ ہوتا
بہتر رہی ہے روشن دل اگر داغ نہ ہووے
ہرگز کسو آئینے پہ زنگار نہ ہوتا

ہوس و دل لے کر ہمارا اب نہیں لیتا نام
بے حواسہ اسے پہ مروت ہم نے بترا دیا کیا

مت جھٹک ہم خلوں اُدر دامن
ہاتھ سی رکھ لے اُڑا مت دے

وہ سماعت در اول سے ہوا میری فریاد
نالوں کا مرے کبھو اثر ہووے تو پیارے

اگرچہ یار میں وحشت ہے کچھ جدا بھی ہے
ہے اس کی وضع تو بیگانہ آشنا بھی ہے

اے داغ گو بڑے لب شیریں میں سحر ہے
دو ہمیں کو گالی دیوے وہ ہمکو دعا کرے

حشر میں قد سے کہتا ہی اٹھے کا مہوش
کہ کہاں مے ہے کہاں جام کہاں ہے شیشہ
سوجھ بوجھ اہل کی نہ ہوکیوں بڑھی مہتواری
چشم ہے جام و دل بادہ کشاں ہے شیشہ

بلد پہ ہیں دہری چھپ کے منہ سے جمال والے
سب گل سے گال والے سنبل سے بال والے

---

* (ن) گئے —

بغل اُٹھتے یہ وفاؤں سے دل سلامت چھوڑے تو بھلی دانا

تمام زندگی سے کوچ کر گئے جلد یار اپنے
وہ منزل پہنچے اور ہم باندھتے رہ گئے ہیں بار اپنے

اندھیری ہے بڑا اکیلی ہے یں صیاد کیا کیجے
قفس کے کنج میں تنہا عبث فریاد کیا کیجے
ٹپکتا سر جو سنگ صورت شیریں سے پتھر تھا
عبث تیشے کے سر جوں دے گیا فرہاد کیا کیجے

ہم راستوں سے بھی جو کچھ اقرار تھا سو ہے
نا آشنا صحیح و دل آزار تھا سو ہے

دی کیفیت میں ہے جور نہ جانوں کرے گا کیا
ڈوبا ہوا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

تو زلفوں میں پھنسا تھا پھر جدھر بھی دل نہ پوچھ کیا گذری
قطار ِ شک تھا اِس راہ میں گھایل نہ * کیا گذری
اُڑا تھا جیوں شرر دل اپنے دوڑ آہ میں غربت
مسافر در بدر بھی شام ہم منزل پہ * کیا گذری

سب آشنا ہوئے پی کے بچھڑے بیگانے ہوئے ہیں یہ کسی اب یار دیکھئے کیا ہو

اے قاتل قدم در منبری کبھو بھولے کدھر کیجو
جو یاد آجاؤں ہنستے ہنستے اک تل چشم تر کیجو

جہاں کی آنکھ سے جوں اشک جو گرا ہووے
تو اُس کا عیب ہے طالع کا عقدہ وا ہووے

---

* (ن) دونوں مصرعوں میں (نہ کیا گذری) کی جگہ (کیا کیا گذری)

چراغ گل کو روشن کر دیا آہوں نے معاوں سے
ہوا دوں تو رہے بلبل ہم پروانے سے دیا ہے

جوہے ہر سنگ میں پنہاں ہوا در لعل میں چمکی
سبھی میں حق ہے در عارف میں گلزار ہوا دو جانے

ہم بسمل ہوا میں ' تیغ دی دست دکھلا دی
کس دہلے وقت ڈرا ہو گیا جلاد کہ دیر

کس لگ احباب کا ہم تجکو دکھاوے یا واہ
خاک ہوگئے ہمیں دیکھ اور ہوں جان ہار گئی

دیکھ کر موتی وو بالی کا نتوں نے دکڑے کان
شمع رو مہرا نہ سب آتش رخوں کی ناک ہے
خاطر یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار
صاف ہے شکوہ ' دلوں میں کہا معدوم خاک ہے

اس آہن دل کا جوہر مثل خاطر جوں صفائی ہے
صفائے دل کا رو ہر چند دم مارے ' ربا ہی ہے

بگولا ہو کے راہ دہشتوں میں کو ہکن اب لگ
سم گلگوں کی ماتی ہاتھ مل مل چھانتا ہے گ

چشم رکھتا ہوں کوی یک دل نہ رووے میرے بعد
آپ کو جوں شمع میں مرنے سے آگے رو چکا

جنوں گلزار میں مثل لالہ جوش رہا کرے
جگر پر داغ کھا کر خون دل پی کر ہنسا کرے

مست ہو تو بنا دیا بت بیٹھ کر اُٹھائے
اے الٰہی شال والے، ٹھکوے رومال والے

میرا جو دل میں اپنے بیٹھ کر کیا
جا سویں ہوں کہ نا اوں نے کیا چاک، اثر کیا

پہاڑوں میں بےجگر ہو مجکو اس گلرو کا مفتوں ہوں
مرے زخم کر دیے تو گلابی ہار پھر تھا

سب سے آزاد و گرفتار ہوں کن کا اِن کا
بندہ بےدری سرکار ہوں کن کا اِن کا
قضا کے دیوار تحمل، میں اُڑا مثل غبار
اب تو گرد رہ رفتار ہوں کن کا اِن کا

یار عاشق کا خریدار کہاں ہے کہ نہیں
مہربان ایک وہ باریک میاں ہے کہ نہیں
مجھکو گلرو نے خموشی سے کیا قتل سو کیوں
بلبلو! تم کچھو کہا منہ میں زبان ہے کہ نہیں

جلا یا مصحف دل تو نے کیوں تری تغافل سے
جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آیا

کیا دن پڑے ہیں مجھکو ذری صبح وصل میں
بخت سیہ کی کہیے تھا رات ہو گئی
دلہا چلا میں یوں طرف وادی جنوں
زنجیر پاؤں پڑ کے مرے سات ہو گئی

اے سالک انتظار حرم میں کیا تو تھکا ہی ہے
بگولے سا تو کرلے طوف دل، پہلو میں مکا ہے

ہر آن جوں نفسِ سحری ہیں جہاں سے لوگ
جاتے ہیں چمن وچمن چلے اس کارواں کے لوگ

پر زنگ ہے آئینۂ دل [illegible] سے [illegible]
گر چاہے صفاہاں دو صفاہاں کو بہم دو

سوے پر بھی توجہ ہے جلوں کی [illegible] پر
بنا دہر اُسے طفلوں کے [illegible] [illegible] پر

وصل گل میں چاک اپنا گریباں کیجئے
دل سے ٹانکے عشق کے اُدھڑیں اگر ٹک سیجئے

جلوں سے ربط ہے جوں موج اب اتنا مرے جی کو
کہ نقش زندگی مٹ جا نہ جاوے گر گریباں کو

جلتا ہوں اشک باری ہو اب نہیں تو پھر کب
اے چشم دوستداری ہو اب نہیں تو پھر کب

پھر در شان حضرت امیرالمؤمنین علیہ الصلوٰۃ و السلام
واقع شدہ است —

واسطے اس شاہ کے فراش قدرت ہر سحر
کھینچتا ہے چشمۂ خورشید سے زریں طناب

جس خوش نگہ کو پہنچوں غفلت کی [illegible]
میں جمعہ نعت شب کا افسانہ ہو رہا ہوں

اس کو پہونچی خبر کہ جیتا ہوں
کسی دشمن نے [illegible] سنا ہو گا

مہلت گماں یوں بھی تھا کہ جل کر ہوا ہے راکھ
پھر دود آہ دل نے مرا دیدہ تر کیا

جو راہ کعبۂ و بتکدہ دھوکے کی طرح ٹھہری
مٹا کدورت، کے جانوں کو طواف اپنا کیا کرے

بند ہر شجر ہوا ہے دیکھو طفلاں کا رنگ
مژدہ بولا ہے کس بہار ہمارے آئی

عبث ہے وہ صنم آنکھوں دکھا نظروں پھراتا ہے
یہ دل دنیا کے عشاق کی ... را ہے' جو دکھاتا ہے

جو ہم نہ طفلوں کے سانگ جفا کے مارے ہیں
بتوں کا شکوا نہیں ہم خدا کے مارے ہیں

جو ایک دم بھی لگاوے اُس کو بھی گھٹ جائے کہا بترا
گیا جو سے بھی تبا یہ دل بربادکش میرا

میں وہ مجنوں ہوں کہ جنوں کل جوں مقدر میں
ہوگا دامن یہ میرا بھائی گریباں کے ہاتھ

ہوا ہے دخط الفت دست دو دیوانوں کو طفلاں سے
بتر دشنام سنگوں اب دو پتھر بھی نہیں ملتے

جان سو گئے تیری حسرت میں ہم پر ذرا دہر کا آیا نہ گیا

جوں موج آب ہر یہ چلوں جو دن مجھے
زنجیر کی صدا ہے دم زیستن مجھے

ایک بوسہ دے اے کافر بت خدا کے واسطے
مر رہے ہیں ہم اِسی آب بقا کے واسطے

سبھ روزی اے شیریں لب میں شعر آہ سے کاٹی
وو پربت سی شب ایسی تیشۂ جانکاہ سے کاٹی

گئے سب مرد، رہ گئے رہزن، اب الفت سے کامل ہوں
اے دل والو میں اِن دل والوں سے سخت بے دل ہوں

صبر و طاقت دلربائی اب ذرا نہ رہا ،

سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

" عارف الدین خان * عاجز † "

پہلوان سہ روز سخنوری ، و رستم بیلچ شور معنی

---

* تذکرہ میں " عارف علی خان ہے " —

† عارف الدین خان عرف میرزائے ، عاجز ، تخلص اورنگ آبادی - بلخی الاصل است پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہندوستان آمد — غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بمنصب سرافراز گردانیده با خود داشت بعد ازانکہ پدرش وفات کرد، خان مشار الیہ صغیر بود از آنجا کہ رب حضرت کریم و رحیم بندہ ہائے خود را ضائع نمی گزارد بہ فضل عمیم از فہم و دانش بہرۂ وافر بخشید، چون بسن تمیز رسید، بدستگیری و عنایت نواب سید لشکر خان بہادر نصیر جنگ صوبہ دار اورنگ آباد بعطائے منصب و خطاب خانی سرافراز گردید ، بہ جاگیر قلیلے اوقات بسر می برد ، درین روزہا بخدمت بخشی گری رسالۂ سواران کہ نواب نامدار مذکور سر بلند فرموده ، سرگرم خدمت و مستعد جان فشانیست ، نسبت مصاحبت ہم دارد و با فقیر حقیر از طفولیت ہمدم و یکدل است ، از روئے اشفاق دیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید — در کودوال پوره بلدۂ اورنگ آباد احقر العباد مکانی ساخته، روزے بہم نشسته داشته بود - فقیر از راه شوخی جرات نمود کہ دعوائے تاریخ گوئی دارید تاریخ این مکان ہمین زمان بدیہہ بر زبان آرید، تبسمی کرد و گفت چہ صلہ خواہند داد، گفتم ہرچہ بخواہند ، لمحۂ سر در گریبان فرو بردہ بخود وجد نمود

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر نہ مانگ
حق میری آہ سرد چمن کی صبا کرے

مت پوچھو یہ بگولا ہے مرا ہم دوش صحرا میں
یہ سرگشتہ مجنوں ہے آوارہ دول صحرا میں
ہوئی لیلیٰ کے سر چڑھ اس کا مجنوں بدل کی سنکی
یہ وہی خاک کوں لیتا پھریں کوئی سول صحرا میں*
بہاراں کے گلوں سے بوئے رنگ درد آتی ہے
ارے بلبل چمن سے دل اٹھا ، آ دول صحرا میں

صبح ہم اپنا مرض القلب کا جب میں عرض کرتا ہوں
جلے دل کی نشانی کو مجھے آنکھوں دکھاتا ہے

کیا گرم ہو ، دیتا ہے جواب خلق اے یار
تاب اپنے دم سرد کی نہیں دل کو ہمارے

چین ابروے سجن سے مرا جی الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی دونوں میں گرہ پڑ جاوے
دل میں رندوں کے بگولا ہوا عمامۂ شیخ
باندھ اس دھوم سے یہ دہر کا منکر جاوے

سدا رہے گل کہاں ، سوکھے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلاکر آشیاں اپنے

نپوچھو یہ کہ کیوں چشم پہ سرمے میں گہری ہے
گریباں کیوں ظالم ، پہ سخن فریاد میری ہے

تجھے قبا پر گلاب کا بوٹا   دل بلبل کو یا ابھی ٹوٹا

---

* دونوں ٹکڑوں میں سہو ہے —

کہتے ہیں سنگ لاخ زمینوں میں ہم تو شعر
پاتا ہماری شوخیِ معنی کو ہے ' نکہت '

روزے در ' حیدرآباد ' با عمر ملاقات کہ ملاقات اول
بود ، دست داد اشعار خود بسیار خواند ، گفتم کہ
باوصف قابلیت تخلص عمر او بہر چیست ، کاشکہ غالب می‌شد ،

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۶۴ ،

تری رنگین ادا سیں باغباں اُگل کوں ہے کیا سبقت
کہ ہم سنتے ہیں تیری باغ کے پھولوں میں ہے نکہت

بہار آئے سیں شبنم نے دیا ہے گل کا ساغر بھر
چمن میں چل کر اس کوں فرض اے خورشید پیکر کر

دل کوں میرے اے صنم کاکل کے خم سیں کھینچ لے
زہر بھرا ہے ایسے افعی کے دم سیں کھینچ لے

رات اس مہ رو کے جب لگ تھے ضیافت باغ میں
جوان گل کو چاندنے کی تھی دو پہری دستکی
زال دنیا سیں محبت مت کرو اے مرد حق
بیوفائی میں نوبہ ہوا ہے کسبی کنچنی

ہمارا جوش تبسم باغ میں جب مسکراتا ہے
کلی کوں باغباں کہتا ہے کوئی دم مست ہنس اے سکھی

تری آنکھوں کی گردش سے فلک پھرنے لگا ظالم
زمانہ چرخ میں آیا ، ہوا ہے آسمان گردی

بال اس کا کل مشکلوں کے بہت کالے ہیں
ناگ کے بیل سیں شاید کہ اُسے پالے ہیں
تیرے غم سیں مری انکھوں میں جھڑی لاگی ہے
کیا کہوں پلکوں کے احوال کہ پرنالے ہیں

(تحفۃ الشعراء)

پروری یکرنگ دوستانے سخن معانی، صنم دمسان رنگین
خیالی شاعر دست و درست، و معنی آفرینست صاحب
قدرت ۔ و شیوہاے سنگ لاخ ریخته طرح میکند، و قوافی تازه
و دلچسپ بکار می برد، و هیچ جا غافل نمی ماند چنانچه
خود می گوید —

(بقیه حاشیه صفحه ۴۹۳)

و این قطعهٔ تاریخ بدیهه فرمود — (قطعه)

منزل عیش که از چار محل کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنایش ہاتف منزل جاه و مکانِ افضل

فهم عالی دارد، طبع رسا در اشعار فارسی و ریختهٔ هندی
از نازک خیالان است و در تاریخ گوئی بے بدل دیوان فارسی
و ریخته ترتیب داده این چند اشعار آبدار زادهٔ طبع اوست —
اشعار ریخته که سابق درین بحر کسے نگفته ودر دیوان از ریخته
در ریخته قافیهٔ مشکل و زمین سنگ لاخ دارد —

دل کا جوں مینا جب سیں جلادیا تیرے سوار جفا نے اے سرکش
دم بدم آهوں کے شعلوں کے نیچوں سیں جھڑتے هیں گل جیسے شعلۂ آتش
ابرو کمانوں نے سینے کوں میرے بنا کے نگاهوں کے تیروں کا تودا (؟)
دل میرا بریاں کر آنکھوں پر اپنی هی پلکوں کے تیروں کا ترکش(؟)

جامہ سنی میرا گلبدنوں میں لباس کوں جب سیں کیا هنگامیں سکھ
دل میرا پرکالی هوتا هے سینے میں سر کوں پٹکتا هوں هاتوں کے مل مل
خمار نگاهوں کی مستی کے وصفوں جب میں کہتا هوں جس میں
نرگس شهلا کے بنانے نے سیں سنا هوں گا چوسر نعمۂ بلبل

ترے رنگ تبسم سیں نکتوں کو دانست کلی هے
ترے عارض کے تل سیں گلرخوں کوں تاپ تلی هے

(بقیه بر صفحهٔ آئنده)

سراپا باد سی مانند ہوکر ‏ چلا آندھی کے سر پر سوار ہوکر

سمجھ بے سام لگ مانند خورشید ‏ طلب کے فرق پر رکھ پائے امید

تردد کا قدم رکھنا تھا گن گن ‏ نہ ہوتا تھا کہاں کوئی اٹھلہ ساکن

غزالوں کی طرح سرگرم رم تھا ‏ بیاباں اُس کو گلزار ارم تھا

ہوس دو لگ چلا جب راہ میں راہ ‏ نظر میں اُس کے آیا دشت جانکاہ

کروں اُس دشت کی کیوں کر صفت کو ‏ زباں پر کس طرح ڈالوں سخت کو

وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار ‏ اجل کا کھیت تھا وو دشت دشوار

بیابان عدم کے تھا برابر ‏ وہاں تھا جائے عزرائیل کو ڈر

وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی ‏ وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی

وہاں کی گرد تھی پانوں کی دارو ‏ وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

وہاں کی باد تھی شوریدہ صرصر ‏ وہاں کے کنکرے تھے مثل اخگر

بگولا تھا وہاں دن رات قائم ‏ وہاں جھکڑ سدا آندھی تھی دائم

دیوان ریختہ ہابش کہ جملہ ایک ہزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمدہ، و این ابیات ماخوذ شد —

پانوں میں پلکوں کے گھنگروں اشک کے قطروں سیں تھے
درد کے ہادوں میں جب لگ درد کا مردنگ تھا

نہیں چھوڑا انھوں کا نام مجھ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم! چوک مت، چیر دیکھ کٹار اپنا

ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ہوکر
کھٹائی کا مجھے پرہیز ہے، مت بیچ اچار اپنا

تجھے جلنے سے اور رونے سے میرے کیا ارے مطرب!
بجا کر دیپک اپنا، اور الاپا کر ملہار اپنا

فرموده که در طبقات الاخبار ، آب حیات بلفظ موجود است و
این بیت میرزا داؤد علیه الرحمه بر خواند –

افتادگی ز خاک بر آورد دانه را
گردن کشی به خاک نشاند نشانه را

اکثر اشعارش چه از فارسی و چه از ریخته بنا بر بے پروائی او تلف شده‌اند ، و گویا ہے که هرچه زبانی او شنیده صفحهٔ قرطاس دوست باقی مانده‌اند ، ورنه او دماغ تحریر مسودات خود نمیدارد – و طبع زاد خویش را نزد سامعان یاد میخواند – بے سابقهٔ ریب در شعر ریخته میرزا بے بدل وقت است ، در شعر مثنوی و کبت و اسلوک و دیگر اشعار بارهٔ ریختہاے معنی دارد و می گوید که (ع) – بقسم هرچه آید می توانم
هیچ آتش زبانے در دکن نیست که با و بمقابله در خیزد ،
وکسے چرب زبانے در این مرز و بوم نه که پیش او شورے برانگیزد
موزونان این سر زمین نیست به نامش از چشم گوش می‌گیرند ،
و فصیحان این جا بدهن سخن خود از پا افتاده خط در بینی
می کشند – مورخ بے بدل است – قصهٔ "لعل و گوهر" جمله
پانصد بیت بنظر در آمد ، گواهر گران بہاے معانی تازه مرصع
نموده ، مطلع او اینست —

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی   عطا کر مجھ کو یاقوت معانی
سخن کا لال دے میری زباں کو   درخشانی سے بھر میرے بیاں کو
سخن کے در کا مجھ کو جوہری کر   سخن سنجوں کو میرا مشتری کر

در جائیکه لعل فقیر میشهٔ راه شهر نگینه گرفت ، آں جامی گوید —

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا   خرد کی راہ کو وحشت سے بھولا

لیا ہے دل ہمارا حسن نے ناظر کئی وو چوروں میں
ہٹیلا مست دیکھا معصومہ گر ' عیار ' البیلا

دو بات میں خالی نہیں ہے اشکوں کا چلنا
آنکھوں کا کہیں لگنا ہے یا دل کا اٹکنا

جو بروٹی اس سے کیا ہو وے گی جوت   حسن نے دیکھا دھیان کو مرکو دھیں دیا

جوت روپوں کو ارے دل جوت ہے پہچاننا
جان اگر چاہیں تو دینا ' حکم ان کا ماننا
طمع کی چھادی ہے ہم نے دور رکھتے ہیں سین
فکر کے ہنگدر کو ' ناظر ' حسن سے سمجھے بہانا

مری آہ دل سوزاں کو سن کر مت ہنس اے زاہد
کہ یہ شعلہ لگائے گا تری مسواک میں دھنوا

وتقہ ساز آیا مرے گھر میں ارے مطرب بجا
اس طرح باجا بجا ' کالی جو وو بولے بجا

الٰہی کب دل غمگین ہمارا شاد ہووے گا
یہ اُجڑا شہر یارب کس گھڑی آباد ہووے گا
بہار آنے سے سارے عندلیبوں نے کہے مل مل
کہ یہ غوغا ہمارا رہزن صیاد ہو وے گا
کہے مستوں نے میرے نالۂ دلسوز کو سن کر
کہ یہ آواز کوئی میکدے چکنا چور کا ہے گا

عاشقی کی راہ میں سر رکھ قدم کو بھول جا
راہ جا بدا زون کی ہے مت بھول دم کو بھول جا

... نہ جاوں کہیں کہ پھر پھر کوہ و صحرا میں
وہاں فرہاد اپنا مونس اور مجنوں ہے یار اپنا

بڑا پگڑ ، بڑا شملہ ، بڑا کلہ ، بڑا قازھا
بڑا بنا ہے بڑی محنت سے زاہد نے وقار اپنا

سمجھیں اے لال اشک آنکھوں میں ہمارے سرخ ہیں
دل نہیں ہوتا تو اس پانی کے پل میں کیا ہوا

محتسب کو دیکھ کر سارے مست اُٹھے مینا کو توڑ
پھر نہ دیکھے ہم کا حال اس چل بچل میں کیا ہوا

سحر اُس حسن کے خورشید کو جاکر جگا دیکھا
ظہور حق کو دیکھا خوب دیکھا نا خدا دیکھا

پھر مت پاکی کو خط پر حسن اب بس ہوچکا
کیوں عبث گھستا ہے میں لوہے سے پارس ہوچکا

شیخ مسجد کو چلا ، شیخ شتابی چھپ جا
دیکھ ہووے گی بڑے دین کی خرابی چھپ جا
محتسب آج خرابات میں آتا ہے خراب
دختر رز کو بغل مار شتابی چھپ جا

جب پان کھا کے لب پر کرتے ہو رنگ دونا
آنکھوں میں میرے پل پل ہوتا ہے اشک چونا
لوٹن کبوتروں سا دل کیوں نہ پھڑ پھڑاوے
تیری نظر ہے ظالم شاہین کا سکونا

ادا سیں گر ہماری بزم میں وو فتنہ ساز آوے
بجا کر مہر کا دف چرخ کیا کیا کرو گرے زہرا

میرے لہو کا رنگ نہیں، تو کہو شاید
وہی اس طرح سے لال تمہارا رکاب کئے

مرا خون ہے اگر لال داغ حسن، تو بہت
ہے تیرے چاہ زنخداں میں ہزار آبیت

اے راہرو نہ ڈوبے ہو کیا زمزم بلند کی
طوفان کی طرح تو تمہاری ہے چشک کی سمت

تمہارے پھٹتے رنگوں کو اگر چمن دیکھے
اُڑے گلوں سے بھی رنگ بہار ہاتوں ہات

ریختہ اور ریختہ‌ہائے نثر طویل کہ بطور مثال و نثر مرتب گفتہ این است —

سخن کا تبسم، سخن کا تکلم، سخن کی ادائیں، سخن کی یہ قامت
ہے فردوس علیحدہ، ہے باغ فصاحت، سراپا لطافت، گویا ہے قیامت
سخن کی جبیں در، سخن کے رخ انور، سخن کے بھوان پر، سخن کی کمر در
ہے زہرہ جبیں، ہے خورشید مائل، ہے ابروان کمانیں، فدا ہے نزاکت
بڑی کالی آنکھیں، بڑی کالی زلفیں، بڑی کالی پلکیں، بڑا خط مشکیں
شبیہ مست آہو، ہے ناگن کا جوڑا، سوئے داب سحر ہے، زنخداں حلاوت
ہماری زباں ہے، ہمارا سخن ہے، ہمارا قلم ہے، ہمارا رقم ہے،
ثنا خواں بلبل، معانی کا گلشن، نہال مقطع، مرصع زراعت،
ہماری جوانی، ہماری ضعیفی، ہمارا بدن ہے، ہمارا تواضع
ہے معدوم، عاجز، ہے آثار رحلت، ہے دام ہلاکت، ہے مدہوش تربت

اگر این ریختہ بایں ترکیب خواندہ می شود، درست می گردد —

بھول جا سب کو کہے تھے ہم نے تمکو اے سجن
یوں نہ تھے لیے تھے کہ اب کہو ہم تمکو بھول جا

سمجھے بیٹھیں ہم کو بھی شوخی سیں اے آہو نگاہ
ہم تو بھولے چوکڑی آ تو بھی رم کو بھول جا

پھر اسی بت کی کبھی کرتا رہا اے ظالم مزاج
کون کہتا ہے کہ تو بالکل ستم کو بھول جا

قیس کی مستی کی خاطر شیشۂ عبرت نہ توڑ
دل کو ساغر کر، لہو پی، جام جم کو بھول جا

اے پری 'ساحر' کی باتوں میں گلستاں سیں
دیکھ رنگیں فکر، گلزار ارم کو بھول جا

جب اس کی زلفوں کے وصفوں کو لکھتا ہوں بناتا ہوں شاخ صندل قلم کر
ہر حرف بنتا ہے لہروں بھرا ناگ، ہر نقطہ بنتا ہے ناگن کا انڈا
جوش نالوں کے طپش عشق سے بستر غم میں دل جب سے ہے آہ سوزاں
قمری پھرتا چلا سرو کا میری گردن میں باندھا ہے طوقوں کا گنڈا
ساحر تیرے دل کے پامال کرنے کو سینے میں اترا ہے داغوں کا لشکر
آنسو کی بھیگی طنابوں سے قائم ہے آہ رسا کا کلیجے میں جھنڈا

ہے سینۂ پر شور میرا عشق کا آوا
دل داغوں سے ہے گا جلی اینٹوں کا پزاوا

ناگنوں کو باندھ لٹکا تو لیا ہوں مار مار
جب سیں دیکھا ہوں تری زلفوں کی لٹ کا چھوٹنا

تری آنکھوں کی گردش دیکھ کر اے جوش نگہ دن میں
ہرن نے کھا کے چکر رم کو چوکا، چوکڑی بھولا

بجلی تو کلیجے لاگی، لا گڑگڑا لے ابر

پی جاں نہ دیں ادا کی تیغوں دیوں سدا تڑپیں

محتسب نے ہوش دو دارو سبھی دیکھے ہیں اُڑا

قلعۂ تقوا کو جب مستی سے ہلائے ہیں ہم

مسجد میں اذاں و بتکدے میں ناقوس

وصف اس کے کمال کا بیاں ہے کہ نہیں

لالے کی وصل شاید آئی ہے گلشنوں میں

سب گلرخوں نے لب پر مسی جمائیاں ہیں

تختی عشق نے چہرہ ہمارا لکھا کے کیا شاہ حسن کا نوکر

داغوں کی مہروں کے واسطے لاگے ہیں دل کی کچہری میں غم کی براتیں

پہاڑوں میں کوہ کن آہ نہیں ہے نہیں ہے دریغ بیاباں میں مجنوں

سنسان پڑے ہیں گے دونوں مکاں وہ کدھر کو گئے ہیں دیوانوں کی ذاتیں

'شاہ' سامی کہ ذکرش گذشت' رحمۂ ایں دو بیت را کہ بالا مذکور شد مخمس نمودہ و خوب گفتہ -

آیۂ "لا تقنطوا من رحمة الله" دل میں بول

توبۂ یار دل پہ رحم میں ہوا کروں

دوج آہو میں بہت رم ہے مگر لاگے ہیں

شوخ چشموں کی نگاہوں سے بیاباں میں یاں

مت ستا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب

ہم تو کوئی نرگس مخمور کے متوالے ہیں

اُس کے ہم دام محبت میں پھنسے ہیں 'عاجز'

یاں جس شوخ ستمگر کے لہنگر والے ہیں

سخن کا جسم ہے فردوس عقیدہ، سخن کا تکلم ہے باغ فصاحت
سخن کی ادائیں سراپا لطافت، سخن کی نفاست وجاہت بلاغت

ہماری آہ کو سمجھو کہ ہے بڑی دل باد
وہ گرز ہے کہ جو توڑے فلک کے سانپوں کھنڈ

تمہارے قد کے مقابل ہے سرو یوں بے ڈول
بہال سرو کے آگے ہے جیسوں درخت ارنڈ

جب سے تم اے یار یوں تجھ کو سجے ہو بت سوں ہے
دم ہمارا ناک میں، غصہ تمہاری ناک پر

ساقی مرا چمن میں کرے گر نگاہ مہر
نرگس کے جام چشم میں ٹپک شراب زہر

روز محشر میں دکھاویں گے تجھے داغ امام
مت ستم کے تیرسوں 'ماہر' جگر سات اور ناصح کر

اٹھا کر نہ نے دنیا سے دل کو بھاگ رے 'ماہر'
کہ بہتر ہے تجھے حق کے کرم کا ساگ رے ماہر

جہاں آباد میں گرمی سے کوئی ظالم نہیں ملتا
سمندر درد کا ہے تو وطن کی آگ رے 'ماہر'

کیا کانٹوں کو یوں پامال، میں پھر پھر کے صحراؤں
کہ مجنوں آ کر میرا قدم پکڑا، کہا بس بس

لکھا ہوں یوں ڈھنوں کو (   ) جیوں صندل طرح 'ماہر'
دیا قشقہ جبیں پر نرمیں میرا قلم گھس گھس

جو دنیا دار کھینچے عشق زر سیں آہ بیماری
اُسے مغز فلوس اور شربت دینار ہے نافع

ہم آنکھوں تری دیکھوں اور نہیں بھویں دیکھوں
ہوں زیر نظر آویں ' پرواز نظر آویں

آج آیا ہوں سخن میں شعرا ' عشق اللہ
مست بنا ' دور قلندر ہوں نہا عشق اللہ

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے سوز کو عاجز
قلم توپ اور سیاہی دس بھری باروت بن جاوے

کبھی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

جہاں اُس شوخ کا کب عکس دل پہ تاب میں ٹھہرے
کہاں بجلی کا سایہ چشمۂ سیماب میں ٹھہرے

یہ کیا دھارے کے نشے میں پڑا ہے زاہد اے رندو
کہ گر پاکی کا دم مارے تو نا معقول بن جاوے

وو چلبلی نا چمن جب چرخ کھا کھا کر تھرکتی ہے
کنارے اس کے در دامن کے دامن سے جھمکتی ہے

جب اے چلبل بدن میں کھلکھلاتا ہوں آہ سوزاں کو
توپ کھا کھا کے بجلی جا کے دوزخ میں دھمکتی ہے

محبت کے چمن کا گل جو دیکھا ہے یہی دل ہے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ہے ' یہی دل ہے

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ہوں
قلم فی الفور قینچی ہو کے کاغذ کو کترتا ہے

مرے نازک بدن کو کیا سبب تری اپنی کو اے معشوق
کہ میں دیکھا ہوں تصویر اُسکی وو بھی خوب مستلقی

جب سوز دل سے جل جل آہیں نکالتا ہوں
دوزخ کی سو زمیں میں بھونچال ڈالتا ہوں

اے غنچہ لب ترے بن ہر سال وصل گل میں
سینے میں گنبد جیسا دل کو اُچھالتا ہوں

جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کی چادر تر کر کھنگالتا ہوں

جب اپنی آہ دل کی کرتا ہوں میں صفاقت
بجلی کی مچھی* 'عاجز' دم میں اُبالتا ہوں

دل کے (   ) کر اپنے صفحات کے ورق پر
بجلی کی کلک لے کر یک سر شرار کھینچوں

کیونکہ اوس شہر کے نزدیک صحرا کے غزال
ہے اُنوں کی چوکڑی میں دم ہماری آہ سیں

شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھامے اُس کا زور
تن کے اعضا میں ہوگا جم ہماری آہ سیں

جادو نظر ہو جوش نظروں میں ارے میاں
نازک بدن ہو سو کمروں میں ارے میاں

بچھو ہمت گردوں دوں کے وصف مت پوچھو
کہ یہ دیتا ہے (   ) دونوں کو

اے شوخ تری آنکھیں سرشار نظر آویں
دل لینے کے سودا میں ہشیار نظر آویں

دل تیری نگاہوں کے تیروں کی لگا ہوں اوں
کچھ وار نظر آئیں' کچھ پار نظر آویں

---

* مچھلی۔

مری بانسی کلی سان ہو کلیر نو سرے سنگے ہاتی
جدا وہ دن کرے بادل کہ جو اُمڈ، واہ مر آوے

چنچال زندگی سے' کٹا ہو گیا' تو چھوٹے
'هاجر' ابھی پڑا هے ماکے عدم کا جھگڑا

مری سمرن میں اے گلدو' ہمار م ۱۰ ک حومی سے
پلک کے ہاتھ میں پاہو، کے تاروں کا مالا هے

وہ دوانا هوں کہ اس شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاهی کو بگولے کا چھولا سمجھوں

یار کے کاکل و رخسار میں ایسا هوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں' نہ اُجالا سمجھوں

اگر اُس شعلہ خو کی بزم میں جاوں شمع جل سکئے
پتنگے کی طرح جی سر فدا ہونے کو چل سکئے

هماری شرح بیتابی کے نکتوں تحریر کر سکئے
جو بجلی کے تڑپنے کی طرح تقریر کر سکئے

نگہ کی مارتا برچھی چلا آتا هے وہ ظالم
کلیجا چھن گیا' دل چھد گیا' کیونکر کہ ٹل سکے

مصور نے مرے آنسو بھری آنکھوں کے نقشے کو
بہت رو رو کے آب گوہر غلطاں سے کھینچا هے

مری چھاتی سیتی جب آہ کی باهر نکل آوے
جگر کو چھید کر' جی کو جلا کر' دل کو چیر آوے

اگر کیھت سخن میرا نہال تاک کو پہنچے
ثمرا بھی شاخ هو جاوے' شراب انگور سے ٹپکے

کیوں ندی روزوں کو دی ہے مسافر اندرونی
جیوں مسافت دہر کو پھر سلامانی کرے

ہمارے دل کا گھر ہے اُس ولی کے زور میں قائم
کہ جس نے قلعۂ خیبر کا دروازہ اُکھاڑا ہے

چمن میں جا کے (   ) مسکراتا ہے
گلوں میں رنگ اُڑ کر (۔) جاگل کو جاتا ہے

سنگ طفلاں سے گیا شہر میں تڑ کر مجنوں
ہم رہے ' ہم کو کہاں اتنی یہ دانائی ہے

دل ہے سکوری ' آہ ہے بتی ' لہو ہے تیل
سینے میں میرے عشق کا روشن چراغ ہے

(   ) قلم پاس سیاہی ہے
سخن ہے تمام ' معنی خوشہ 'عاجز' کے یہ کہیے ہیں

میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خاں ان ابیات سی دوستی -
مہندی کے سبزے کی یاد چلی ہے ' اب آنکھوں سے جاں ان اشک چلیں گے
درد کے بستاں کے گوہر فاطاں دو مٹی میں کنکروں سے آہ رولیں گے
قطعہ جنوں میرا وحشی دیوانوں نے سر پر اٹھائے ہیں شوروں سے 'عاجز'
اب میاں مجنوں دیوانوں کے سورچھاوں کو صحرا سے آپ ہی جائینگے

اے زرد پوش تم ہو اگر شاخ زعفراں
'عاجز' بھی باغ عشق کا رنگیں پلنگ ہے

تیر سرگشتہ مژگاں کا خیال آتا ہے یوں دل میں
دکن کی فوج جیوں بھالے پکڑ درگاہ پر آوے

---

* (ن) ملکیے ا (ب) لیے —

دارد، فکر فارسی هم بمهارت عندوست می کند، و از غزل گوئی بسیار محظوظ است. فکر ریخته کم می کند، و با راقم سطور طور مودت درست می دارد، یک دو مرتبه بغرض ملاقات تشریف آورده بود، الحال در لشکر نواب مستطاب معلی القاب نواب نظام الدوله بهادر ادام الله اقباله بسر می برد. اشعارش بوقت تحریر این مسودات بنظر نرسید. ناچار این ابیات از تذکرهٔ قدم علی خان ماخوذ شد —

سمجھے ہیں ہم کہ اب کہیں تم نے بھی دل دیا
بیٹھے کہیں ہو، بات کہیں ہے، نظر کہیں

آتا تھا تیرے منہ کے مقابل جو آفتاب
ایسا گرا کہ صبح کہیں، اور سحر کہیں

کیا ظلم ہے، اے سوئی سی پلکوں والے   آہستہ سے ہو رحم ہمیں قتل کے آلے
نچھوڑ وو نظر گزر گئی سینے سے   ورنہ تیرے بہت ہیں دیکھے بھالے

میرزا عاشور بیگ «عاشق» تخلص

از تلامذهٔ شاه «سامی» است، فکر ریخته خوب، و با محرر این سطور اخلاص می دارد و گاه گاهے از ملاقات مسرور می سازد. از ریخته جات اوست —

جو مست جام و شیشهٔ صہبائے سہر ہے
بر جا ہے اُس کو ہووے اگر یہ خمار سہر

دشمنوں کی کیا مگر آئی ہے موت   چونٹیوں نے پر نکالے الحفیظ

اگر این بیت بدین حسن تعبیر تغییر یابد احسن است —

وہ چنچل کھول زلفیں یار سے شانے کو بیٹھی ہے
ارے دل کیا خبر تیری، کہ آنکھوں میں اندھیری ہے

پڑیں میرے گلے میں قمریوں کے طوق کے حلقے
اگر وہ سرو قد زلفیں کھلی مجھ نزدیک آ بیٹھے

ہنسے جب کھل کھلا کر وہ رنگیلا، پھول بن جاوے
نظر جب تیز کر دیکھے، بنی کی سول بن جاوے

عجب شور جنوں ہے ان دنوں میرے خیالوں میں
کہوں مجنوں کو دوڑیں چھپ رہے مجہول بن جاوے
اڑاؤں جب چمن میں خاک سر پر اس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانا کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئی جا کر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھ سے بے دل کی اگر تصویر کھینچا چاہئے
اے مصور صورت دل گیر کھینچا چاہئے

نور محمد عاصی "تخلص"۔
از خاک پاک «برهان‌پور» است، طبع موزون و ذهن ثاقب

شیخ نور محمد "عاصی" تخلص

برهانپور پیوست، مدتی نوکر نواب نصیرالدوله بهادر معنوی جاه منزلت آصفجاه صوبه دار برهانپور بود و خدمت داروغگی قمادان داشت، بعد فوتش در فرقهٔ ملازم آصفجاه گشت، الحال تعینات میر عبدالغنی خان "وقار"، دیوان صوبهٔ برار است، طبع نظم درست دارد (تحفة الشعراء)

سرد مہروں سے ہی پالا نہ پڑا تھا، سو پڑا
پاؤں یعنی میں مرے دل کا نہ گڑا تھا، سو گڑا
آج کچھ غم کی خزاں اور طرح آئی ہے
کہ گل عیش چمن سے نہ جھڑا تھا، سو جھڑا
اگر گلزار میں، میں اپنے اُس گلرو کو نہ لاتا
نہ بلبل شور میں آتی، نہ گل کا رنگ رو جاتا
گلستاں میں نہ دکھلاتا اگر یوں حال کو اپنے
نہ نافرماں سبزہ ہوتا، نہ لالہ داغ غم کھاتا
نہ ہوتا گر مرے رونے کا شور آفاق میں تجھ بن
نہ بجلی رقص میں آتی نہ بادل راگ کو گاتا

ہیں زخم مرے دل پر کاری مرے ابرو کے
اغیار کے تئیں ناحق دکھلانے سے کیا ہوگا

سرشار ہیں ساقی کے، ہمیں جام کی کچھ حاجت
ہم چشم کے مستوں کو پیمانے سے کیا ہوگا
مشہور مثل ہے یہ، اس عشق کے سودے میں
ہشیار جو ہیں 'ساحر' دیوانے سے کیا ہوگا

حال پر لب پہ آئی ہے جاں ... دور لے اپنے پر نکلے المنعوط

عشق کے کشور کا جو سلطاں ہے اُس پہ ہر دم مہر و مہ قربان ہے

چشم بیمار نگار گلشن ... دیکھ کر نرگس حیراں کو حیراں ہے

میرزا جان اللہ 'عشق' دہلوی

این مخدوم ذاتِ ذکیہ وقوف می دارد، و از عہد سنی
قدم بر مسند شعر می گذارد، و بعد در اصلاح سخن از شاہ 'سامی'
می گرفت و 'احسن' تخلص می نمود. الحال در حیدرآباد
رفته بسلک ملازمان مدد الدوله صاحب 'غرائب' منسلک شد
و 'عشق' تخلص خود قرار داده. اکثر گاه بغربت خانه تشریف
ارزانی می فرمایند، و اشعار طبع زاد می خوانند —

دیدیم کتب خانه هفتاد و دو ملت
غیر از سخن عشق نشد ملتمس ما

الغرض خوب کسی است، حق تعالیٰ سلامت دارد. این چند
ابیات از آن ست —

چشم بیمار سے حال سے نہیں واقف حال
درد ہجراں میں گرفتار ہوں کس کا؟ اِن کا

جس روز ہم مریں گے وہی دن ہے حشر کا
جب تک ہماری جاں ہے تب تک جہان ہے

سینے میں آہ گرم کے قالی ہے کیا رونے میں شور
اس سوا دیکھا نہیں کہیں آگ کا پانی میں زور

آوارهٔ پریشان و شکستهٔ دل بدنام
سانچے دیے 'بتاں' جس کو سو آج ہی نظر آیا

شکوہ کرے ہے کیوں دل میرے اشک سرخ کا
کس آستین دری مرے لہو سے بھر گئی

این شعر را که میرزا رفیع 'سودا' در رتبهٔ خود قطعه،
نقد کرده، در احوال میرزا 'سودا' ذکر در یافت —

ہستی کی خرابی ہو نظر اپنی عدم میں
ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا
اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہے
تو چاہئے تسبیح میں زنار نہ ہوتا

'شاہ فضلی' *

از اکابران عصر بود، و گوی معنی از همسران می‌ربود اشعار ایهام بسیار میدارد و از خامهٔ او چنین گوهر می بارد —

---

* شاه فضل الله نقشبندی 'فضلی' تخلص

پسر سید عطاءالله اورنگ‌آبادی است، درویش صاف‌کیش و عارف کامل جمیع علوم بود — مدتی در لشکر غازی‌الدین خان بهادر فیروزجنگ مرحوم بموجب حکم حضرت رسول مقبول ماند و همین سبب بود که خان فیروزجنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیاری مقهوران قدم و ظفر می یافت نواب عضدالدوله بهادر کلام الله خط مبارک حضرت امام رضا علیه‌السلام که از کتاب خانهٔ امیرالامرا حسین علی خان یافته بود، بایشان سپرد، الحال آن قران مجید در قلعهٔ دولت‌آباد دکن است که میان محمدی پسرش هدیه نمود - آثار کمال درویشی بر چهرهٔ مبارک نورانی او ظاهر بود، جامعیت داشت، رسالهٔ "راه‌راه" در علم سلوک از و یادگار است

بقیه بر صفحهٔ آئنده

باب الفا

اشرف علی خان «فغان» تخلص

از امرایان درگاه احمد شاه بادشاه بود، و اکثر گاه همنشینان ملوک را از نسیم لطیفه‌گوئی و ظرافت طرا می‌نمود — در شعر فارسی اصلاح سخن از قزلباش خان 'امید' می گرفت فغان فغان، چنین است —

ہم تو مرتے ہیں تڑپتے پڑے زندان کے بیچ
مفت لوٹی ہے بہار آہ گلستان کے بیچ
مسکرانا ترا کیا کم ہے میاں! بیچ نہ کھینچ
کیا مزا جی نہ نکل جاویگا اِس ان کے بیچ
مونے سر صاف دوانے کے نظر آتے ہیں
کیا مگر خاک نہیں آج بیابان کے بیچ
میرے دلدار کو جو خواب میں دیکھے یوسف
شرم سے ڈوب مرے چاہ زنخدان کے بیچ
مل اُٹھا مصرع 'حشمت' کا 'فغان' زندان میں
پھر ہے زنجیر کی جھنکار مرے کان کے بیچ

میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان این ابیات می نویسند —

ساقیا! نہ میں یہاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل دیکھتے ہی ابر کو ناچار بھر آیا

جان جانے سے جان جاتا ہے　　جا ہی جانے سے جان جاتا ہے
یار کا دیکھنا جدا دکھلائے　　یار کا دیکھنا جدا دکھلائے

وقیع علی خان این ابیات می نویسد —

مصور گر تری تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

سجن کو میں کہاں تک منہ نہ دکھلا　　کہا آئینہ رو نے ہنس کے منہ نہ دیکھو

زلف کے سلسلے کے طالب کو　　پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

تیرے رخسار کی صفا آگے　　موں دکھو آرسی کی صافی کا

(ندا *)

احوالش بفقیر نرسیده — این قطعه وقیع علی خان در تذکرهٔ خود نوشته بود، بقلم آمد —

مست شراب نند نما وا کیے ہوئے
پوچھا میں اس طرح سے چلے ہو کہاں میاں
کہنے لگا لے نیم کو مجھے سے ہات میں
سنتا ہے بے یہ کون زبان ہے میاں میاں

---

* رضا طالب خان 'ندا' تخلص شاه جہان آبادی

از ہندوستان ہمراه نواب نظام الملک آصف جاه بدکن آمده بخدمت قلعه داری سرفرازی یافت - نجیب و شریف است، - بقوت طبع قابلیت فکر شعر دارد —

شیخ احمد 'ندا' تخلص اورنگ آبادی

از قوم نوائت است، ناظم شهر سدان و خوب معنی یاب بود فکر شعر داشت، (تحفة الشعراء)

۱ سوچ غم آئی ہے دل پر بھاگ رے
سوچ غم مت نہ ملن دو بھاگ رے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۳

قصۂ ''برکادھوکا'' و قصۂ ''پریم لوکا'' بزبان ہندی گفتہ و ایہام خوب دارد، اشعار بافائدہ ارد، و در فارسی و ہندی نیز اشعار او صاف و شیریں است - ایں چند اشعار (فارسی) و ہندی از فکر او ست —

(ابیات ایہام)

مکھ سوں اپنے عرق کوں دور نکر — حسن کا عطر مجھ کوں لگتا ہے
تو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں — دوگھڑی رات دن میں آئی کیوں

بہت عاشق ہیں، مار کھاتے ہیں (۹)
مجھ کوں دے فراق میں دن کاٹنے لگے

* جب تلک تھی جنس گھر میں بیچ کھاتا تھا فقیر
اب تو کچھ باقی رہا نہیں ہے مگر بیچوں خدا

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھ پر بھلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا

اے کبوتر جاکے کہہ یوسف کوں دوریں سوں نکل
تجھ بنا رو رو زلیخا ہورہی ہے باولی

در بحر دف رقص

ناچ تو منحصر ہی چلا پر — نام حسن کے میں ناچ پھرتا ہے (۲)

ہمری انکھیاں میں کیا دلا کچھ ہے — اب تلک پیار ہات ملتے ہیں

تجھ ملاحت کے لون کی اٹ — حسن کا دل ہے کباب سو جانے

دیکھ کر دیوی پانوں کی مہندی — مجھ کو تلووں سوں آگ لاگے ہے

پیو کے مکھ کی صفائی کے آگے — موں دیکھو آرسی کی صافی کا

---

* یہ شعر میر تقی 'عاشق' کے یہاں بھی درج ہے۔ (تحفۃ الشعراء)

"مثنوی"

بلبل خوش بیان و طوطی رنگین زبان است ابن نور
نه ابتدا آس که بعمیر رسیده اند است —

میں دیا جان کے نگیں جان کے جاناں اپنا
جان من جان جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
چھپ عبث مہر کنوا یا میں، تلا عشق سے دل
عشق یوں ویس رساں تھا مجھے معلوم نہ تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۶)

ابر بہوں، بھری ہوا میں اے بہارستان حسن
آسماں پر دود ہے سمجھ آہ کی تاثیر سوں
برگ گل پر ہے سطر سبلم بہوں اے گل عذار
آسماں ہے زار میرے نالۂ شب گیر سوں
یک بیک دل عشق موں پیدا کیا دیوانگی
پائی بندی نہیں اسے جز زلف کی زنجیر سوں
جیب جاں صد چاک ہے تجھ شوق میں اے گلبدن
کیا چلے اب پنجۂ عشق گریباں گیر سوں
یار کے خنجر کا بسمل ہوں، بعاقل مت کرو
جان جاتا ہے مرا اک آن کی تاخیر سوں
آرزو بندے کی لکھنے صدر قلم ہے سینہ چاک
شوق کا قصہ مرا بسکہ ہے تحریر سوں
منصر دیں، اب یار پر قربان کر توں ننگ و نام
عشق نے فارغ کیا تجھ، عقل کی تدبیر سوں

"فخری"

احوالش معلوم نیست، نیز معلوم نشد کی میر ادن یک بیت از وی نوشته شد

جب دیکھوں میں تجھے تو چکا چوند لگ رہے
ہرگز کبھوں نے دیکھا نظر بھرکر آفتاب

میر فخرالدین اورنگ‌آبادی

ترمذی الاصل، از سادات حسینی، 'فخرالدین' تخلص می کند، نواسهٔ حاجی عبدالله جمعدار ثانی و داماد سید محمد حیات درویش است- متصل دروازهٔ باره پله اورنگ‌آباد تکیهٔ اوست، درآغاز شباب بکسب سپاه گری میان سپاهیان کمربست، بعد چندی بحکم" الفقر فخری" در مسند فقر بنشست، از صفای ذات شاهد مقصد خود پیوست، و بفقر و قناعت مشغول گشت - حضرت شیخ صاحب مرحوم که درویش کامل و عارف بود، از حالش خبرداشت، بوقت دم آخر خرقهٔ خویش عطا فرموده - فکر اشعار می نماید، از وست —

یار ہر شان عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
بے نشاں عین نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
مکھ کے مصحف منیں ہر چند ہیں آیات کھلی
بارکشاف نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
ضعف ہمت ستی دل ہوش طرف چھٹتا تھا(؟)
شوق خود بارہ جواں تھا مجھے معلوم نہ تھا
'فخردیں' عمر سوں تھا جس کے بدل سرگرداں
اس تعیں میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

جب سوں مجھ دل کا نصیبہ عشق ہے تقدیر سوں
ہر نفس ہے شعلہ زن تجھ شوق کی تاثیر سوں

(بقیهٔ در صفحهٔ آئنده)

باب الصاد

محمد نظام الدین احمد "صانع" تخلص

از شعرای بلگرام و معنی آفرین شیرین کلام است ترجمهٔ احوالش از تذکرهٔ "سرو آزاد" می نگارد، و جواهر گران مایهٔ اشعارش از دیباچهٔ نثر اولاد محمد صاحب "کامیاب" فرا گرفته حوالهٔ قلم در افشان می سازد که "صانع" بلگرامی نظام الدین احمد همین نام تاریخ تولد اوست، مطابق سنه تسع ثلثین و مائه والف هجری است از عشیرهٔ قضاة عثمانی، مهذب و مؤدب، در حداثت سن کلام الله را یاد گرفت و در خدمت پدر بزرگوارش علی سلمه الله تعالی تربیت یافت مشق سخن از خدمت پدر، میکند ذوق سلیم و ذهن مستقیم دارد، و از قبیلهٔ قضاة عثمانی اول کسی که شعر درست انشا کرد، و لآلی دلپسند بسور فکر برآورد، اوست ایزد سبحانه عمرش دیرانه و پایهٔ سخنش را در فنها کراست فرماید—

قید میں تیری بہت دلگیر ہیں صیاد ہم
خوش گذرتا تھا ہمارا حیف کہ نئیں آزاد ہم

سہم مژگاں سے کیا دل کو مشبک میرے
شوخ دل ابرو کماں تھا، مجھے معلوم نہ تھا

میر ہاشم، قمر، تخلص

از خاندان گرامی، و از یاران سابق سامی است، با من فقیر ربط خاص میدارد، و گاہ گاہ بفقیر خانہ تشریف می آرد۔ از اوست ——

اٹھا ہے جوشش حسرت عجب خوں شہیداں سے
وہ قاتل شوخ شاید واں حنائی دست ہو گذرا



قافیهٔ این بیت درست نمی شود، مگر بجاے یار ماه قرار
دهند و بجاے هاے آه مهر نمایند، لیکن مصاحب کو؟ —

غمزے سے مارتا ہے، جلاتا ہے نار سے
کیا ملک حسن کا ملا تو خدا ہوا

میر محمد صادر «صادر» تخلص

شهریار اقلیم سخن، و دارو ساز مراسم این فن است۔
شعر را بنهایت عذوبت می گوید۔ حاجی میر علی اکبر رمال
که ذکرش گذشت، از ملاقات او فائز شده است، نقل می کرد
که هست مردے شیرین گو و خوش خلق بنظر در آمد، تا درین
هم فکر سخن می نمود، و «حمید» تخلص خود قرار داده
بود از وست —

ایسا سخن ہے دل میں سمائی ہو جائیگی
جو منہ سے نکلی بات پرائی ہو جائیگی
میرے نوشتے سے تیرا تو کچھ گھٹ نہ جائیگا
پر میری عاشقوں میں ہوائی ہو جائیگی

میر «صادر» هم درین زمین ریختہ بر میدارد، و این
چند ابیات از وست —

کب جانتے تھے ہم سے جدائی ہو جائیگی
غم کی مٹھائی دکھ کی دوائی ہو جائے گی
گر سینہ صاف ہو، کھلے بندوں گلے ملو
اتنے سے دل کی کام روائی ہو جائے گی
راوت بچے کا چشم کا دنبالہ قہر ہے
واقف نہ تھے پھسلنے کی کھائی ہو جائے گی

گل بہ جواب خار مژہ، اور دامن چاک دماغ
ہائے کیونکر صحن گلشن میں کریں فریاد ہم
سیر گلشن کی نہیں دیتا ہے رخصت باغباں
کس طرح اِس سال میں دل کو کریں گے شاد ہم
عشق تیرے سوں جنوں میں دستگہ کامل ہیں ہمیں
روح مجنوں کے دئیں کرتے ہیں گے ارشاد ہم
گر خدا دیوے اُس طرف پھیرے منہ اُس کا دیکھ کر
روز محشر کس سمن چاہیں گے 'صادق' داد ہم

فتح علی خاں این ابیات می طرازد —

کیا رخصت سگ لیلیٰ کو دے کر استخوان اپنا
نہ چھوڑا ہائے کچھ مجنوں نے صحرا میں نشان اپنا
محبت کی اس محبت پر دیا تھا جان و دل 'صانع'
نہ تھا معلوم ہو جاوے گا وہ نامہربان اپنا

مغل خاں "صحبت" تخلص

از اقربائے نواب معزز مآب است، احوال او از مطلع خفا سر نہ کشیدہ و اشعارش کہ عبارت از اسعارش باشد، بجز این دو بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خاں مسطور است، بفقیر نرسید —

سینے میں آہ، دل میں طپش، اشک چشم میں
شہرہ یہ عاشقی کا مرا گھر بہ گھر ہوا

یار گھر جانا ہے یارو کیا کروں   ہائے گھر جانا ہے یارو کیا کروں

'شاہو' کی بات اپنی تو خاطر میں یاد رکھ ،
اے یار ایسے دل کو جفا سے لگائیے

محمد صادق ' صادق ' تخلص .

از دوستان راقم سطور است - مشق سخن ریختہ می کند، ازوست —

خوف سے صیاد کے طاقت نہیں پرواز کی
کس طرح گلشن میں جانے کی تمنا کیجیے

لچھمی نراین ' صاحب ' تخلص

مؤلف این نسخہ کہ دلِ دردمند خوران سخن ' وریزہ چین خوان ہر فن است اگرچہ باوجود موجود بودن درجۂ صفت کمال نسبتی چہ حرف کہ در حلقۂ سخن سنجان ہم پہلو نشیند ' و باوصف پیدا شدن خط غلامی کذا محال کہ معانی معنی پژوہان اسم خداوندی گرفتہ لیکن از توجہ موجہ بزرگان کہ از راہ احترام نابینا را بصیر ' و زنگی را کافور می گویند ' نام تخلص بلند آوازہ گشت ' و در صف شعرائے فصیح بیان ہم زانو نشست —

تب سے میرا نام ' صاحب ' کر ہوا مشہور یہاں
جب سے اے دل میں غلام شاہ مردان ہوگیا

مخفی نماند کہ والد ماجد فقیر لالہ منسارام مدظلہ و ادام اللہ اقبالہ ' از مدت سی سال تا حال تحریر این نسخہ بر تعلقۂ

ابرو کی چین دور کر آخر ہنسو گے تم
یہ ترشی ایک روز مٹھائی ہو جائے گی
'صابر' یہ بات جس نے کہی آفرین اُسے
جو مفت بے تکلی بات برائی ہو جائے گی

چون احمد شاه ابدالی در سنه احدی و سبعین و مائه و الف از شهزادهٔ والا اقتدار یعنی احمد شاه بادشاه در میدان سرهند شکست خورده بطرف قندهار بگریخت، درباری بعضی امرا معلوم شد که این تاریخ از میر سر زد —

محمد شاہ کا اب بخت جاگا   خدا ہادی ہے دی افغان بھاگا

طرفه این که مادهٔ تاریخ فارسی هم کلمه "آفت رفت" حساب درست می آید - الحاصل میر صابر از اجلهٔ ارکان لاهور است - این چند اشعار آبدار او که از زبانی حاجی صاحب مرحوم مسموع شد، درین جریده التقاط یافت، لیکن بعضی اشخاص این جا ریختهای میر 'صابر' را در مولود وغیره بنام میر عبدالحی 'تابان' می خوانند، محض بے مناسبت، زیرا که آن اشعار از زبانی اعزهٔ معتبره که بار ملاقات میر 'صابر' یافته اند' مسموع رسید که از مناسبت آن اشعار تا حین تحریر ر دیوان تابان هم دارد —

کیوں ہر کسی کے ساتھ دل اپنا لگائیے
ہر بے وفا کے کاہے کو عاشق کہائیے
ہم مان مان آئے ہیں پیروں کی منتیں
گر آ ملیں سجن تو نیازیں چڑھائیے

مرحمت تخلص، تخلص دو، دائم، و مصرعی دیگر که از و هم
١١٧٦
اعداد سنه سال مستخرج می شود قطعه نمودم —

از حضرت فیض بخش 'آزاد'   گردید مرا تخلص انعام

تاریخ باهل بزم گفتم   اعداد سخن شد مرا نام
١١٧٦

امید از سخن سنجان و نرسید از بالغ نظران این که این چند نتائج طبع ناقص را که عرض می دارد، تا از خورده چینی دور بوده اصلاح فرمایند و بنظر شفقت ملاحظه کرده، عیب پوشی جهت بلیغ نمایند —

وو کمان ابرو جب اِ شمع شبستاں ہوگیا
دل مرا اُس پر پتنگے سا ہی قرباں ہوگیا
اس بتوں سے خوب ہی زاہد گوشہ لیا
ورنہ جو دیکھا کمانیں یہ سو قرباں ہوگیا

شمع پر پروانہ جل کر راکھ ہو   عاشقی کا نام روشن کر دیا

اس وفاؤں کا یہ بدلہ ہے جفا یا قسمت
ہم چلے تم کو تو اب کرکے دعا یا قسمت
ہم ترستے ہی مرے، لوٹے مزہ غیر، پرویز
کوہ کن چیر کے سر کو یہ کہا یا قسمت
مہر اور لطف و تسلی ہے رقیبوں کے نصیب
ہم پہ یہ جور و ستم اور بلا یا قسمت

دوستی میں کون ہے گا کوہ کن سا دل جلا
بات کہتے ہی دیا ہے جان ہے رے اتحاد
جس گھڑی لیلیٰ کی کھولی قصد آ فصاد نے
خون نکلا قیس سے اُس آن ہے رے اتحاد

پیشکاری صدارت صدرالصدور دکن سرفرازی می دارد ، و قبل
ازین چندے از توجه دولت صمصام الدوله مرحوم بخدمت
پیشکاری بخشی الممالک سرفرازی داشت ، حق سبحانه تعالی
سایهٔ ذات والا را برسر ( ) کسان تا یوم القیام سلامت و معمور
دارد . تاریخ تولد شهر صفرالمظفر سنه ثمانیه و خمسین و مائة
و الف هجری این هیچ مدان خامهٔ هستی پوشید ، و در عمر
یازده سالگی بخدمت قبلهٔ برحق حضرت شیخ عبدالقادر صاحب
سلمه الله تعالی کتب متعارفه سبق کرده ، از سواد و بیاض
واقف گردید - ازان جا که شعر را دوست می داشت ، بسلک
تلامذهٔ قبلهٔ دین و دنیا حضرت میر غلام علی ' آزاد ' مدظله
العالی در آمد و بمعاونت میر عبدالقادر ' مهربان ' که یکے از
مهرهٔ دانای آن جناب است ، نوشته ' صاحب ' تخلص قرار داده ،
دیوان غزلیات مردف قریب دوهزار بیت مرتب ساخت چون
رتبهٔ لاادری حیثیت پیدا کرد ، و باصطلاح شعرا و قواعد شعر
ماهر گردید ، ساختهٔ و پرداختهٔ سابق را محض تقویم پارین
دیده ، یک قلم برهمه جا خط کشید - الحال که سال هژده از عمر
گزشته باشد ، چون مطلع شد که میرمحمدحسین ' صاحب ' تخلص
در فارسی گذشته است ، بخدمت فیض مآب حضرت میر صاحب و
قبله الالتماس تخلص نمود آن جناب از راه شفقت تخلص
' شفیق ' عنایت فرمودند لیکن از آن جا که ریخته جات
فقیر قرین جا بعوام و خواص اشتهار یافته ' صاحب ' تخلص
در ریخته برقرار داشته شد ، و در بعضی شعور که ' شفیق '
نمی گنجد ناچار تخلص ' صاحب ' آورده می شود تاریخ

ہے یہ تحقیق کہ تم کو نہ رہے گا وہ غرور
اب ہوا ہے کا نمودار تمہارا وہ خط

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ہے خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ہے خدا حافظ
ہمارے قتل کرنے کو نگہ قاتل کی کیا کم تھی
جو اس نے تمنچہ بھی ساتھ لایا ہے خدا حافظ
مزاج باغباں معلوم ہوتی ہے کہ بلبل پہ
چمن میں شاخ گل پر گھر بنایا ہے خدا حافظ*
بہار آنے سے اب کے باغ میں اے ناصح مشفق
دوانے دل نے کچھ سن گن جو پایا ہے خدا حافظ

جیوں جلا آگ کا آدش سی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہے کا عشق

مرے سے وعدہ کرکے پھر مکرنا — تری باتیں بنانے کے تصدق
مرا دل لیتے ہی بک آشنا تھا — ترے آنکھیں پھرانے تصدق

شیخ جی آتے ہیں کس دھج سے پکڑ تسبیح کو ہاتھ
مارئے گردن میں ایسا جائے جو ملکا ڈھلک

دل الجھتا ہے مرا جیوں کہ سلجھے ہیں وو بال
کیا مچے گی دیکھئے کاکل کے کھل جانے میں دھوم
کس طرح بیمار دل کی ہم شفا چاہیں کہ آج
پڑ گئی ہے اس کی آنکھوں سیتی مےخانے میں دھوم

---

* مزاج گل بہت نازک ہے اور مالی ہے بے پروا
چمن میں بلبلوں نے غل مچایا ہے خدا حافظ
(اصل دیوان میں)

میں ازل سے ہوں قدرداں حسن کا لاریب میہ
یوں جلے ہے مری آہ دشمن رخسار ساز

تیرے بس میں ہیں ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپھنسے اپ دام میں نہ دیر کرنا کیا ضرور

خط پہ آویزاں نہیں یہ زلف تیری پیچدار
مارنے کو مور کا لشکر مگر آیا ہے مار

سرو کی سولی پہ چڑھ قمری کہی نکتوں سے بات
تم تو برخوردار ہو گر ہم ہوئے منصوردار

قتل پر کس نے چلا ہے یہ ستم گار کہ بس
آستینوں کو چڑھا کھینچ کے تلوار کے بس
آخری دم ہے تک ایک دیکھ بھلا اے قاتل
یہ طرح آج تڑپتا ہے یہ بیمار کہ بس
حق تعالیٰ نہ کرے کس کو کسی پر مائل
میں نے دیکھا ہوں گرفتار ہو آزار کہ بس

بس تمھیں رہنے دو یہ بات میاں مت بناؤ
ہم تمھیں دیکھ لیا اور تمہارا اخلاص
بات کہتے ہی گئی جان تصدق تم پر
ہم پہ یہ کچھ ہیں وہ یہ کچھ ہے ہمارا اخلاص

باغباں ہم کو نہیں واللہ کچھ گل سے غرض
ہیں گے مشتاق صدا ہے شور بلبل سے غرض

کم رکھے جی دل میں اپنے گل رخاں کا اختلاط
جی ہی لے چھوڑے گا ورنہ ان بتاں کا اختلاط

ہمیں گلشن چمن میں چھوڑ کر صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے یا ناشاد جاتا ہے

جی میں ہے جا کر چمن میں بادہ نوشی کیجئے
یاد کر وہ سرمئی آنکھیاں خموشی کیجئے

میں جاتا ہوں گلشن میں سینے کو کھولے
کہ یا داغ لالہ دکھائے نہ پاوے
ٹک ایک پھر نظر کر مرہم کی اس پر
یہ بسمل ارے تلملانے نہ پاوے

چھایا ہے ابر چار طرف سے چمن کے بیچ
ساقی کدھر ہے جام، کہاں وہ رحیق ہے
لائے جواب وہ کوئی 'صاحب' کے شعر کا
جس کو کہ دیں ثابت و فکر دقیق ہے

دوستی کر تم سے ہم بیکس ہیں ہے رے دوستی
ہم تمہیں دل دے کے یوں بےبس ہیں ہے رے دوستی
گالیاں بھی کھا چکے، جھڑکی بھی دیری سہ گئے
یہ تمہاری دوستی کے جس میں ہیں ہے رے دوستی

یہاں کب سے امیدواروں میں ہیں
ہمیں ایک بوسہ تو انعام ہووے

اگر وہ شعلہ خو ٹک منہ سے پردہ دور کر دیوے
پتنگے جل مریں اور شمع کو بے نور کر دیوے
مرے ہو خون کے پیاسے، نہ جانو ہوت قصے سے
مبادا یہ عقیق اس سنگی کو دور کر دیوے

ہم نشیں ہوئے سخن کے ، ہو گئی آنسو کی بوند
جنوں مچایا طفل ہمیں کے عید کے آنے میں دھوم
کوئی گریباں چاک بدل کاں ہستی کا ، صاحبا ،
گویا ہیں فرہاد ، و مجنوں کی ہے ویرانے میں دھوم

عجب ہے یہ کہ ہم کو داغ دے کر — کہاں ہو تم اب لالہ جہاں میں

نہیں ملتے جو حوں اپنا قدم سے آج بادل کے
نروز حشر دیکھو تم خدا کے رہ کنوتے ہیں

کیا کریں عرض حال تیرے پاس — ہم کو دل نہیں تجھے دماغ نہیں
کوئی بچارا مجھے کہاں ڈھونڈے — ایک جا کا نرے سراغ نہیں

ہم تو حاضر ہیں ، نہ کرے ہمیں ذرا حکم عدول
خون دل تو جو پلانا ہے پلا بسم اللہ

آب حیات حق میں سخن گو کے ہے سخن
باقی ہے مرنے بعد بھی یادگار کچھ
اس طور بھیج گئے ہیں ہیں کسی کی یاد میں
نرگس کو ہے چمن میں مگر انتظار کچھ

اب لنک سے کہو جانے ہو کہاں متوالے
کئی دنوں سے تو نئے پھرتے ہو آلے بالے

اثر اس تو بطر کاھے مگر ساقی شرابی کی
کہ پانی ڈھولتا ہے پیمت میں آب یوں گلابی کی

کاں ہے دل سوز وو پروانہ کہ آ کر دیکھے
شمع سے مجلس رندان میں رمق باقی ہے

کہو باتیں بنا تم اب ولیکن — تمہارا دل کہیں جاتا رہا ہے

باب القاف

محمد قائم 'قائم' تخلص

ذہن سلیم و فکر مستقیم دارد اشعار آبدارش مملو لطافت، و افکار افکارش حاوی ملاحت —

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

قائم ہر ایک کوچے میں ہے طرفہ تعزیہ
یوسف مرے کی گرمی بازار یک طرف
دلال ایک سمت سے منہ کو ملیں ہیں خاک
سر پیٹتے پھرے ہیں خریدار یک طرف

میر تقی 'میر' و فتح علی خان این ابیات می نویسند —

دریا ہی پھر تو نام ہے ہر ایک حباب کا
اُٹھ جائے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا
کیوں چھوڑتے ہو درد تہ جام سے کہو!
ذرہ تہ بھی ہے آخر اُسی آفتاب کا

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا — آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
جا ہے ماتم کو بس مرے دل میں — اس نگر سے رہا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نادم — کیا کروں پر رہا نہیں جاتا

جان! جنگل میں یوں نہ جاؤ ہردم	دل جلا کوئی سانس بھرتا ہے
خاک سے اُس کی نرگس اُگتی ہے	جو ذرا منتظر ہو مرتا ہے
اپنے بندوں پہ جانی* دیکھو بھلا	کوئی اس طور ظلم کرتا ہے

جب کھلے بندوں گیا اور ہنسا تو باغ میں
پھول ایسی طرح پر سب گل بھی خنداں ہوگئے
ہر جہت بادِ صبا کے یہ قدم کا فیض ہے
مرقد بلبل پہ گل جو یوں چراغاں ہوگئے

---

* جان (اصل دیوان)



اے دل برنگ غنچہ نہ مل گلرخوں سے توں
اپنی گرہ میں اُن کے کھلانے کو زر نہیں

دل تو کہے سنے سے سمجھتا نہیں ہے کوئی
جو کچھ کہو سو دیدۂ خانہ خراب کو

میں رہگذر میں پڑا ہوں برنگ نقش قدم
میں چھوڑا کس کے بھروسے پہ کارواں مجھکو

(قطعہ بند)

یارو یہ فائدہ کیوں بکتے ہو مجھ سے جاؤ
اتنی کہتے ہو مجھے ' اتنی اُسے سمجھاؤ
وہ نہیں تو کہ مجھے غم ہو کسی عاشق کا
یا کوئی جیوے نصیبوں سے یا مر جاؤ

سنگ کو آب کریں پل میں ہماری باتیں
لیکن افسوس یہی ہے کہ کہاں سنتے ہو
میں کہا خلق تمہاری جو کمر کہتے ہیں
تم بھی اس کا کبھی کچھ ذکر بیاں سنتے ہو
ہنس کے یوں کہنے لگا خیر اگر ہے یہ بات
ہووے گی ویسی ہی جیسی کہ وہاں سنتے ہو

راہ چلتے اسے رکھتا ہوں اگر گھیر کبھو
ہنس کے کہتا ہے مجھے کام ہے اب پھیر کبھو

---

* (ن) نہیں۔

یہ کہیو تو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا
پر دیکھیو لینا نہ کہیو نام کسی کا

الفت واقعی اپنا ہی نہ ہے فسق و فجور
پر اس مزے کو سمجھتا، جو تو بشر ہوتا

بتاوے کوئی ہماری سو کس وضع پر
پڑا ہے عشق فرہادوں، نہ آدمی سو نا

ٹک ایک جو تجھے کرنا ہے سو کر لے، قائم،
پھر امید نہیں یہ کہ جواں ہووے گا

کو سوختہ گر، کہ خاک پہ میری ہو گرم شور
تھا ایک چراغ گور سو وہ بھی خموش تھا

ہم سے بے بال و پر اب جائیں کدھر اے صیاد
کاش تو ذبح کیا ہوتا کہ آزاد کیا

صحرا پہ گر چلوں مجھے لاوے عتاب میں
کھینچوں ہر ایک خار کو پائے حباب میں

آوے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں
غنچہ کرے گلوں کو صبا، گر میں بو، کروں
کھولے* ہے چشم دید کو تیری یہ جیوں حباب
اپنے تئیں میں آپ نہ آیا نظر کہیں
رہیے تو میری نعش کو ہوجائے نا غبار
لے جائے گی اڑا کے نسیم سحر کہیں

---

* (ن) کھلتی—

نہ مرنے دیتے ہم ''قائم'' کو لیکن
خداوندی سے کچھ چارا نہیں ہے

یہ دل وہ جنس ہے کہ دنیا گر کہیں آئے
دھوکا یہی رہا کہ نہ دے یار بس مجھے

مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے
جو گذرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے

بھٹکا پھروں ہوں یہاں میں اکیلا ہر ایک سمت
اے ہمرہاں پیش قدم! تم کدھر گئے؟

جیو دکھ چکا ہے ایسے حسینوں* کے ہاتھ سے
دل دیکھنے کو لے کے یہ ظالم مکر گئے

افغان و آہ گھٹنے بے داد کیا کرے
جو قتل ہو چکا ہو سو فریاد کیا کرے

(رباعی)

کیا جسم ہوں دنیا کے یوسف اہل نعم
بے قدر کریں ہم کو جو دے کر زر و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ
محراب جو خم نہو برائے تعظیم

بھلا اے ابر مژگاں اب تو بس کر — ابھی تو کھل گیا تھا دو برس
بہار عمر ہے ''قائم'' کوئی دن — اسے جیوں گل، بہارے اکات ہنس

---

* (ن) جور فروشوں

یارب کوئی اس چشم کا بیمار نہووے
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہووے

یعنی یادش کہ دریں شعر ہمیں قدر فراکت است کہ شاعر بوجہ بلفظ عام موزوں کردہ و خطاب بدشمن دشمن نمودہ ، لیکن (و) —

حاسد دشمن دشمن بجز دوست

جیو میں چاہیں تھیں جو کچھ سوگئیں* اس یار کے ساتھ
سر پٹکنا ہی بنا† اب در و دیوار کے ساتھ
میں گرفتار ہوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جیو نکل جائے گا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

موقوف شغل گریہ مری چشم اگر کرے
اتنا رہے نہ آب کہ لب کوئی تر کرے
پہلے ہی سوجھتی تھی ہمیں اے شب فراق
نہ رات یہ طرح ہے خدا ہی سحر کرے

مجھ سے لگیں تھیں آنکھیں پھنسا مفت میں یہ دل
تقصیر ہے‡ کسو کی ، گرفتار ہے کوئی

دشمن غیر کو پا نا بات کہیے ہماری جو رسی میں کیا سخن ہے
نہ لگا دل کو اس کی مژگاں سے اپنے حق میں تو کانٹے مت بوئے

اٹھاوے ستم یا جفا کیا کرے بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے
میں جانتا ہوں کعبہ سے اب دیر کو بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے

---

* (ن) ہوگئیں   † (ن) پڑا   ‡ (ن) تھی

زبان فارسی ؛ فارسی کا نمونہ

قاسمی صاحب وقت سنجی می بودند و شعر زادۂ طبیعت ایشان است
می گویند تا راقم سطور در 'عمدہ آباد' ملاقات سرسری
دست داد، مگر کسے به نظر آمد، حق تعالیٰ سلامت دارد —

عکس اُس خوش ادا کے پاؤں میں سونے کے توڑے ہیں
گویا خورشید کے جامے پہ ندرت سے جوڑے ہیں

بتاریخ این نسخہ، بدست حضرت میر صاحب و قبلہ میر
غلام علی 'آزاد' مدظلہ العالی این وقت بدان آمد، آزاں جا
که لطفی دارد، دل بے اختیار خواست که به تحریر آید،
ابتدا نوشته شد —

به از خلخال زرین زیور آن سرو سهی کرده
بپایش بوسه زد خورشید و قالب را تهی کرده

وو گلرو کی سیہ زلفوں سے قربا ہے ہمارا دل
گلابی داغ میں تہ بے طرح کے ناگ چھوڑے ہیں

مرا دل خوف کرتا ہے بری بانکی نگاہوں سے
نہ ڈالے حق کسی کو کام ان چشم سیاہوں سے
رہوں کب تک میں ڈاواں ڈول ایسا ڈوبتا ڈرتا
نکالے حق تعالیٰ مجھکو ان الفت کے چاہوں سے
اثر کرتا نہیں اُس سنگدل پر درد کیا کیجے
وگر نہ قلعۂ لنکا اڑیں دم کی آہوں سے

دل تمہارا مجھہ سے گر بیزار ہے   خوش رہو میرا بھی اللہ یار ہے

ہمارے درد دل کے نہیں نہ کسی پہ درد پوچھے ہیں
ہم اپنے جی سے عاجز ہیں انہوں کو چہلیں سوجھے ہیں

"روکے ہے کون تجھ" مرے عشق نے کہا
بولا اُدھر سے داغ جگر لے سپر "کہ ہم"

دل دھڑکتا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
یہاں راکھ کا ایک ڈھیر ہے اور آگ دبی ہے

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم پھر تجھ کو نہ منہ دکھائیں گے ہم
جوں چاہئے چاہ کا سر شتہ جنگل میں جو کر دکھائیں گے ہم

میر قدرت اللہ 'قدرت' تخلص

از سادات جہان آباد است، قدرت سخن گوئی ازیں بیتش که
در تذکرۂ میر و فتح علی خان مندرج است، ظاہر می شود

واقف سبات جا کے خبر لا تو یار کی
حالت بہت بری ہے دل بے قرار کی

'قمر'

قدر سخنش ازیں بیت او که در تذکرۂ 'میر' و فتح علی خان
نوشته، هویدا است —

آئے ہو آج تو رہ جاؤ سمن رات کی رات
لیلۃ القدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات

مالی ہے مست خواب جگانا بھلا نہیں
بلبل کے حق میں شور مچانا بھلا نہیں

اے آفتاب دربدر اور ذرہ رو ہے تو
ہر روز کوئے یار میں جانا بھلا نہیں

'صاحب' یہ واقعی ہے جو 'قاسم' نے اپنا کہا
دنیا میں دل کسی سے لگانا بھلا نہیں

فتح علی خان این ابیات بنامش می نویسد —

دیکھ مجھ چہرۂ طلا کا رنگ   اڑ گیا آج کہربا کا رنگ

میں ہار دیا، جان! تجھے مولسری کا
اک دام بھی تجھ سے نہ لیا مول سری کا

مجھے اے سرو قد تجھ یار نے مارا نزاکت سے
بنائیے گل ہماری قبر اوپر ناز تو رکھو

قاسم دوم *

احوالش معلوم نیست، میر تقی 'میر' این بیت می نویسد —

گلی میں سر کے لٹ سیتی سوا ہے خال کا دانہ
ہوئے جوگی تو کیا یہاں وہاں جدھر نکلے ادھر نکلے

نادری *

احوالش و اشعارش بنظر نرسید، مگر این یک بیت در تذکرۂ
فتح علی خان دیدہ شد —

---

* نکات الشعراء کے موجودہ نسخے میں نہیں ہے —

† شوخ جلبل - ریختہ را ہموار گوید و فرو کش نمی برد
(تذکرۂ گردیزی)

نہ گیا درد دل جانا کسی سے   نہ یارو! مجھکو بھلانا کسی سے

اس چشم پر خمار کو دیکھا جو خواب میں

نرگس کی بھی نیند بس ہے چمن میں اُچٹ گئی

بلبل چمن سے اُٹھ کے * چلی تھی بہار میں

تو گل کی دوستی (کی) اُسے اُڑ کے لپٹ گئی

یہ زمانہ ہے بے وفاؤں کا   مت کسی سے تم اتحاد رکھو

دنیا میں دل کسی سے لگانا بھلا نہیں

اس دوستی کے پیچ میں آنا بھلا نہیں

جب دیکھ وو لالہ رو نظر آتا نہیں مجھے

یہ داغ دل کسی کو دکھانا بھلا نہیں

بیتاب و بیقرار مجھے چھوڑ کر سجن!

اب ہم کو ایسے وقت میں جانا بھلا نہیں

وو سوخ تند خو ہے، بہت زود رنج ہے

دامن کو اُس کے ہات لگانا بھلا نہیں

میں جس کو دل دیا سو وہ دشمن ہوا مرا

'قاسم' میں کیا کروں یہ زمانا بھلا نہیں

فقیر هم دریں زمین ریختہ ابیاتے چند بسلک نظم کشیدہ و مصرع مطلع 'قاسم' را تضمین نمودہ، این سہ بیت از آنست (انتخاب) —

---

* (ن) روٹھہ —

دل زلف میں جا اُلجھا اُس شانے سے کیا ہوگا
کئی گرہیں پڑیں اِس میں سلجھانے سے کیا ہوگا

مغرور نہ ہو ساقی ' توبے کے اوپر اپنا
لبریز کہیں تیرا پیمانہ ہو جاوے گا

ملتے ہو ' قمر ' سے تم گر دل کی صفائی سے
زانو سے ملا زانو بیٹھو گے تو کیا ہوگا

میاں ! کس ڈھنگ سے آتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا
ادا سے مسکراتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا
کہیں سے چس رہی چولی 'کہیں دامن ہوا ٹکڑے
بہت شوخی مچاتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا

ایک تم ' کیا ہم نے سب عالم کو دیکھے بے وفا
کوئی دلبر نہیں ہے جس کے ساتھ دل بہلائیے
عرض کرتا ہے ' قمر ' کچھ بات کہنا ہے ضرور
یا مجھے ہووے حکم وہاں پہ اپ یہاں تک آئیے

ہوش لگا جب سے نظر کا کھل' چشم کو ڈھونڈھتا ہوں دنیا کو

میرزا عزت بخش، فرمان، تخلص

جوان قابل، در فارسی، سخن دان، تخلص می کند، مولد او خاک خجستہ بنیاد است۔ الحال بقلعۂ فیروز گڑھ، می گذراند، ازوست —

حرف حق پر قتل واجب ہے نہیں اے جاہلو
ہاے مت منصور کو مارو خدا کے واسطے

مشکل تھا اُس کو عشر حمیت ستی عبور
کچکول کی جو کشتی نہ لگتی گدا کے ہات

میرزا رضا بیگ، مہر، تخلص

از موزونان خجستہ بنیاد است، فکر سریع السیر و ذہن رسا دارد۔ فروغ دانش از انظار آفتاب طبع، میرزا روشن گردید، و اکثر ریختہ‌ہاے 'یقین' را تتبع نمودہ، سخن شستگی و رفتگی می گوید، و با راقم سطور ارتباطی می دارد، این چند ابیات ازو نوشتہ شد —

ہزار شکر مرا مدعا ہوا حاصل
اگرچہ عشق میں کئی رنج اور بلا دیکھا

پابندی سے دل ہو کر آزاد بہت رویا
زنجیر کو زلفوں کے کر یاد بہت رویا

* میرے اعضا میں دمعہ کہ مرے میاں　　فرق ہرگز نہیں سر مو کا

اشک تر سے چشم گریاں کم نہیں　　موج دریا ہے ہر اک آستیں

مژگاں سے دل نچے تو ٹکڑے کرے بھی ابرو

یہ کہہ کے میں نے اُس سے جب دل کی داد چاہی (قطعہ بند)

کہنے لگا کہ برکش جس وقت ہووے خالی

تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

اے باغباں نہیں ڈرے گلشن سے کچھ غرض

مجھ کو قسم ہے توڑوں اگر برگ و بر کہیں

ایذا ہی چاہتا ہوں کہ میں اور عندلیب

آپس میں درد دل کہیں تک بیٹھ کر کہیں

کس کے گلے کا قطرۂ خوں ہے نہ رہیں

جیوں نغمہ اُگتے ہیں گل اورنگ اتالک

پہنچا نہ آہ درد کو میرے کوئی طبیب

یارب عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے

دیکھا نہ ہو جسے میں کوئی سرزمیں نہیں

پر تجھ دل ہو سو جہاں سو کہیں نہیں

سنتے تھے ہم جہان میں اہل کرم کا ہات

آیا جو دیکھ میں تو کم از آستیں نہیں

مری بد سرابیوں سے کریں توبہ میگساراں

رہے وہ عمل کہ ہووے سبب نشاط یاراں

سنا کن نے حال میرا کہ جیوں ابر وہ نہ رویا

---

* یہ شعر نکات الشعراء میں نہیں ہے

باب الراء

بغدادی ، راقم ، تخلص

راقم اشعار آبدار و ناظم لآلی شاهوار است اصلاح سخن ز میرزا ، سودا ، می گیرد ، و در شاه جهان آباد بسر می برد این چند ابیات از ، نکات الشعرا ، رقم می نماید ——

یہاں تک قبول کیجیے خاطر تری جفا کو
تا سب کہیں کہ ، راقم ، رخصت تری وفا کو

میر تقی ، میر ، نوشته که " این معنی را در دیوان میر عبدالحی ، تابان ، مرحوم ، بعینه ردیف بهمین الفاظ مطالعه کرده ام ظن غالب آنست که این شعر از ، تابان ، مذکور است ، چرا که او از مدت مشق سخن می کرد و این نو مشق است والله اعلم " صاحب می گوید که بنظر فقیر بیت ، تابان ، در آمد ، عجب این که در تذکرهٔ ، میر ، مرحومهٔ ، تابان ، مسطور است و ، میر ، را ملاحظه نیافتاده بیت این ست ——

جفا تو چاہئیے اے شوخ مجھ پہ یہاں تک کر
کہ سب کہیں مجھے رخصت تری وفا کے تئیں

دل کنج قفس میں کر فریاد بہت رویا
ملنے کے تئیں گل کے کر یاد بہت رویا

'رسوا'

میگویند کہ ہندو پسرے بود، و در دبستان میخواند، کہ ناگاہ دلش مائل زلف گرہ دار مسلمان پسرے شد، رفتہ رفتہ عشق از طرفین انبساط یافت روزے منظورش طعام می خورد، و 'رسوا' حاضر بود، طلبید، و تکلیف طعام خوردن کرد۔ از آنجا کہ سرشتۂ مذہب درست داشت، انکار را بر خود گوارا ندید، ناچار گشتہ این واسوخت کہ در غزل حضرت مولوی 'جامی' است، بر خواند —

(مسدس)

مجنوں نہیں کہ جاکے میں صحرا کو سر کروں
فرہاد بھی نہیں کہ کوہ کو زیر و زبر کروں
تیری گلی میں آکے کبھی گر گزر کروں
یک عاشق ضعیف ہوں تجھکو خبر کروں
" اے ترک شوخ این ہمہ ناز و عتاب چیست
با دل شکستگان ستم بے حساب چیست "

کہتے ہیں شیخ یوں کہ تو اسلام کر قبول
اور برہمن یوں کہتے بتوں کے تئیں نہ بھول
رہتا ہوں روز و شب میں اسی فکر میں ملول
کس کا کہا میں مانوں اور کس کا کروں عدول
" از کوے تو نہ کعبہ روم یا نہ بت کدہ
اے پیر رہ بگو کہ طریق ثواب چیست "

رکھے ہے مکرر نہ قصہ اگر ہمائے یاراں

بیٹھوں ہوں میں اس پاس پہ دل تھام لگے کو
اس پر بھی ستم ہے جو خریدار نہ ہووے

اے عشق مجھے کوئی طرح مار ... یا دار کھیے کہ ہائے عاشق

کام عاشقوں کا کچھ بھی مسطور ہی نہیں
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں
کہتا تھا کون یہ کہ خوشی ہے جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یہاں کہیں مذکور ہی نہیں

سنتے ہیں ہم کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ ہماری بھی شام صبح

معصیت میری بہت ہے پا تری بخشش ہے بیش
اپنی رحمت کو نظر کر میرے عصیاں کو نہ دیکھ

صیاد کب تو چھوڑے گا مجھکو قفس سے آہ
کھٹکے ہے میرے دل میں بہت خار خار داغ

رونے میں اس قدر تو جگر اے جگر نہ کر
دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوئے

نامے کا میرے اس سے لیکر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے قاصد شتاب پھرنا
ایک وے بھی دن تھے یارب جو تھا ہمیں میسر
گلشن میں سات اس کے پیتے شراب پھرنا

کہیے کیا درد دل بلبل گلوں سے — اڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر
جو چاہے گوہر مقصود اے دل — صدف کی طرح رہ پاس نفس کر

رو رو کے چشم ہجر میں بے نور ہو گئیں
جاری ہیں اشک، ہائے کہا ناسور ہو گئیں

د نکر مجھے نہ یارو قاتل کا نہ دکھاؤ صیاد کیا کرے گا جلاد کو بلاؤ

جو کوئی چاہے کہ اُس کو جست جو کر لائیے
یار کے کوچے میں یا صحرا میں رسوا پائیے

این ابیات بنام علی خان و میر محمد تقی 'میر' می نویسند —

چمن سے یوں گئے ہم اور چمن میں جائے نہیں
اُڑیں تو پر نہیں رکھیے، چلیں تو پائے نہیں

وصل میں بیخود رہے اور ہجر میں بیتاب ہو
اس دوانے دل کو 'رسوا' کس طرح سمجھائیے

ہر گلی کو کر پڑے ہیں مست ہو دیوار و در
ابر رحمت ہے برستا یا برستی ہے شراب

آرام تو کہاں کہ تک ایک سو کے چپ رہیں
آنسو بھی نہیں رہے کہ بھلا رو کے چپ رہیں

عبدالرحیم 'رحیم'

میر تقی 'میر' این بیت می نویسد —

آیا فراق اب بھو کا سدھ بدھ گنوا مجنوں ہوا
جس بات رو بہلی گئی اُس بات سمجھ جانا پڑا

نورالدین حسین خان 'رنگین' تخلص *

---

* نورالدین علی 'رنگین' تخلص

پسر ضیاء الدین حسین خان است، کہ صدر الصدور مملکت دکن بود مدت دو سال ضمیمۂ صدارت بخدمت خان سامانی سرکار نواب آصف جاہ امتیاز داشت - مشار الیہ بعد فوت پدر باضافۂ منصب و خطاب ضیاء الدین حسین خان سرفرازی یافت جوان قابل است (تحفة الشعراء)

مر جاؤں گا دوا کی نہ منت دیے گالیاں
آگے تو جانتا نہ تھا اب کن سکھا لیاں
دکھیاں ہیں تیری شوخیاں جب سامنے کیاں
لایا چھری دیم کو مرے کہوں تو اے میاں
"خنجر کشیدہ در پئے قتلم شتاب چیست
خود کشتہ ام ہلاک ترا اضطراب چیست"

رو رو کے روز کاٹوں ہوں میں تجھ بنا اے یار
اور شب تمام جاگ کے گھڑیاں کروں شمار
ہر چند اپنا حال دیا تجھ کو آشکار
تو بے رحم نہ آیا مجھے دے کے انتظار
"گفتی شبے بخواب تو آیم ولے چہ سود
ما خود در عمر خویش ندانم کہ خواب چیست"

مطلع اش واسوخت بتعبیر رسیدہ، لہذا نوعے تناقض است دل را می خراشد، و میر تقی 'میر' نوشتہ کہ "پسر عاشق طفل ہندوے بود، او از قضا مرد، عاشقی او بہ ہوس بدل گشت" انتہائی غرض تو مسلم مقررے است و دیوانہ بکوچہ و در زن خراب و خوار می گشت، مسلم از ان جاست کہ 'رسوا' تخلص می کند شعرائے دہلی کہ در اشعار خود خطاب بہ پیش می کنند و رسوائی او بیان می نمایند، اکثر کنایہ ازان است اشعار دردمندانہ 'رسوا' بسیار بنظر در آمد، این ابیات از وست —

یہیں رو رو کے قاصد یار کی فریاد کرتا ہوں
ترا مکھ دیکھ کر اپنے کہے کو یاد کرتا ہوں

نہ جانو عیش میں کچھ عمر اپنی صرف کرتا ہوں
جو کچھ شادی میں دن مرے آنسوں رو رو کے بھرتا ہوں

گفتند که کسی و هر قادر باشد، ورنه وقت این و هم خوان
از جملهٔ اصحاب «مهربان» در آن محفل حاضر بود،
این مصرع بداهه گفت (ع) داخل روضه زار جهان رنگین -
چون عدد کردند، به کم و زیاد تاریخ در آمد از آن جا که
غرابت داشت، قطعه نموده شد - بعد انجام «چمنستان شعراء»
در بادی دو ایج «رنگین» که دوست من او حاضر بودند،
معلوم شد که تاریخ بیست و چهارم جمادی الثانیه سنه سبعین
ومائة والف، روز جمعه یک پاس روز برآمده فی بلدهٔ ایلچپور
رنگین به مرگ مفاجات جان بحق تسلیم نموده فقیر بنا بر آن
قطعهٔ تاریخ انشا کرد، این است - (تاریخ)

سخن سنج معنی گزین جان «رنگین»
چو شد بهر گلگشت گلزار عقبی
ندا داد هاتف پئی سال فوتش
به مرگ مفاجات او شد ز دنیا

و رنگ سخنش اینست — (۱۱۷۰ھ)

نہیں ہے آواز سے خالی یہ دبستاں میرا
آہ کرتا ہے سدا یہ دل نالاں میرا
سبز نہیں خور ترا موسم خط سبز ہے پر
دام میں مور کے نہیں ہے یہ سلیماں میرا
رشتۂ عمر کے نزدیک ہے مقراض اجل
بے سبب چاک نہیں ہے یہ گریباں میرا

لال چند «رنگین»

از قوم کایستهان، مانند تخلص خود رنگین مزاج و شیرین

اورنگ‌آبادی در حفظ فهم و ذکاے طبیعت سرشار، و بخطاب
پدر خود ضیاءالدین حسین خان سرفراز. پدرش صدرالصدور
دکن و وابسته اکثر غرائب هوش بود، و والد فقیر پیشکاری
او می نمود. رنگین جوانے بود که جامهٔ رنگین بربالاے او
دوخته، و شمع نقاب از چهره‌اش افروخته. بمصاحبت قاضی
کرم‌الدین خان قاضی بلدهٔ خجسته بنیاد علم افتخار می افراشت،
و با میر 'مهربان' که احوالش گذشت، قرابت قریبه داشت
شعر ریخته و فارسی هر دو می گفت، اما در قسم غزل طبعش
چندان مناسبت نبود. دو مثنوی دارد، در کمال لطافت و تمام
بلاغت. غزل فارسی او بهمه جهت پست، و چند غزل آن هم
بعضے بے مطلع و برخے بے مقطع. در عین جوانی جهان
فانی را وداع نمود، و داغ تاسف بر دلهاے احباب افزود.
ازین سبب مسودات او که دراصل قلیل و منتشر بودند، زیاده
در انتشار گرفتند. "روضةالشهدا" را بطور وقائع قتل
می خواست که بنظم آورد، والله اعلم چه گذشت. مباحثهٔ که
میر 'مهربان' را با خان 'رنگین' بظهور آمده بود، در ترجمهٔ
'مهربان' مفصلاً تحریر نموده شد. اول 'رضا' تخلص می کرد،
بعده رنگین قرار داد. میر 'مهربان' تاریخ وفاتش که
در سنه اثنین و سبعین و مائه والف واقع شده، چنین
در سلک نظم کشیده (تاریخ) —

از جهان رفت خان رنگینے بعنوان لیاقت میرزاے چنین
سال فوتش شنیدم از هاتف باجل رفت از جهان رنگین

اگرچه متحقق است که کسے بے اجل نمے میرد، مرد مان

یارو محبت میں ہائے سمجھو دم سے
زردار کا سودا ہے، بے زر کا خدا حافظ
دیکھا جو جہاں فانی، بولا یہ 'رضا' مصرع
دنیا تو گذرنی ہے معشوق کا خدا حافظ

محمد رضا بیگ 'رضا' تخلص

از تلامذۂ شاہ 'سراج' مغل چغتہ اولاس است جدش از بدخشان در هند آمده بود و پدرش در شاہ جہان آباد متوطن شده، و بعد انقضاے ایام عمات وارد دکن گشته مولد 'رضا' خاک اورنگ آباد است اشعار خوب خوب دارد فقیر در وقت تالیف این کتاب رقعۂ متضمن طلب اشعار 'رضا بیگ' مصحوب شیخ احمد که جیلی مرد خلیق و هم دوستان فقیر است نزد شاہ 'سراج' فرستادم در جواب این قدر ابیات بقلم آورده، نوشته می شود —

یار کا جور و ستم کیوں نہ میں برداشت کروں
اس سے آئندہ مجھے چشم کرم باقی ہے
بعد مرنے کے رہوں گا میں کفن میں لپٹا
بس کہ سینے میں 'رضا' یار کا غم باقی ہے

ہے کس قدر سا صنم خود نما دو رنگ
آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دو رنگ

چھپاؤ مت وو رخ بے نقاب پردے میں
نہیں رہا ہے کہیں آفتاب پردے میں

گذارا است در عنفوان جوانی مائل بلهو و لعب و عیش
و طرب بود. الحال چندے بصحبت شاہ 'سامی' مشغول
استفاده گشت، او تیکه ذهن و ذکا و طبع نقاد داشت، باوجود
مادهٔ فرصت زبان دان و بہای سخناس شد که گاه گاهے با رادهٔ
سطور برمی خورد، از اوست —

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن میں آوے
سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن میں آوے
یاسمینوں کی بھی صحبت نہیں اب اس کو قبول
بات کو یا ہے وہ ہی اس کے جو من میں آوے
زاغ کو کبک کی رفتار نہیں آنے کی
بوالہوس کو نہ کبھو عشق کے فن میں آوے
مردم چشم کا گھر ڈوب گیا رونے سیں
اشک کے طفل بتا کوں وطن میں آوے
حسن کے بتیں ہوسکے خواہش سیں 'رنگیں' کی
ہند سے نہیں ہے عجب گر وہ دکن میں آوے

عشق میں کوئی نہیں آج مرے آئیں کا
کہ گرفتار ہوں میں سلسلہ پر تمکیں کا
کام میں اپنے ہوں سرگرم نہیں کسی سے کام
عندو سے حق نہیں، مشتاق نہیں تحسیں کا

'رضا'

از خاک لاہور است، والحال بارادهٔ شاہجہان آباد بسر می
برد. این ابیات از بیاض حاجی علی اکبر رسال بقلم آمد —

باب الشین

حسن علی 'شوق' تخلص

شوق از بوم رساندن مضامین تازه بسیار داشت، و اصلاح سخن بخدمت سراج الدین علی خان 'آرزو' میگرفت. اشعار طبع زادهٔ دل نظارگیان را سوختی تازه می بخشد - میر تقی 'میر' و فتح علی خان این ابیات انتخاب می نمایند —

قاصد پھرا نہ واں سے جواب تک تو آچکا
القصہ اُس گلی میں گیا جو سو جا چکا
اے یاس مجھ کو کام اجابت سے کیا رہا
وقتے کہ جب دعا ہی سے میں ہاتھ اُٹھا چکا
کیا کیا ستم نہ تھے کہ کیے چشم یار نے
جو سختیاں تھیں مجھکو زمانہ دکھا چکا

اگر قاصد ترے کوچے سے تک جلدی نہ آوے گا
تو ہمارے آ دیکھیو پھر تو کہ میرا جیو ہی جاوے گا

میں ایسی کم زبانی سے غریباں گرچہ مرتا ہوں
لب زخموں سے قاتل کے ادائے شکر کرتا ہوں
عبور بحر دنیا میں سبکساری سے کرتا ہوں
حباب آسا شمار دم سے بے کشتی گذرتا ہوں

رکھا ہوں الفت ساقی کو اس طرح سے نہاں

کہ جس طرح سے پڑھے کوئی شراب پردے میں

کار دنیا کیجئے یا فکر عقبیٰ کیجئے

عمر کا عرصہ بہت تنگ، اس میں کیا کیا کیجئے

گرچہ ہم کو جلوۂ دیدار کی طاقت نہیں

ایک دم جو دیکھ ہی ہو نا ہووے تماشا کیجئے

اے 'رضا' اپنی تمنا سبھی بالکل اُٹھ جا

عشق کی راہ میں تسلیم و رضا لازم ہے

'روشن'

بر حالش اطلاع کما هی دست نداد امّا از طور کلامش آشکار می شود که زاد بومش سرزمین دکن است۔ این دو سه ابیات از بیاض خان 'انور' تحریر شد —

سبز جامہ پر میں پیو کے انگ پہنا ہے دیکھو

شمع کافوری اُپر فانوس مینا ہے دیکھو

حسن کے مہمان خاطر لا رکھے ہے حاضری

سبز خط لب کے نمکداں پر پدینا ہے دیکھو

چشم کی پتلی ہوی ہے سرخ از خون جگر

خاتم سیمیں پہ یاقوت و نگینا ہے دیکھو

موتیا رائبیل پھولی ہے گلابی باغ میں

منہ پہ اُس گل رو کے شبنم کا پسینا ہے دیکھو



آنکھوں کی سیاہی بھی سنبھلی کی بہار کی
رو رو کے دنوں یاد میں یوں شام سحر کی

'شاغل'

شاگرد 'سہیل' است، میر تقی 'میر' و شیخ علی خان این دو بیت بنامش می‌نویسند —

جاتی نہیں ہے اُس سے تری فکر زلف و رخ
'شاغل' کو روز و شب ہے سدا فکر زلف و رخ

میر سید محمد 'شاعر'

شاعر ہست عالی مقدار و موزونیست یگانهٔ روزگار — قلم دوزبان را آن قدر قدرت نیست که فضائل آن جناب کماینبغی بر نگارد، و لسان ناقص بیان را آن چنان طاقت نه که تقریر کمال آن والا اقتدار کماحقه پردازد، بہتر آن است که بعینہ ترجمهٔ که حضرت میر غلام علی 'آزاد' مدظله العالی در 'سرو آزاد' بتحریر آورده نقل نمایم، و از دو سه اشعار ریختهٔ آن جناب که بدست خط خاص بفقیر رسیده، قلمی نموده، نظارگیان این گلشن را گلدستهٔ تازه عطا فرمایم —
"میر سید محمد المتخلص 'بشاعر' سلمه الله تعالیٰ خلف الصدق حضرت میر غلام میر عبدالجلیل بلگرامی نورالله ضریحه از وجود همایون سادات چمن فضلا را بہاری تازه است، و اکنون گلستان فضلا را رونقی بے اندازه آن جناب در تاریخ چہاردہم شہر ربیع الاول سنهٔ احدیٰ و مائه و الف، بشہرستان امکان

سراپا آرسی ہیں دیدۂ دیدار پر تو بھی
پری اِس چشم خواب آلودہ آگے ہوشہیں سمجھے

مدت سے یہ بحث درمیاں ہے   پر علم نہیں کمر کہاں ہے

دکھا دیدار اے پیارے کہ میں فرقت سے مرگذرا
وہی فردائے محشر آج ہے، میں کل سے درگذرا
کسی کو باغ دنیا سے نہ دیکھا شاد ہم جاتے
برنگ شبنم ایک عالم یہاں سے چشم تر گذرا

ماتم میں مرے کوئی نہ رویا تو غم نہیں
تربت پہ مری شمع کا جلنا بھی کم نہیں
تلوار کس پہ کھینچتے ہو ہم تو مرچکے
پیاسے ہو کس کے خوں کے ہم میں تو دم نہیں

آچکا خط بھی پہ دورا دست بوا ایک بار ہے
ہوچکی آخر بہار اور اب نئی آغاز ہے

خبر لے 'شوق' کی ظالم! تری فرقت سے مرتا ہے
بد از تلوار ہے اُس پر جو کوئی دم گذرتا ہے

بجھے گی آتش دل، ہم نے جانا تھا بہار آئی
ہوائے ابر نے دونی ولے یہ آگ بھڑکائی

بجز مروز کے عاشق سے کچھ خیال نہیں
ہم اُس کی زلف کو جانا تری ہے سودائی

آج ہی ملو تو بہتر، وعدہ غلط ہے کل کا
جیوں طفل اشک میں تو مہماں ہوں کوئی پل کا

دیار تا الآن یاد می کنند، و بهرهٔ ذکر خیر و حسن جمیل
می گردانند. 'میر' در سنه ثلث و اربعین و مائه و الف
کاتب الحروف را بسیوستان نائب گذاشته، خود بدار السلام
بلگرام تشریف آورد و چندے در وطن گذرانیده بنابر تعلقی که
بر خدمت راه یافته بود، بدارالخلافهٔ شاه جهان آباد حرکت کرد،
و بتوسل بعض امرا آن خلل را رفع ساخت. و در سنه خمس و
اربعین و مائه و الف کرة ثانی بسیوستان تشریف آورد، و
بنده را در اواسط سنه اربع و اربعین و مائه و الف رخصت
هندوستان فرمود و خود بمراسم خدمت مرجوعه بدستور قیام
نمود. تا آنکه 'نادرشاه' بر دیار 'سند' مسلط گردید، و سر رشتهٔ
خدمات پادشاهی گسیخت. اما خدایار خان مرزبان سند 'میر' را
بگذاشت و باعزاز و اکرام تمام در 'سیوستان' نگاه داشت، و
از جانب خود خدمتها بتقدیم رسانید. چون هنگامهٔ نادر شاهیان
در آن دیار گرم شد و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند، خاطر
اقدس از اقامت آنجا برداشت و از خدایار خان خواه نخواه
رخصت گرفت، و بیست و پنجم رمضان سنه خمس و خمسین و
مائه و الف از 'سیوستان' بر آمد، و از راه 'مارواڑ' متوجه وطن
شده بعد طی مراحل بیست و هفتم محرم مکرم سنهٔ ست و
خمسین و مائة و الف بوصول بلگرام مسرت اندوخت. 'میر' طبعے
وقاد و ذهنے نقاد دارد. چون از مطالعهٔ کتاب باز می پردازد،
عنان اندیشه بوادی سخن عطف می سازد. مهارت زبان عربی و
فارسی و هندی از حد افزون است، و اشعار السنهٔ ثلاثه در
خزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون. سخن را اکثر اوقات موزون

رساله موسوم به "الولد الاغر یقتدی بابیه الاغر" نسخهٔ جامع
اصناف علوم است و مرآة فضائل و کمالات والد مرحوم - خصوص
عربیت و لغت و محاضرات که درین فنون رایت یکتائی
می افرازد، وگوی سبقت از اقران و ابنای زمانه ربوده، کتب درسی نزد استاد
المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گذرانید، و
کمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت پدر گرامی را نسبت
بفرزند ارجمند ورای شفقت ابوت، عنایتی و محبتی خاص بود،
و در حینی که علامهٔ مرحوم از بهکر بدار الخلافهٔ شاهجهان‌آباد،
عطف عنان نمود، میر سید محمد را نزد خود طلبیده، و
مقارن آن مصرعی را فرستاد که چندی توجه داده کرد، و
انتظار طلب مثنوی باید کشید -، میر، در جواب قلمی فرمود
که "لن ابرح الارض حتی یأذن لی ابی" علامهٔ مرحوم ازین جواب
حظی کرده و این رباعی رقم‌زدهٔ کلک جواهر سلک
ساخت که — (رباعی)

تا یأذن لی ابی بخطت دیدم — گلهای طرب از چمن دل چیدم
از غایت اهتزاز پروانه صفت — ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عهد محمد فرخ سیر علامهٔ مرحوم خود مستعفی
شده، خدمات بهکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت - خدمات
میر سید محمد در سنهٔ ثلث و ثلثین و مائه و الف بمحل
خدمات رسید و مسند حکومت را از ابتدا تا انتها بشیوهٔ
تدین و حسن معاملت رونق بخشید و وضیع و شریف آن

بگولے کو نہیں ہے سر بلندی خاک بن ہوکر
نہ بخشو سلطنت کیا چاہیے ہم خاکساروں کو

ہوگئی آنے سے تیرے دل کے میخانے میں دھوم
چشم میں مچتی ہے جیسے کیف کے آنے میں دھوم
وصل میں بھی نہیں ہے ہرگز چین بیتابوں کے تئیں
عشق نے ڈالا ہے دیکھو شمع و پروانے میں دھوم

میرزا مغل 'سوزش'

بدر داری برادرزادهٔ میرزا محمد اکبر 'طپش' است. این عزیز هم از نجبای 'بدخشان' و مرید خاص بلکه پسر خواندهٔ حضرت شاه نصیر قدس سره است. اگرچه 'سوزش' شاگرد عم خود 'طپش' بود، اما بسبب طبع رسا و ذکای ذهن گوی سبقت از استاد خود ربود، بلکه در اواخر 'طپش' تلمذ باو خود اختیار نمود. از بدو شعور تا مدت العمر لباس سرمئی پوشید و چون سرمه در دیدهٔ اهل کمال جا میگرفت. بسیار سخن‌دان و قلندرانه زندگی بسر برده، و در علم موسیقی از سلف و خلف سبقت کرده. نکهت بلاغت بسیار می گفت، و جواهر ابکار مضامین در سلک الفاظ هندی می سفت. اشعار ریخته و فارسی بسیار گفته، اما از کمال بے دماغی که داشت، مسودات شمع و چراغ می سوخت، مگر همان قدر بدست آمد که میرزا محمد اکبر 'طپش' جمعی ازوے

می کند و جواهر اشعار خود در سلک نظم می کشد -

خورشید زرد رو ہے تجھ سیم تن کے آگے
موتی بھی خاک آیا تیرے سخن کے آگے
غنچے کا دل ہوا خوں تیرے لبوں کے دیکھے
گل ہو کے چاک سینہ، تجھ گلبدن کے آگے
شمشاد کو کرے گا ٹکڑوں سے تیغ مژگوں
جب ناز سوں چلے گا مجلس کو چمن کے آگے
سو ٹوک ہوکر ہوں شیشہ پھوٹ جاوے
نالہ کروں جو دل سے غم کا گگن کے آگے

سید شرف الدین خان 'شرافت' تخلص

نسبت او از ترجمهٔ میر صاحب 'مهربان' که خلف رشید 'شرافت' است، ملاحظه باید نمود. در پاکی حسب و نسب کالشمس فی وسط النهار مستغنی تعریف و توصیف نیست. در شعر فهمی علم یکتائی می افراشت، و انشا را بطور خاص می طرازید. گاه گاهی فکر شعر هم می کند، و یک دو بیت خسته خسته می گوید. میان خان شرافت، و والد مؤلف اتحاد متجاوز الحد است، و اکثر گاه از راه مهربانی بسر وقت سر دفتر تعریف خانه می آرد - بالفعل بتعلقهٔ احتساب بلدهٔ خجسته بنیاد مامور، و بتالیف کتابی در مناقب غوث الصمدانی قدس سره العزیز مصروف است - این چند بیت از وست -

میں روتا ہی رہا غم نے کیا جاری دوام اپنا
کہ ہے مد نظر ہر کس کو آخر کام کاج اپنا

بھوں نہیں طرح ہوں ' اس چند ابیات از طبع
زاد اوست —

یک رنگ میں کئی رنگ دکھاتا ہے رنگیلا
ہر طرح سے کئی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
دیکھو زلف کے ٹھیکے سے ہی سنبل کو گنتا نہوں
میں جوش سے دیکھوں ہوا اس دل کو گیا بھول

رنگین ادا ہے جب تو گیا باغ میں ساجن!
ہر نقش پا زمیں پہ نہ تھے گل کے دستے تھے

چشم دریا سے کیوں نہ ہوئے طوفان   اشک باراں ہنوز جاری ہے

' سہرہ '

در احوالش کہا نہی اطلاع نیست نداں ' لیکن از مشاہدہ
اشعار دل آویزش خطے بعادت دل را حاصل میشود خوش فکر
و خوش خیال است ' چنیں می سراید —

جوش سودا کا ہوا چلئے اُجاڑوں کے بیچ
رو دیئے جب پٹک سر کو پہاڑوں کے بیچ
تیری زلفوں میں نہاں ہے دل وحشی میرا
مجنوں بیٹھا ہے ساجن! بن کے جھاڑوں کے بیچ

بر اجس وقت مجھکو غم نہ ہوگا   ساجن! ایسا کوئی ایک دم نہ ہوگا
وصف ایسا ہے اپنا مغرور گویا   کبھی اس پر ساجن رحم نہ ہوگا
پیارے! ایک دن آتا ہے ایسا   ہم اور تم ہونگے یہ عالم نہ ہوگا

اندوخت، و در سنه اثنین و سبعین و مائه و الف جهان فانی را
وداع نموده. راقم الحروف تاریخ ارتحال می گوید (تاریخ) —

شاعر خوب بود یکتا عالم　　طرفه جلسہ کے تھے وکھاوو قدم
دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے　　مر گیا آہ 'شورش' ہمدم
(١١٧٢ ھ)　　از 'شورش' است —

ہمارے پاس نہیں آتا نہ آتا　　بھروسا کیا ہے جی آتا نہ آیا

جب ستی تیرا ہے در میں جامہ وو جلاد' سفر
تب سے پایا گلشنوں میں سرو نے آزاد سفر

شیخ سلطان الدین 'سوزنده' تخلص

آشنای قدیم، و معنی یاب چابک دست است
رانده و دوست گلزار میں زبان پور، و اشعار رنگینش نشئه‌افزا
سرور. در این ولا از خانه وحشت کرده نامبرد 'نوات' که احوالش
گذشت، با ورنگ آباد آمده بود تا به تعمیر ملاقات صدق در
دست داد، و طبع را حظی تازه حاصل گشت. آخر الامر الحال
بارسعادت بوطن کرد. خدای تعالی به ندرهٔ اتصال خود
صحیح و سلامت رساند. خط نستعلیق خوب میطرازد، و
در شعر فهمی علم یکتایی می افرازد. با راقم سطور طرح
کرم خویشها نموده که می باید، و این طائر وحشی مزاج
را بدام الفت خود بنوعی کشیده که می شاید. پیشتر تخلص
'سلطان' قرار داده بود، بعد از آن 'شهیر'، مگر ساحت
الحال باشارهٔ فقیر تخلص 'سوزیده' درگر بده، و چند ریخته‌ها

بگولے کو نہیں ہے سربلندی، جاہ بس ہرگز
سریر سلطنت کیا چاہیے ہم خاکساروں کو

ہو گئی آنے سے تیرے، دل کے میخانے میں دھوم
چشم میں مچتی ہے جیسے کعبہ کے آنے میں دھوم
وصل میں بھی نہیں ہے ہرگز چین بیتابوں کے تئیں
عشق نے ڈالا ہے دیکھو شمع و پروانے میں دھوم

میرزا منعم 'شورش'

بهر داری برادر زادهٔ میرزا محمد اکبر 'طپش' است. این عزیز هم از نبیرهای 'بدخشانی' و مرید خاص بلکه پسر خواندهٔ حضرت شاه یسین نقش‌بند است. اگرچه 'شورش' شاگرد عمّ خود 'طپش' بود، اما بحسب طبع و ذکای ذهن گوی سبقت از استاد خود ربوده، بلکه در اواخر 'طپش' نیز تلمیذ خود اختیار نموده. از بدو شعور تا مدت العمر لباس سرمئی پوشیده، و چون سرمه در دیدهٔ اهل کمال جا میگرفت. بسیار منکسرانه و قلندرانه زندگی بسر برده، و در علم موسیقی از سلف و خلف سبقت کرده. نکهت لطافت بسیار می کرد، و جواهر آبدار مضامین در سلک الفاظ هندی می سفت. اشعار ریخته و فارسی بسیار گفته، اما از کمال بے دماغی که داشت، مسودات شمع و چراغ می سوخت، مگر همان قدر بدست آمد که میرزا محمد اکبر 'طپش' مثنوی ازوے

سنیم سان نالیاں کے جوں روتی
گلے سے گل کے شبنم بلبل لگا کر *

---

*مولوی محمد باقر 'شهید' تخلص

طهرانی الاصل است، مولد او در گجرات شده، از چند سال در بلدهٔ اورنگ آباد اقامت دارد، با انواع فضائل متحلی است، بتوکل میگذراند، با استعداد علمیت و قابلیت فکر اشعار دارد، و صاحب دیوان است. این چند ابیات زادهٔ طبع اوست ---

شهید اوراق هستی جمع کر جنوں بیڑاپاں دوں
بھرنگیں نهس سوں شاید کہ معانی نارکوں پہنچے

پہاڑ درد کوں اس عاجز دل نمیں دوں مخفی رکھ
نہ کر پھر گل جواں چہرہ سوں راز نہاں پیدا (؟)

عدیم نفس کوں ہرگز نہ دیے دست تصرف دوں
خدا کے واسطے اے دل شرم رکھ اپنی دستی کا

توں قانوں عمل کا یار مت توڑ — کہ ہر طاعت سوں جم کر چنگ ہوجا
شہید اس نفس کافر کوں مار — حقیقت کا مظفر جنگ ہوجا

(تحفة الشعراء)

بهوں مثلش طرح نمود ، این چند ابیات از طبع زاد اوست —

یک رنگ میں کئی رنگ دکھاتا ہے رنگیلا
ہر طرح میں کئی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
دیکھ زلف کے دیکھے سبھی سنبل کو گنا ہوں
میں جو دیسی بیخود ہوا بس دل کو گنواتا ہوں

رنگیں ادا سے جب ہو گیا باغ میں سجن !
ہر نقش پا رمن پہ نہ تھے گل کے دستے تھے

چشم دریا سے کیوں نہ ہوئے طوفاں   اشک باراں ہنوز جاری ہے

' سیعتہ '

در احوالش کما ینبغی اطلاع دست نداد ، لیکن از مشاهدهٔ اشعار دل آویزش حظی بجاذب دل را حاصل میشود - خوش فکر و خوش خیال است ، چنین می سراید —

خوش سواد کا ہوا چلئے اُجاڑوں کے بیچ
رو دیئے جوں پتنگ سر کو پہاڑوں کے بیچ
ہری زلفوں میں نہیں ہے دل وحشی میرا
ڈھونڈوں بیٹھا ہے سجن ! ہوں کے جھاڑوں کے بیچ

در اخیر وقت مجھکو غم نہ ہوگا   سجن! ایسا کوئی ایک دم نہ ہوگا
وقت ایسا ہے اب مغرور ہوتا   کبھی اس پر سجن ستم نہ ہوگا
پیارے! اک دن آتا ہے ایسا   ہم اور تم ہونگے یہ عالم نہ ہوگا

اندوخت و در سنه ثلاث و ثمانین و مائه و الف جهان فانی را وداع نموده، راقم الحروف تاریخ ترحمه می گوید (تاریخ) —

با هر خوبی شهرهٔ عالم　　طرف خلعت کے حسب رکھا وو قدم
دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے　　مر گیا آه 'شورش' همدم

از 'شورش' است —　　(۱۱۷۲ ھ)

ہمارے پاس بھی آتا وہ آتا　　پھر و تا کہا ہے جی آتا نہ آیا

جب سنی تھا ہے درمیں جامہ وو حلال' سحر
بس یہ تا یا گلشنوں میں سرو نے انجام سحر

شیخ سلطان الدین 'شوریده' تخلص

آشنای درست، و معنی یاب چابک دست است زاد و بوم گل زمین برهان پور، و اشعار رنگینش بخشندهٔ سرور - درین ولا از خانه و خانمان گریده با میر 'ثوابت' که احوالش گذشت، با ورنگ آباد آمده بود، با فقیر ملاقات متواتر دست داد، و طبع را حظی وافر حاصل گشت - آخر الامر الحال بار معاودت بوطن کرد خدای تعالی به بدرقهٔ احسان خود صحیح و سلامت رساند خط نستعلیق خوب میطرازد، و در شعر فهمی علم یکتائی می افرازد با راقم سطور طرفه گرم جوشیها نمود که می باید، و این طائر وحشی مزاج را بدام الفت خود نوعی کشید که می شاید نسبت تخلص 'سلطان' قرار داده بود، بعد ازان 'شهیر' مقرر ساخت الحال باشارهٔ فقیر تخلص 'شوریده' برگزیده، وچند ریخته ها

باب التاء

میر عبدالحی 'تاباں' تخلص

طوطی است شکر بیان، و بلبلی است هزار داستان آفتاب طبعش بنهایت درخشانی، و لآلی گران بهای سخنش بکمال رخشانی است می گویند که از وجاهت صوری نصیب وافر برداشته بود، و سعادت معنویش دل نازک خیالان را صید می نمود لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانید و غنچهٔ گلگشت جوانانی گر داید آرے (ع) "طفلے که خوش بنظاره آمد نه ماندنی است" —

میر تقی 'میر' در تذکرهٔ 'نکات الشعراء' او را شاگرد محمد علی 'حشمت' می نویسد، و در دیوان خود ابراز تلمذ 'حاتم' می نماید، چنانچه می فرماید —

اور ہی رنگ ہوا ہے تب سے اُس کے شعر کا
جب سے 'حاتم' نے توجہ کی ہے 'تاباں' کی طرف

نیز می گوید —

ریختہ کیوں نہ میں 'حاتم' کو سناؤں 'تاباں'
اُس سوا دوسرا کوئی ہند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند —

شمع سان رخشاں کے خوب روشنی
گلے سے گل کے نہیں بلبل لگا کر ۞

۞ مولوی محمد باقر 'شہید' تخلص

طہرانی الاصل است، مولد او در گجرات شده، از چند سال در بلدہ اورنگ آباد اقامت دارد، بانواع فضائل متحلی است، بتوکل میگذراند، با ستعداد علمیت و قابلیت فکر اشعار دارد و صاحب دیوان است، این چند ابیات زادۂ طبع اوست —

شہید اوراق ہستی جمع کر جیوں بیڑۂ پاں دوں
یہ رنگیں نفس سوں شاید کہ معنی یار کوں پہنچے

بہار درد کوں اس غنچۂ دل میں یوں مخفی رکھ
نہ کر پھر گل خزاں چہرہ سوں راز نہاں پیدا(۲)

غنیم نفس کوں ہرگز نہ دے دست تصرف یوں
خدا کے واسطے اے دل شرم رکھ اپنی دستی کا

توں فانوس عمل کا یار مت توڑ — کہو طاعت سوں جم کر جنگ ہو جا
شہید اس نفس کا کھڑ کومار — حقیقت کا مظفر جنگ ہو جا

(تحفۃ الشعراء)

سمجھ آتا ہے رونا اپنی نادانی کہ اے 'نادان'
نہ یار اپنا، نہ دل اپنا، نہ دین اپنا نہ جاں اپنا

دیے غم سے سستیاں ہے یہاں تک کہ مجھکو   ادھر پایا کہنا ادھر بھول جانا

'نادان' کے دیکھنے سے ذرا مانتے نہ تم
کھوٹی نہار خط پہ تمہاری بھلا ہوا

بیتابیوں کا عشق کی کرتا ہے کون گلہ
'نادان' اگر یہ دل ہے تو آرام ناچی

جفا سے اپنے پشیماں نہ ہو ہوا سو ہوا
تری بلا سے مرے جی پہ جو ہوا سو ہوا
سبب جو میری شہادت کا یار سے پوچھا
کہا کہ اب تو اسے گاڑ دیو ہوا سو ہوا

یوسف کی کبھی گرمی بازار نہ ہوتی
گر اُس کا زلیخا سا خریدار نہ ہوتا

دنیا کے نیک و بد سے کچھ 'نادان' نہیں ہے غم مجھے
گ یوں ہوا تو کیا ہوا، گر یوں ہوا تو کیا ہوا

میں ہوں فرہاد سا مجنوں مجھے کیا شہر سے کام
میں سلامت رہوں اور کوہ و بیاباں میرا

مجھے جو دیکھتا ہے اب نہیں پہچانتا ہرگز
ضعیفی سے ہوا ہے اس قدر لاغر بدن میرا

اگر چھوڑ دے گا تو ہم کو قفس سے   تو صیاد کیا تیرا احسان نہ ہوگا

پڑھتے تھے وہ بھی بیٹھ کر 'حاتم' کے بہت
پر توجہ دل کی ہے ہر آن 'تاباں' کی طرف

ظاہرا تحصیل علوم بعضے 'نہ ہمت' کردہ باشد، و اصلاح شعر از 'حاتم' می گرفت۔ روزے فقیر تذکرۂ میر تقی 'میر' می خواند که نگاہ نظر در احوال 'تاباں' افتاد، و این بیت او در خواندم —

تاباں جو سوتا ہے چنچل! پر گلے لگتا نہیں
منتیں کرتے ہی ساری رات ہو جاتی ہے صبح

بعضے از یاران گفت که این بیت 'تاباں' مخاطب ثابت نمی شود که کہ کیست فاعل است یا مفعول؟ چوں بہرہ از رجاحت صوری می داشت، اغلب خطاب عاشق نمودہ باشد۔ فقیر فی الفور این بیت که قصب آن بیت تحریر است، برخواند و جواب ادا نمود —

جتو میں آوے سو کہہ دو 'تاباں' کو لیکن من فلک شکستا تقدیم

الحاصل اشعار ہائے رنگین او بسیار آمد۔ چوں تحریر این کتاب بدیوان مختصرے قریب هفت صد بیت بدست اُفتاد، این چند ابیات انتخاب یافت —

نہ طاقت ہے اشارت کی، نہ کہنے کی نہ سننے کی
کہوں کیا میں، سنوں کیا میں، بتاؤں کیا بیاں اپنا
بہت چاہا کہ آوے یار، یا اس دل کو صبر آوے
نہ یار آیا، نہ صبر آیا، دیا میں جی فدا اپنا
قفس میں بند ہیں، بے بال و پر ہیں، سخت بے بس ہیں
نہ گلشن دیکھ سکتے ہیں، نہ اُڑ کر آشیاں اپنا

ہوں جدا کفر اور اسلام کی راہوں سے میں
ہو نہ اے کعبہ و دیر، یا ہو بت خانہ خراب

ایں سخن کلیۂ بہ ادنی است، ارچندیں می بود، نمگوئی
بہوں (ع)

ہوئیے دیر بھی کعبے میں یا ہوئے بت خانہ خراب

اگرچہ دریں مصرع ہم ہمیں معنی برآید، لیکن
[illegible] نہ در سر بست –

عہد کے ساتھ میں اس شوخ کا پیماں ہے آج
میں ہوں اور ہاتھ مرا، یعنی گریباں ہے آج

جامہ زیبوں میں سجیلی ہے مرے یار کی سج
ایک چولی کی سج، اور پھینٹا دلدار کی سج
یاں کھلا ہوا آتا ہے ادا سے جس وقت
بھول ہوتی ہے ایک عالم کو وہ خونخوار کی سج

کی ہم نے خوب سیر جہاں کی چمن کے بیچ
پائی نہ بو وفا کی کسی گلبدن کے بیچ

کس سے پوچھوں ہائے میں اُس دل کے سمجھانے کی طرح
ساتھ طفلوں کے نکل پھرتا ہے دیوانے کی طرح

غارت کرے گی ہائے ترے ملک حسن کو
ہے فوج خط کی گرد نمودار بے طرح

دیکھا گھر ایک اور سارے زماں کا ہوا وارث
کوئی مجنوں سا عیارا نہ ہوگا دوسرا ہرگز

ہوں با وفا سے باوفا اور بے وفا سے کیا غرض
ہوں آشنا سے آشنا، بے آشنا سے کیا غرض

کیا بری ساعت تھی جو صیاد آیا باغ میں
ایک دم میں آشیاں بلبل کا ویراں ہو گیا

حسرت میں دنیا کی کو مصلحت نہ ہوئی راحت
میں بحال بدرا سن کر فرہاد! بہت رویا
بسمل تو لگا ہا رہا در خون جو نکلا رہا
کر قصد مری آخر قصاد بہت رویا
در وقل مصحف آں لے عالم میں بہت قدر دکھا
حسب مصحف سے نہ پایا کوئی جلاد بہت رویا

سبب کیا ہے کہ تم روٹھے ہو ہم سے
بتاؤ کیا کیا ہم نے تمہارا
ظالم تیرے چہرے سے نمودار تو ہے خط
دیکھوں کہ ذرا ظلم کوئی کیونکہ سہیگا
سمجھا ہے حرف کیا پوچھا آ ہا ہا آہا ہا ہا
کہ ہل جاتا ہے جی میرا آ ہا ہا ہا آ ہا ہا ہا
نہ زلفیں ہیں نہ کاکل ہیں نہ خط و خال ہیں ہر گز
تیرا کیا صاف ہے چہرا آ ہا ہا ہا آ ہا ہا ہا

میں خواب میں دیکھا ہے اُسے مہندی لگائے
کیا جانئے کس کس کا لہو آج بہے گا

سب جو جانا کہ چمن میں بار بار اے عندلیب
آخر اس موسم کا کھٹکا چھے کا ہمارا اے عندلیب
تیرا ہر دا ندان کو کیا تیرے سور نے
اے کاش تو نہ کھولتی میں منقار عندلیب [1]

ہم جان مال فدا کر صحرا میں آرہے ہیں
مجنوں سے بھی زیادہ دھومیں مچا رہے ہیں
فردوس کی دکھا دے گر اس کو یہیں دنیا
تو کیوں چمن میں ملتے سر کو دوارے ہیں

صحرا ہی جان مال بھی ویراں ہوا کوئی
بہتوں کی کی ہیں عشق نے خانہ خرابیاں

اے ہما مت کھائیو سب بال و پر چھوڑ جائینگے
ہیں نمک سے عشق کے شوریدہ میرے استخواں

زاہد ہو اور تقویٰ ' عابد ہو اور مصلیٰ
مالا ہووے اور برہمن ' صہبا ہووے اور ہم ہوں

تو جور دلربا سے شاکی ہے کیوں کہ ' نادان '
لیلیٰ نے قیس مارا ' شیریں نے کوہکن کو

ساقی ہو ' اور ابر ہو ' جام شراب ہو
یارب کبھی تو میری دعا مستجاب ہو
لایا ہمارے سر پہ یہ دل کیا خرابیاں
اس جان مال خراب کا خانہ خراب ہو

گلے لگ رات تو وہ گلبدن جب سات سوتا ہے
ہمارا صبح کو جامہ بسا پھولوں میں ہوتا ہے

عاشق نے وقت مرگ کہا یار سے یہی
سمجھوں گا تجھ سے حشر کے دن دیکھ تو سہی
دیکھا جو میری نعش کو کہنے لگا طبیب
مجنوں موا تھا جس سے یہ آزار ہے وہی

مثال کیا ہے مجھ صیاد باغ میں اوسے
جو عندلیب کے دامن ہووے داماں سے ربط

بے طرح شان دیتا ہے تمہارے ذکر میں
بلبلو! تم آج مت جانا گلستاں کی طرف

جب تلک مجنوں تھا اس وادی میں ویرانہ نہ تھا
ہائے اُس بن خاک اُڑتی ہے بیاباں کی طرف

یہ زاہد بے خبر کیوں عاشقوں پر طعن کرتے ہیں
نہ کہلاتا ہے اے نادان! پیغمبر کا خدا عاشق

نہ دیکھی تھی کبھی میں اُس کی صورت   ارے وہ کیا ہوا جس نے لیا دل
اب اُس کو جان! تم چاہو نہ چاہو   تمہارا ہر طرح سے ہو چکا دل

ایسا نہیں عزیز کوئی گھر نگھر کہ ہم
ایسا نہیں خراب کوئی در بدر کہ ہم

رات جاتا ہے کسی غیر کے گھر میں ہائے
نشۂ مے سے بھری چشم یہ مخمور نہیں

چھپ کر دیکھا، جھانک کر دل لے کے بھاگ جانا
کیا اچپلائیاں ہیں، کیا چلبلائیاں ہیں

گر زلیخا چاہ سے یوسف کو کھینچتی تھی عزیز
پر کوئی تجھ سا نہ دیکھا ہوگا اُن نے خواب میں

مے ہے، مطرب ہے، ہوا ہے، ابر ہے، گلزار میں
تو بھی آ اس وقت اے ظالم ہمارے باغ میں

ساقی ہو، اور چمن ہو، مینا ہو اور ہم ہوں
باراں ہو اور ہوا ہو، سبزا ہو اور ہم ہوں
ایماں و دیں سے 'تاباں' کچھ کام نہیں ہے ہم کو
ساقی ہو اور مے ہو، دنیا ہو اور ہم ہوں

ملایا خاک میں پھر کوہکن کا ہائے خسرو نے
یہ کیا بات اگئی اس خانماں اباد کے دل میں

دیکھنا ان ماہ رویاں کا تو اے 'تاباں' نہ چھوڑ
چاہتا ہے گر ہمیشہ نور بینائی کے بیچ

میرے ہم مشربوں میں آ 'تاباں' رہتے ہوں گے حضرت رمضاں

جوں برگ گل سے باغ میں شبنم ٹپک پڑے
کیا ہو کہ برگ لب سے پیوں مے ٹپک پڑے

محفل کے بیچ سن کے مرے سوز دل کا حال
بے اختیار شمع سے آنسو ٹپک پڑے

کاٹیں ہیں دن 'تاباں' جیوں شمع زار تیری
یاں بات کے کہنے کی ہوتی ہے گلہ گاری

سفیدی جو آئی ہے داڑھی پہ تیری
سمجھ شیخ یاں تار و پود کفن ہے

شمع سی جسم کو چلیے چق کے کدھے پر یارو
رو نہیں، ظلم نہیں، عقل کی کوتاہی ہے

ظالم نے جان کنی میں مجھ دیکھ کر کہا
عاشق تو کیوں ہوا تھا برا ہے بری بلا

ان اشعار اور دیگر، مہر و محبت کی جان ہوا کرواتے ہے —

ہے سوز عشق جہاں بیٹھ مجھ میں کہ بعد مرگ
پروانہ مرغ روح ہو شمع مزار کا

قد جانثار کمان سا حسرت میں ہوگیا
پر ہدف کبھی نہ ہماری ہوئی دعا

اختر کو چور راکھ میں' میں دیکھ کے سمجھا
'داماں' تو نہ خاک بھی جانا ہی رہ گا

مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے، لیکن
لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت

لگ رہی ہیں بری عاشق کی جو آنکھیں چھپنے سے
مجھ کو دیکھا ہے مگر اُن نے اب نام کہیں

لے میری خبر' چشم مرے یار کی' کیونکر
بیمار عیادت کرے بیمار کی کیونکر

بال اپنے کھولتا ہے جب تو اے خورشید رو
جانب سے مہ پر ترے اُس وقت آجاتا ہے ابر

آتا ہے قاتلوں کو بھی، گلرو رقیب ساتھ
لاتا ہے خار ہمرہ میرے بجائے گل

آشنا تو مجھ سے ہے ایسا کہ جیسا چاہئے
پر جو کچھ دل چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں

آرزو ہی رہی یہ، دانۂ تاک ' قطرۂ مے کبھی نہ ہو ٹپکا

مرنے کے ہیں تو نہیں کچھ مرے آثار ہنوز
رحم کر رحم، کہ جیتا ہے یہ بیمار ہنوز

کیا ستم فرض کہ محشر کے تئیں مجھے بخشیں
جو تو نہ ہوئے تو فردوس بھی جہنم ہے

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے
تجھے بے مروت، مروت کہاں ہے
مری گور پر لوگ رکھتے ہیں گل کو
مرے دل ربائی کی غیرت کہاں ہے
بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

میرزا رفیع 'سودا' ہم دریں زمینہ کہ فوقہ ابیات بالا نوشتہ شد، خوب گفتہ —

میرا جواب نامہ جہاں لکھ چکے پر اب تک
قاصد پھرا نہ لے کر وہاں سے جواب نامہ

گئے نالے مرے پر باد مانند جرس چپ رہ
اثر دیکھا مری فریاد میں دل آ ہم نے بس چپ رہ

تو مے پی اس قدر ظالم کہ تجھکو کیف کم ہووے
ذرا بیہوش ہو جانا، ہمارا ہوش کھونا ہے

پھرے ابرو سے نہ چھوٹے گا مرا دل مر کر
گوشت ناخن سے بھلا کوئی جدا ہوتا ہے

رکھا تھا ایک عمر سو تیرے غم میں جا چکا
آخر تو مجھ کو خاک میں ظالم ملا چکا

پینا نہیں ہے ساقی اس ابر میں پیالہ
ادا ہے مجھ کو 'نادان' یہ اختیار رونا

گلی میں اپنی رونا دیکھ مجھ کو وہ لگا کہنے
کہ کچھ حاصل نہیں ہووے گا ساری عمر رو بیٹھا

جو بال کھول کے بیٹھا تھا ایک دن اک تک
ہر ایک موج کو ہے پیچ و تاب دریا میں

ہر ایک کو کہتے ہو وعدہ کا اپنی تو فلاں
کھلاتے ہو یہ مری استخواں ہما کے تئیں
جفا تو چاہیے اے شوخ مجھ پہ یہاں تک کر
کہ سب کہیں مجھے "رحمت تری وفا کے تئیں"

بہے اشک اس کے آنکھوں سے میری   اب تو ہوا ہے کنار

جوان فلک پہ نسبت الوان ہے جہاں
خالی ہیں مہر و ماہ کی دونوں رکابیاں

مرتے ہیں آرزو میں اس وقت آن پہنچو
تک ہم کو دیکھ لو گر ہم جلدی سے جاں پہنچو

میں گور غریباں پہ جاکر جو دیکھا   تو ہر نقش پا لوح تربت

نہ پائی خاک بھی 'نادان' کی ہم نے پھر ظالم
وہ ایک دم ہی ترے رو برو ہوا سو ہوا

---

* (ن) ہونے کا —

میر عبداللہ 'تجرد'

از خاک پاک دکن است، چنین می گوید —

کیا آج ان لبوں کی ملاحت بیاں کروں
عالم میں شور ہے کہ نمک کو خبر نہیں

ویراں کیا ہے جوش تغافل نے ملک دل
اب لگ بری نگہ کی 'کو لگ' کو خبر نہیں

انکھیاں سوں دل میں آج 'تجرد' خیال یار
آیا ہے اس طرح کہ پلک کو خبر نہیں

میر تقی 'میر' و قاسم علی خاں این بیت 'تجرد'
میدو نسبند —

تجھ رو سے لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں
خورشید کہا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں



جہاں کے شہر یار دو سال بعد کوئی کب داد کو پہنچے
مگر ہاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہنچے

قیامت مقصود یہ کل کی رات اس کے ہجر میں لائی
نہ آیا یار میرا آج بھی، وہ رات پھر آئی

(رباعی)

ہوتا ہوں ذرا جو اشتیاقی ساقی
بےہوش ہو پکارتا ہوں ساقی ساقی
مجھکو ہے خمار شب کا، لا صبح ہوئی
شیشے میں جو کچھ کہ ہے ہے باقی ساقی!

میاں صلاح الدین 'تمکین'

اوقات را بشاہجہان آباد بسر می برد، از وست —

دیکھ درس کو کہا دل نے خدارا عشق است
روح قالب سے یہ بولی کہ خدارا عشق است
جھک رہیں شوق سے تجھ درس پہ میری آنکھیں
جیوں کہ کعبے کی طرف قبلہ نمارا عشق است
دیکھ 'تمکین' تو برے لب کو رہا تھا خاموش
شوخ گستاخ ہو بولا کہ خدارا عشق است

میر مہدی 'میر' و قدم علی خان این یک بیت 'تمکین'
می نویسند —

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا
مجھکو دیوانہ کیا تجھکو پری زاد کیا

باب الخاء

حضرت امیر خسرو دهلوی

خسرو ملک سخن، و فریدون بافر این فن است فکر
رسا و ذهن آسمان پیمائی دارد، و طبع را در الفاظ عربی،
فارسی، و هندی، و ترکی، و معما، و صنعت بانگا نهد، و
غزل، وخهیه، وکاملنه (؟) وغیره دست می گذارد، و معنی
فردی چنان متین خیال نوهدون چشم روزگار ندیده، و گوش
گردون نه شنیده هرچه از کمال او شرح دهم در مقام
کوتاهی، در شعر و املا صنعتها خرج می کند، و غزال
سخن را در سبهای گویا گوی عبارت می دهد (ابیات)

فکر دور نه پرواز دارد نبی نبود ولی اعجاز دارد

در انواع سخن شورجهان است بقدرت خسرو صاحبقران است

مرید حضرت نظام الدین اولیا قدس سره است، راقم
نفحات، رقم میزند که در بعضی مصنفات خود نوشته است که
اشعار من از پانصد هزار کمتر است، و از چارصد هزار بیشتر
و بعضی، از حدی نوشته که اشعارش از صد هزار زیاده و از
دویست هزار کم الحاصل علامهٔ عصر بوده است - و فاتش در

باب الثاء

شهاب الدین 'ثاقب'

از معمورهٔ هندوستان است، میر محمد تقی 'میر' می نویسد که "رندی درویشی است متوکل شاگرد میان 'آبرو' اکنون شعر خود را پیش سراج الدین علی خان 'آرزو' می آرد، و از چندی بوطن خود رفته که از مضافات بارهه است، با فقیر آشنائی بسیار داشت، نسخهٔ روزگار است، در همه چیز دست دارد و هیچ نمی داند" فقیر را احوال و اشعار 'ثاقب' هیچ نرسید، لهذا بر این اشعار انداز که میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان نوشته، اکتفا نمود—

'ثاقب' کی نعش اوپر قاتل نے آکے پوچھا
یہ کون مرگیا ہے، کس کا ہے یہ جنازا؟

قتل کا کس کے ہے اب قصد تمھارے دل میں
کیوں رکھاتے ہو میاں سان پہ تلوار کے تئیں
چھین کر دل کے تئیں درپئے ایذا ہووے
پیار کیجے نہ کسی ایسے دل آزار کے تئیں

اگرچہ سر دفتر موزونیت او آوردہ اورا از زمرہ شعرا خارج می‌کنند ناشی از سخن‌طرزی و بے انصافی است و شعرش نسبت بہ شعر اے مسلم الثبوت درجۂ نازل المرتبہ است، لیکن انکار موزونیت او نتوان کرد" اتفاقی مولف این نسخہ را احوال و اشعارش او خارج درسیدہ، مگر این ابیات کہ 'رستم علی خان' و 'مہر' نوشتہ می‌نویسد۔—

تیری زلف سیہ سے اے پیارے   مجھکو یکسر ہزار سودا ہے

'خاکسار' اُس کی انکھاں کے کہے تو مت لگیو
مجھکو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

قیامت نہی ہوگی تو میری بلا سے
مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی
اِس خانماں خراب کو چپکا خدا کرے

دل! شکستہ ہوکے کیا کیا دیں   اے خانہ خراب! کیا کیا تیں

تیغ قاتل سے ہوئے محروم بے تقصیر ہم
روز محشر کے اُٹھینگے گور سے دلگیر ہم

کیا ہے اس 'خاکسار' کی تقصیر   یہ مگر ہم کو پیار کرتا ہے

کیا ہے حاصل تجھے ناصح! مرے سمجھانے میں
آہ جوں شمع ہے راحت مجھے جل جانے میں

'خاکسار' عاشق میخوار کو تقوی سنتے کیا
ابھی دیکھا تھا میں اُس رند کو میخانے میں

سنه خمس و عشرین و سبع مائة در شب جمعه رودان،
عمرش هفتاد و چار سال بود. ورثه می گوید — (تاریخ)

میر خسرو خسرو ملک سخن   آن محیط فضل و دریای کمال
نظم او دلکش تر از ماء معین   نثر او صافی تر از آب زلال
از برای خستگی تاریخ او   چون نهادم سر بزانوی خیال
شد "عدیم المثل" یک تاریخ او   دیگری شد "طوطی شکر مقال"

مشاطهٔ طبعش اکثر بزینت عروس غزل پرداخته، شرح کمالاتش اگر بر طرازم نسخهٔ رنگین پیدا می شود، لهذا موقوف داشته و بمختصرش اکتفا نموده، این دو بیت هندی می طرازد —

شبان هجران دراز چون زلف و روز وصلش چو عمر کوته —
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں یہ کاری رتیاں
چو ذره حیران، چو شمع سوزان، بگشتم آخر بهر مه رو —
نہ نیند نیناں، نہ انگ چیناں، نہ آپ آویں، نہ بھیجیں پتیاں

میر تقی "میر" این دو بیت می نویسد —

زر گر پسرے چو ماہ پارا   کچھ گھڑیے، سنواریے، پکارا
نقد دل من گرفت و بشکست   پھر کچھ نہ گھڑا، نہ کچھ سنوارا

محمد یار "خاکسار"

مشکیست از تخلص او پیدا، و فهاش سخن از کلامش هویدا، وقتیم علی خان، احوالش می طرازد، و حرف حق بیان می سازد که "از خدم درگاه قدم شریف است، گویند بسیار بر خود می پیچد، و خود را ورای شعرای مسلّم محسوب می کند، بهر حال شعرش خالی از موزونیت نیست، و آن که بعضی

باب الذال

میر محمد مستعد 'ذہین' دہلوی

شاعر ذہین و مستعد سخنہائے رنگین است در عین عنفوان جوانی دماغ رسا و جا در عالم بازی گرفت اشعارش بمقبول در رسید' مگر این دو سہ اشعارش از تذکرہ قدم علی خاں التقاط یافت —

ہمارے دل کو مت آزار دے اے باغباں ناحق
جلا مت آتش گل سے ہمارا آشیاں ناحق

ہائے کیا کیجیے کہ پہنچی نہ 'ذہین'
کان تک اُس کے ہماری فریاد

ہو اگر کچھ یار کے تشریف فرمانے میں دیر
تو کریں کاہے کو اس دنیا سے ہم جانے میں دیر

جنوں کی ان کے ناصح کچھ نہیں تدبیر کرسکتا
چھٹے پھرتے نہ دیوانے جو وہ زنجیر کرسکتا
کروں میں کیونکہ اس کے روبرو شکوہ جفاؤں کا
حیا آتی ہے مجھ کو میں نہیں تقریر کرسکتا

باتیں ہماری راست انہوں نے نہ جانیاں
کیا کیا بتاں کے جی میں نہیں ہیں بدگمانیاں
ہے دل ادا کی راہ سے وہ لطف وہ کرم
کیدھر گئیں بتاں کی وے اب مہربانیاں

واسطے یہیں کہ جا بجا سنبل سے لپٹے گل کو
پھر ترے جادہ جوانوں سے جو بنیاد کرے

چھوٹو و بار کو ترے چہارے ! یہ ترا جاکستار حالے ہے
سانہ آہستہ کوچہو جہجام بار اُس زلف کا رگ جاں ہے

' خوشبو '

میر تقی ' میر ' اس بہت او بھی دویسہ —
سب رہیں جاگے سحر پوہ دودوی سچوں آیا ہوں
جب دہیں کے دیکھے پاٹ میں درشن کو دکھلایا ہوں



اے ساقی دل میں بھرا ہے خیال اس بے حجابی کا
وہی ساغر کا چھلکنا اور کھلا رہنا گلابی کا

اے ساقی غم کے ماروں کی تسلی کو شتابی سے
گلابی کا بھرا لا ہے مزہ وہ بے حجابی سے

ڈری آنکھوں کو ساقی! دیکھ سالہ جان جاتی ہوی
گلابی ہنستی منہ میں جام کے پانی چوادی ہوی

تڑپا ہے حسرت تڑپا، ساقی نے جلد کہلا
گردن اُٹھا اُٹھاکر شیشہ کا دیکھ رہنا

رہ گیا ہے اب تو باقی ایک دم کا اشتیاق
ناک میں جی آرہا ہے دیکھتے اُس کی ناق

دیکھتے ہی اُس کے خط کی شان دل مرجھا گیا
اِس دھوئیں کو دیکھ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا

رنگ اُڑ گیا سمن کا نرگس بھی تک رہی ہے
گلشن میں گلبدن نے کھچڑی سی پک رہی ہے

اُدھر تو ہم بھووں کو تان کر تیوری چھڑاتے* ہو
اِدھر میں دل میں 'بسم اللہ' 'بسم اللہ' کہتا ہوں

---

* چڑھاے

باب اضافی

محمد ضیاء الدین 'ضیا' دہلوی

نشو و نمایش از خاک ہندوستان جنت نشان است این دو بیت 'ضیا' میر تقی 'میر' و فتح علی خان می نویسد —

جنت کا مت دو مژدہ مجھ خاک میں رلے کو
آرام وہاں بھی معلوم ایسے جلے بلے کو

گریاں و خاک اڑاتا جیوں ابر و جیوں بگولا
صحرا میں تو نے مجنوں وحشی ضیا بھی دیکھا

محمد عطا 'ضیا' دہلوی

ضیا گیر از دہلی کہ شاہ 'سراج' است و شمع افروز مجلس ایہام - انشا را خوب می نویسد و شعر ریختہ را بہ نہایت عذوبت می گوید چند ابیات کہ در خط نشاہ 'سراج' نوشتہ بود، نظر در آمد و این ابیات انتخاب یافت —

مجھے کیا یاد ہے ساقی وہ عالم بے حجابی کا
ادھر تو جام کا ملنا اُدھر رونا گلابی کا

کیا ہے یار کو اس ناز پرور نے سواری پر
سنبھالا ہے کا اٹیہے نے چھدرہ آفتابی کا

شیو سنگھ ، ظہور ،

متخلص از عالم ظہور ، و معنی یاب مشہور است ۔
حاتم علی خاں این ابیات ، ظہور ، می طرازد —

از بس کیا بہار نے سب کوہسار سبز
ہے کیا عجب جو سنگ سے نکلے سوار سبز

ظہور ، اس بات پر مت جاؤ دیوانو اس کی
کہ جو کہتا ہے سو وو سرو گل رخسار کرتا ہے

چمن میں باغباں مجھکو نہ آشیاں دینا
گلوں سے ملنے کی رخصت تو بافغاں دینا

رقیب ضد سے ڈرا بیٹھا ہوا مری ، وو نہ
یہ بو الہوس کوئی ہر بات جان دیتا

جی نکلتا ہے مرا اس بے وفا کے واسطے
اس کو لے آؤ کوئی مجھ تک خدا کے واسطے

مجھے منظور تیرے باغ میں چلنے سے اتنا تھا
چمن میں قد ترے کو دیکھ کر شمشاد اُکھڑ جاتا

دشت میں مرے مرنے سے اب تک خاک اُڑتی ہے
مرے ماتم کے کرنے سے کبھی ویرانہ نہ باز آیا

ہمیشہ زلف خوباں کو کرے ہے درہم و برہم
مرے دل کے ستانے سے کبھو شانہ نہ باز آیا

باب الطاء

خواجه محمد خان ' طاهر ' دهلوی۔

طاهر کنندهٔ مضامین تازه ' و نابل صغیر سنج نسبان بسمان میرزا ' مظهر ' است این ابیات ' طاهر ' از تذکرهٔ نسم علی خان ظاهر شد :—

پھر زلیخا نہ نیند بھر سوئی
جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

محبت گونہ کی کی رنگ اگر جاکر نہ پھیلادی
نہ خسرو سرخ ہو آتا ' نہ شیریں زرد ہو جاتی

یار نے تک اٹھا نقاب کے تئیں
دور پردے میں کر حجاب کے تئیں

اے آہ اس قدر تو کر بے اثر نہ ہوتی
ممکن نہ تھا کہ اُس کے دل کو خبر نہ ہوتی

باطن میں گو کسو سے تجھے دوستی نہ ہو
لیکن تجھے رعایت ' ظاہر ' ضرور ہے

تیری زلف ہی سے دل پر داغ ہے پیوستہ
حسرت چمن کی کھائے کو یہ داغ ہے غریب

پیر غلام 'غلام' تخلص

از بزرگزاده های دوگانه و مقبولان الله است اوقات را بکمال وارستگی و آزادی بسر می برد و خود را همسر زاده آبرو اظهار می کند او بس که مزاجش بتصوف آشنا است، اکثر اشعارش بلکه تمامی مفهوم فقیر نمی آید و ساده حسن آن پرده از رخ نمی کشاید 'آبرو' و 'صادق' و 'مبارک' و 'بے همتا' و 'غلام' درهر مقطع ربط المرام دارد و پیروی در هر بحر می نماید چنانچه می فرماید ـ

آبرو صادق مبارک بے دل همتا غلام
ساعت طاعت
*

دیگر می گوید ـ

بے دل، مبارک، ہے غلام، صادق
حق کے اتصال سے ہر درد کا درماں یہاں ہے

و سنه تولدش یک هزار و یک صد و بست و چار است با فقیر ربط خاص دارد و اکثر گاه از راه کرم عرض حالت تشریف فرما می نماید این چند از اشعار نفیسه و تبرکاً درین جا نوشته شد ـ

ره سے شکل یار بے آیا مزه جانا   حولی کو وجاهت کے دکھانا

---

* یہ اور بعد کے بعض مقام کرم خوردہ ہیں اس لئے تصحیح نہ ہو سکی ـ

باب الغین

محمد امان الله "غریب" تخلص

معنی بند عجیب و بنده زمن غریب است طوه
رباعش دوبی لذت می دارد، لهذا کاهے تخلص هود، الکر
هم می گذارد آ رے الکن طلق اللسان بود، و بلاش مصاد
باره می بود - شعرش خالی از غرابت معنی نیست —

دیکھ دستار بستی ساقی سرشار کی
اب کھلی جاتی ہیں آنکھیں نرگس بیمار کی
بات رہ جاویگی قاصد وقت رہنے کا نہیں
جی نو پیدا هے سنا) دی لا خبر اُس یار کی
عشق کے اس معاملے میں بوالہوس کا کام کیا
کیا طرح گذری دیکھو منصور سے سردار کی
حال کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہے 'غریب'
بھول سب جاتا ہے تیں دیکھ صورت یار کی

این یک بیت 'غریب' نبیر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان می طرازد —

عمر ... نمی‌شمرند حیات را خواب می‌پندارند و زندگانی را
حباب می‌انگارند عمر را باد سبک می‌دانند بقا را آب روان
می‌... نقش مثال می‌کنند و نشاط را خواب و خیال
می‌گویند پس دل در دنیا نهادن نشان مرده دلی است و دانند
حیات دنیا ناپایدار بودن کامل عمر اگر به نهایت رسیده است آخر
حال می‌پذیرد و هم حیات اگر ... باقیست برباد می‌رود
حیات که ... غنیمت هم او نتوان خورد چرا که بقایی ندارد
مرغ او نتوان بود دل بر هم حیات بستن چون حباب
روان است و ... در زندگانی داشتن چون باد نقش بر آب نگاشتن

این عمر که ... نمی‌آرزد
نقشی است که در خواب نه بینی آنرا
در ... است و زندگانی دروغ
خوابی است که در خواب نه بینی آنرا

ایشان خوشا کسی که این نقش موهوم را هم صبح نگشاده
چشمی نشود ... [illegible] ... مراد خواهند یافت و زهی دلی
که این جای موهوم را مثال گل دیگ ... کرده نشد و
همه نگذاردید، و بهار در فن اهل روزگار جا خواهند یافت

رباعی

این عمر نماند سو بهاران ماند — این عیش نه قبل کوهساران ماند
بهار چندان که بعد از مردن — انگشت گزیدنی به یاران ماند

از یاران این چمن و گلگشت کنان این گلشن چشم آن دارد
که چون بپائی چشم سر این خار ستان بپایند، نظر بکرم بخشی .

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

خاتمه این [illegible] چهارستان سحرا
است - شکر خدا را که هرچه طلب کردم در [illegible] های خود کامران
شدم [illegible] گران بهاست [illegible] که هر ساعت مقصود
که خواستم از [illegible] خدا در رسانید و هر [illegible] راه که طلب
کردم از [illegible] دل [illegible] این چهارستان
سحرا و این گلستان فصاحت محض بافضال الهی بے امداد عمرے
و بے طاقت یارے در عرصهٔ قلیلی که [illegible] بدست دارد
تا بهارے که [illegible] بوستان [illegible] رونقے تازه و رنگے از
سرگرفت - [illegible] خامهٔ [illegible] این که هستی [illegible]
موهوم است و دنیا [illegible] موهوم، هر که چشم دل داشت
بینا و کسی که [illegible] جهان [illegible] می‌گوید که والا [illegible]
که پاے [illegible] نهاده اند و سر [illegible] کار خود بدست
تقدیر داده اند دل [illegible] و بوے گلستان جهان [illegible] می نهادند
و هوا داری یک نفس عمر گل [illegible] در غم زندگانی
نمی سوزند و رخ از فروغ [illegible] مستعار چون الف از راست
روی از زندگانی دنیا کناره می گیرند و چون [illegible] روزگار

بادہ مستی رنگ لایے ترے اے شوخ مجھے ادم کے بیٹوں خراب کیا

آج تری چشم سے انسو بہیں ہوتے ہیں بند
دل مگر پھوٹتا ہے مجھ دل کے کنول تالاب کا

قیامت ہے ترے مکھ سے آکر دور کے ہٹ جانا
جھٹک کر بسکرا کر، دیکھ کر، ہنس کر لٹک جانا

دل تا دیکھ کی چاہ زنخداں کی چاہ تھی
آخر بھلا ہوا کہ اسی چاہ میں پڑا

پھول دیکھے چمن نے آج مجھے
بھول جا کر میں باغ باغ ہوا

خط نمودار ہوا اس کے سلو نے مکھ پر
وو سکندر ان خط خوب کہ نمودار ہوا

دوست میری ہے عشق بازی میں
مجھکو دل بر نے جب سے ہار دیا

کاغذ کا رنگ زرد ہوا اس سبب ستی
پروانہ مجھے رنگ نے اس کی طرف کیا

مشت بام اوپر کھڑا ہے وو ستمگر بے حجاب
ایک بورے پر قیامت ہے جو نکلا آفتاب

سب کوئی روشن کرو تورت پہ مسجدوں کے چراغ
روح جل جاوے گی دیوانے کی پروانے کے ساتھ

بیان و مستی سے شہادت آ ہوی ہے لا علاج
جوں باحق کیوں ترستا ہے کہتا کہ ای سے آج

و گلدن . رادی فرموده که نا ه ار رسهاد اسجاب
. کر سا و دطرات وطرادا اصلاح گل دند ورد گل دکدند
بعضر وسیع در اصلاح کو سند اگر اصلاح بخواهند بوسند
در صهر سعر سروسند خوبان اشعار و قادردید بماسان بدکار
معهسبد سسکه صبح اشعار و جلد اسکال اسوا مراکه داور
بجهده دجر بر ان عار صاحب شمارد مثل بنده م علی خان
خسوب و بنده علی خسوب و محمد مدر میر و مدر
نعی میر و محمد علی خان مورون و میر رحم علی
مورون و خواجه مدر درد و کرم الله خان درد و
عاسق علی خان عاسق و عاسور بیک نا ی علی هذا القیاس
خصوصا اهل دکن را دو دی اسعار این کسان از جملهٔ دسواری
بلکه بکن نداسد و دیوان هر ما دیسی بدسب ده اند این خود
معلوم مکر دهرار حد و جهد بیک دو ربعهٔ اهل هند بدسب
می ایند اگر دران اسعار مقطع سالم بهم رسد دهواهوان
ورد خیر از ان اسعار دست باید کسید وطرفه احب دیگر
این است که اکثر مردمان کج فهم خطاکرده واسعار غیر دار رد دو
اسعار ردیدام غیر دوسده اند دردین صورت خود طرفه معلور
است وچندکه صاحب تذکرهٔ فارسی گویان با وجودسوخود بودن
چند تذکره ها و دواوین صاحب سخنان غلطی کرده باسند چه جاکه ماناس
دو تذکره و دادن داخل ماند در تصحیح احوال و اسعار کو سیم
الحمد باحد المقدور حد و جهد کرده نوست و باقی رده ه در جهة
هر کسی که تحقیق پیوست بعلم آ ورد مادقی اسعار
در خانه قسمت نبود ــــ

بلبل کو باغباں سے رہے بس کہنا بنی
ہر صبح کیوں نہ ہووے چمن میں ہنستا پتی

آ مجھ بیں میں بس نہ بنا ہے تیرے لئے
یہ جمعہ سیاہ و سفید و اٹا پٹی

اے کیوں ہاکے کہہ یوسف سے کووے ہے نکل
تجھ بنا رو رو زلیخا ہوگئی ہے باوری

یوں توڑنا نہ چھوڑ وصل کو — باد لے چل شہ باز دلوں سے
کمند سے دامن عشق کو مت چھوڑ — نہ جدا ہم ساتھی دوبدوں سے
سرو قد کیوں نہ اب رہوں تجھ پاس — دل بندھا زلف کی کمندوں سے

دل مرا جد درگت و سنبل کی بن کیوں جاک ہے
دلربا کی زلف کے شانے سے پوچھا چاہئے

جب سے غنچے کی قبا گلشن میں دلگی سے چسی
مچ گئی پھولوں میں دیکھو کس سواکت کی ہنسی

زعفرانی ہے تو پی انکھیاں کئے ہو رسمسی
سر خوشی سے کیوں نہ آوے غنچہ لب دم کو ہنسی

گردتے کیا ہو غصے سے گھتا کر بھو کو ہمارے
ہیں ہما ون ترستے ہیں کہ جب یہ دم بطور بدلی

شراب سرخ سے مت تر رنگیلے — ہوا جاتا ہے کیوں دوزرد پی لے
زبردستی سے نقد دل کو مت لوٹ — جہاں میں گرچہ جاتا ہے سو جی لے

گر کوئی چاہے کہ میرے درد کا درماں کرے
اس کماں ابرو پہ لے جا کر مجھے قرباں کرے

٭ بکدوپیں

دیکھو چہرہ صاف ہے اور زلف میں گرہ ہزار

آبرو سیجوں سے رکھی اب حضرت بندہ نواز

کہوا کی طرح پیارے تیری انکھیاں ہیں متوالیاں

کریں گی چند میں دعوے جدائی کا میں اکیلیاں

ماتے سمرن کو رکھو میرے دیا

ہر گلے کے ہار ہو یا خوب برہن

حال میرا دم بہ پوچھو دیکھو اس خط کی طرف

عکس میرے رنگ کا کاغذ ہے اوپر ہے عیاں

بلد گئی پہنچے ہمارے اہل زاروں کے بیٹھی

دل سے مت ہو لہو اپنے دو ستاروں کے بیٹھی

ساون کے بادلوں کی طرح جل رہے ہوئے

وہ چشمے ہیں کہ جس سے سنگل بھرے ہوئے

رخ سے اپنے ہرن کو دور نہ کر

حسن کا عطر مجھکو لینا ہے

بی الحقیقت میں کسی کے ہوں — حسن کے دیکھنے کی ہے کسک

تجھ ملاحت کے لون کی لذت — جس کا جی ہو کھائے سو جانے

ذرا ہیں مارے احمق کہیں کوئی راجپوت ان کو

بہت خوش حال ہوتے ہیں جو دولہن کو تورا تا ہے

بکو ملتان میں تھا نہ چھوڑ کر وطن اپنا

آتو سورت سے کعبے کو جو دھوم شوق نا بڑھے

بس اے خدا کے کھوٹے یہ نعمت کہاں گنوائی
اس دوڑ سے نمی کو توبے کہاں ملائی

خدا کسی کو کسی ساتھ آشنا نہ کرے
اگر کرے تو قیامت تلک جدا نہ کرے

ابھی کیا ہے سمجھ جبکہ پیتے سے   نہ ملنا میٹھا ہوئے گھر گھر کئے

کیا پوچھتے ہو لوگو کانا بھائی کن کی
بہلوں سے میرے پوچھو جدا بھائی کن کی

کیا ہوا ہے کس طرح کا اثر ہے   جس کو دل چاہے نہ ہوا کیا جو رہے

دیکھ اُس کے مونہہ کو میری روح کو ملتا ہے ثواب
ہر صبح پڑھتے ہے گویا ختم یک قرآن کرے

کسی نے میں دیکھا

دیکھ آنکھوں سے جان جاتی ہے

رات دن اسے دل ترا آرام ہے　　دیکھ وہ مسافر بے سر و سامان ہے

اس صنم کے منہ پہ کیا روپ ہے　　دیکھ وہ مست جا مسافر دھوپ ہے

میں اپنے درد دل کہنے کے صدقے　　میری سن سن کے چپ رہنے کے صدقے
محبت کے درد سے کام پڑا ہے　　مرے اس دل کے دکھ سہنے کے صدقے

چکور دن ماہ کے اور بلبلیں گلزار کے صدقے
کوئی قربان کسی کا ہے میں اپنے یار کے صدقے

جام کو لب سے اٹھا مت کر　　جام اُس کا پیا کٹورا ہے

حسرت از گئے اور بلبلیں رہ گئی　　گئی بہار اور خود پسندی رہ گئی
سرو اور شمشاد مل گئے خاک میں　　فاختہ کا اس میں [illegible] رہ گئی

دنیا کی زیبائی دیکھ بھولی　　قیامت آج ہوئی تھی سو ہولی

کماں ابرو ہے کھڑکیوں نہ آوے　　کہ جس کے واسطے کھڑکی ہم چلا

جب سے ملنے لگا چکوروں سے　　چاند سے منہ کو داغ لاگا ہے

مت دو دیکھ جرح رنگ محبت آنکھوں کو رنگ سے
میں رنگ ہوتا ہوں تیرے مونہہ رنگ سے

کلیجا ٹوٹ ٹکڑے ہو چلا اب منہ میں آتا ہے
نہیں یہ ہے [illegible] باقی مانے سو جاتا ہے

۵

دراں وادی کہ از خود رفتم در می زند بلبل
سرر عرض حرام سنگ می داند پاسبان را

—— o ——

بلبل بنالہ حرفِ چمن را مفسر است
یارب رواں نکہتِ گل ترجماں کیست

نہ بلبل اور بوئے گل دونوں پریشاں ہیں، "حرفِ چمن"
کی شرح تو نالہ بلبل ہے مگر بوئے گل کس کی ترجمانی کر
رہی ہے حسن و عشق کس کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

شیرازہ گل تھا بکھرا ہوا بے ربط عبارت نکہت تھی
نہ مصرع بہار ہستی کا موزوں نہ تھا، ایسا ہو نہ سکا

کوشش تو بہت کی غالب نے اور اختر نے بھی ریختہ میں
انداز وہ طرز بیدل کا اشعار میں پیدا ہو نہ سکا

مطبوعہ
زرین آرٹ پریس ۔ لاہور
★
ناشر
ادارۂ ثقافت اسلامیہ (پاکستان) ۔ لاہور